سَلُونی

قَبلَ اَنْ تَفْقِدُونِی



حجۃ الاسلام علامہ آقائی قبلہ محمد رضا الحکیمی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب .



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان





۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی

(حصہ دوم)

تالیف

محققِ وحید حضرت علامہ الشیخ محمد رضا الحکیمی

ترجمہ

علامہ ناصر مہدی جاڑا مرحوم فاضلِ قم

نظرثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور فون: 5425372

(حصہ دوم)

کتاب	:	سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی
تالیف	:	محققِ وحید حضرت علامہ الشیخ محمد رضا الحکیمی
ترجمہ	:	علامہ ناصر مہدی جاڑا مرحوم فاضلِ قم
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم
پروف ریڈنگ	:	غلام حبیب ، محمد عمران حیدر
اشاعت	:	جولائی 2010ء
صفحات	:	432
ہدیہ	:	300 روپے

ملنے کا پتہ

اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20 ۔غزنی سٹریٹ ۔اُردو بازار ۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

تقریظ

آیت اللہ العظمیٰ آقائے سید محمد شیرازی قدس سرہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ، والصلوٰۃ والسلام علی محمدؐ وآلہ الطاھرین

میں نے کتاب سَلُوْنِی قَبۡلَ اَنۡ تَفۡقِدُوۡنِیۡ

کی دوسری جلد کے بعض مطالب کو ملاحظہ کیا جو علامۂ جلیل خطیب البارع، المرشد الامع مروج الاحکام ناشر الاسلام الحاج الشیخ محمد رضا الحکیمی والاعزہ نے لکھی ہے تو میں نے اسے کتابِ جمیل اور سفر کام یاب پایا جس میں انھوں نے فضائل امام امیرالمومنینؑ سے کچھ فضائل ذکر کیے ہیں۔ خدا نے ان کو توفیق دی اور وہی اجر دے گا اور خدا ان کی اِس کتاب کو اپنی کتاب کی اس آیت کا مصداق قرار دے: ھاوم اِقرئوا کتابیہ۔

یومِ قیامت جس دن مال فائدہ دے گا نہ اولاد، مگر جو شخص قلب سلیم کے ساتھ آئے گا اسے فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔

میں خدا متعال سے مؤلف کی مزید توفیقات کا خواست گار ہوں۔

یکم محرم ۱۳۹۹ھ

محمد بن المہدی الحسینی الشیرازی

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی خلق الخلق وفضل بعضهم علی بعض وجعل لمحمد و اهل بیته علیه وعلیهم السلام "الفضیلة الکبریٰ والمنزلة العظمیٰ دون سائر من خلق من خلقه. والصلٰوة والسلام علیهم منتهی علم اللّٰه الَّذی لامنتهی وعدد کلماته التی لا یحصرها العدد ونهنة افضاله الَّذی لا یحصره الوزن

امابعد! عبدِ فقیر محمد رضا بن عباس حکیمی جو رحمتِ الٰہی کا امیدوار ہے، کہتا ہے کہ یہ قلیل مجموعہ اور غیر کامل اشیاء اس حدیث سے جو سید العلما و معلم العلماء، فخر العلماء، اور منتھی علم العلماء، معدن اسرارِ الٰہی اور ثانیٔ سید المرسلینؐ یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں ہے اور وہ حضرتؑ کا قول جو مختلف مقامات پر مختلف مناسبتوں سے بار بار فرمایا گیا اور وہ ہے: سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی

یہ دعویٰ صرف حضرتؑ سے مخصوص ہے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور جس نے حضرت کے علاوہ یہ دعویٰ کیا وہ رسوا اور شرمندہ ہوا۔ حضرتؑ کے علاوہ جس نے یہ دعویٰ کیا اس نے اپنی جہالت کا اعلان کیا۔ اگر کسی عالم، ماہر یا علامۂ کبیر نے یہ دعویٰ کیا تو وہ برباد ہوا۔ پس خدا سے سوال کرتا ہوں:

اوّلاً مجھے اپنی رضا عطا فرمائے۔

ثانیاً: میری اس محنت کو سید الوصیین کی خدمت شمار کرے۔

ثالثاً: جو توجہ کرے اس کے لیے بصیرت کے راستے کھل جائیں اور وہ شاہد ہو۔

محمد رضا حکیمی

یکم محرم ۱۳۹۹ھ

حضرت علیؑ کی بلاغت

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے نو کلمے استعمال کیے ہیں کہ بلیغ لوگوں کی ان میں سے ایک کلمہ تک بھی رسائی نہ ہو سکی، اور وہ ان کی بلاغت کماحقہٗ سمجھنے سے قاصر رہے۔

تین کلمات مناجات ہیں، تین کلمے علم کے بارے میں ہیں اور تین کلمے ادب کے بارے میں ہیں۔ اما المناجات۔ یہ جملہ فرمایا: كفاني عزاً ان تكون لي ربًا وكفاني فخراً ان اكون له عبداً ــــ انت لي كما احب فوفقني لما تحب

علم کے بارے میں حضرتؑ کا یہ جملہ المرء مخبوء تحت لسانه اما ضاع امرؤ عرف قدره، تكلموا تعرفوا۔

ادب میں یہ تین جملے کہ انعم علٰى شئت تكن اميره، استغنِ عمن شئت تكن نظيره، واحتج الى من شئت تكن اسيره۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر میرے لیے مسندِ علم بچھا دی جائے اور میں سکون کے ساتھ بیٹھ کر فیصلے کروں تو اہلِ تورات کے لیے تورات سے، اہلِ انجیل کے لیے انجیل سے، اہلِ زبور کے لیے زبور سے، اور اہلِ قرآن کے لیے قرآن کے مطابق فیصلے کروں۔

خدا کی قسم! جو آیت سمندر میں نازل ہوئی یا خشکی پر، میدان میں یا پہاڑ پر، زمین پر یا آسمان پر، دن کو یا رات کو، تمام کو جانتا ہوں کہ کس شخص کے بارے کس شے کے بارے میں نازل ہوئیں۔

اعتراض: ابوہاشم نے اس خطبہ اور حضرتؑ کے اہلِ کتاب کے بارے میں فیصلے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ تورات تو منسوخ ہے، اس کے مطابق حکم کرنا کیسے جائز ہے؟

الجواب: ① شاید حضرتؑ کا ارادہ اپنے علمی کمال کو واضح کرنا تھا کہ ان منسوخ شدہ کتابوں کے احکام کو تفصیل سے اور ان کے ناسخ احکام کو جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں ان سب کو جانتا ہوں۔

② شاید یہ مراد ہو کہ یہود اور نصاریٰ کے قاضیوں کے لیے ممکن ہو جائے کہ وہ جزیہ دینے کے بعد ان کے ادیان کے مطابق ان کے فیصلے کریں اور اگر کسی مسلمان کے لیے جائز ہوتا تو میں اس پر قادر ہوں۔

③ شاید یہ مراد ہو کہ تورات اور انجیل سے ایسی نصوص نکالیں جو نبوتِ محمدؐ پر دلالت کریں تو ان کے لیے ان کتب سے تمسک کرنا قوی ہوگا۔

حضرت علیؑ وہ ہیں کہ ابن عباسؓ کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی "ب" کی تفسیر کرنے لگے تو فرمایا: اگر رات لمبی ہوتی تو یہ تفسیر جاری رہتی۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا: علم ما کان وما یکون سب کا سب قرآن میں موجود ہے اور قرآن کا علم سورۂ فاتحہ میں ہے اور سورۂ فاتحہ کا علم اس کی بسم اللہ میں اور بسم اللہ کا سارا علم "با" بسم اللہ میں ہے اور میں وہی "با" کے نیچے والا نقطہ ہوں۔

یہ حدیث مشکل اخبار سے ہے اور اس کی کثیر اشکال ہوتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: انا نقطة تحت الباء

وضاحت: احتمال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ میں علومِ قرآنی بیان کرتا ہوں اور قرآن کے مجملات کی ایسی وضاحت کرتا ہوں جس طرح با کا نقطہ وضاحت کرتا ہے اور ب کو دوسری مشابہ شکلوں مثلاً ت، ث کی مشارکت سے تمیز دیتا ہے۔

اس کے کئی معانی براء ہوسکتے ہیں جو بعض معانی مخفی نہیں صاحبانِ لب پر
بہر حال تمام علوم حضرتؑ کی طرف منتہی ہوتے ہیں اور کوئی علم بھی ایسا نہیں جو حضرت علیؑ
سے نہ لیا گیا ہو اور تمام کے تمام علماء حضرت امیرؑ کے شاگرد ہیں۔

علمائے معتزلہ: ان کا بڑا واصل بن عطا ہے جو ابی ہاشم بن عبداللہ بن محمد بن
حنیفہ کا شاگرد ہے اور ابوہاشم اپنے باپ عبداللہ کا شاگرد ہے اور عبداللہ حضرت علیؑ کا
شاگرد ہے۔

علمائے اشاعرہ: ان کا بڑا ابی الحسن اشعری ہے اور وہ واصل بن عطا کا شاگرد
ہے اور ہر اسلامی فقیہہ اسی کی طرف منسوب ہے جیسے آئمہ اربعہ۔

امام مالک: انھوں نے فقہ ربیعہ رائے سے حاصل کی اور اس نے عکرمہ سے
حاصل کی اور اس نے عبداللہ بن عباسؓ سے اور عبداللہ نے مولا علیؑ سے تعلیم حاصل کی۔

امام ابوحنیفہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی۔

امام شافعی: یہ مالک کا شاگرد ہے۔

امام حنبل: یہ شافعی کا شاگرد ہے۔

(گویا سب بالواسطہ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں البتہ اپنی قیاس آرائیاں دین
میں شامل کرلیں۔ از مترجم)

روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبرِ کوفہ پر ایسے الفاظ بیان فرمائے جن
کے معنی یہ ہوتے تھے کہ قرآن میں بالوالدین احسانًا والدین سے مراد میں اور رسولؐ
خدا ہیں۔

تو ایک شخص اہلِ مسجد سے اُٹھا اور کہا: اے ابن ابی طالبؑ! تم نے پہلے اہلِ حجاز
پر جادو کیا اور اب اہلِ عراق پر تاویلِ قرآن کے ذریعے جادو کررہے ہو۔ حضرتؑ نے
اس کی طرف دیکھا تو وہ سیاہ سفید داغوں والا کوا بن گیا اور وہاں سے اُڑ گیا اور مسجد کی دیوار

پر جا بیٹھا اور کائیں کائیں کرنے لگا۔ اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور بعض نے ایک دوسرے سے کہا: علیؑ کا جادو بہت آگے بڑھ گیا ہے اور وہ مردوں کو مسخ کر رہا ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم جلدی اس کو قتل نہ کرو گے تو تمھارے ساتھ بھی یہی کچھ کرے گا۔ جو تمھارے ساتھی کے ساتھ ہوا (یعنی کوا بنا دیا) اور اس وقت قوم کی تعداد تیس ہزار تھی۔

پس ان لوگوں نے معاہدہ کیا کہ جب وہ نمازِ جمعہ پڑھانے آئیں اور خطبہ سے فارغ ہو جائیں اور اُتریں اور سجدہ کریں تو ہم ان پر تلواروں سے حملہ کر دیں اور انھیں قتل کر دیں تاکہ معلوم نہ ہو کہ قاتل کون ہے؟ پس جب جمعہ کا دن آیا اور لوگ تلواریں حمائل کر کے مسجد میں آئے۔ جب حضرتؑ نے پہلی رکعت کا سجدہ کیا تو ہر شخص نے تلوار کو نیام سے نکالنا چاہا تو ان کے ہاتھوں میں صرف غلاف تھے، تلواریں غائب تھیں۔

پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرتؑ اُٹھے اور گھر چلے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ ان کی تلواریں غائب ہیں تو بہت تعجب کیا۔ اس وقت حضرتؑ کا ایک غلام ان لوگوں میں تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے گھر آ کر حضرت امیرؑ سے عرض کی اور قوم کے منصوبے کے بارے میں بتایا تو حضرتؑ نے مجھے فرمایا: کل صبح سویرے میرے پاس آنا۔ میں دوسرے دن حضرتؑ کے پاس آیا تو فرمایا کہ کوفہ کے پشت میں جاؤ تو وہاں فلاں فلاں مقام پر جانا۔ جب وہاں پہنچو گے تو ایک قافلہ دیکھو گے جو آ رہا ہوگا۔ ان کے آگے آگے ایک شخص خچر پر سوار ہوگا تو اس کو کہنا کہ مجھے امیر المومنینؑ نے تیری طرف بھیجا ہے اور وہ فرما رہے ہیں کہ اس قافلہ کو میرے سپرد کرو اور تم سلامتی سے چلے جاؤ۔

جب میں وہاں آیا اور قافلہ سے آگے والے شخص کو حضرت علیؑ کا پیغام دیا تو اس نے کہا: یہ قافلہ سنبھالو اور میں واپس جاتا ہوں۔ پس میں قافلہ کو حضرت علیؑ کی خدمت میں لایا تو اُنھوں نے سامان حضرتؑ کے پاس اُتار دیا، میں نہیں جانتا تھا کہ سامان میں کیا ہے۔ پھر مجھے حضرتؑ نے فرمایا: فلاں کو یعنی اپنے شیعوں اور موالیوں کو بلاؤ، میں نے

بلایا۔ جب وہ آئے تو فرمایا: اس سامان کو کھولو، جب کھولا تو اس میں وہ تلواریں تھیں، میں نے شمار کیں تو وہ تیس ہزار تھیں۔ وہ تلواریں حضرتؑ نے اپنے موالیوں اور شیعوں میں تقسیم کردیں، وہ شیعہ وہاں سے نکلے تاکہ بازار میں ان کو بیچ دیں اور ان تلواروں کو ان لوگوں میں بیچا تو اُنھوں نے اپنی تلواریں پہچان لیں اور بڑی بھاری قیمت سے وہ تلواریں خرید لیں۔ پس میں آیا اور عرض کی: یا امیرالمومنینؑ! یہ تلواریں کیسی تھیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: یہ انھی لوگوں کی تلواریں تھیں کیوں کہ جب ان لوگوں نے دھوکہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اپنے تیس ہزار فرشتے بھیجے جنھوں نے ان سے تلواریں لے لیں اور ان کو جمع کردیا اور اکٹھا کرکے اس شخص کی سربراہی میں جسے دیکھا وہ میرے پاس لائے ہیں۔

تحقیق علم آئمہ علیہم السلام تمام انبیاؑ کے علوم سے کامل تر ہوتا ہے اور اسی علم سے اسمِ اعظم بھی ہے اور وہ تہتر حروف پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک حرف خدا نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے اور باقی بہتر اسما کا علم رسولؐ پاک کو دیا اور رسولؐ اللہ کو حکم دیا کہ وہ اس علم کو اہلِ بیتؑ کو عطا کریں۔

جہاں تک باقی انبیاؑ کا تعلّق ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا نے عیسٰیؑ بن مریمؑ کو دو حرف کا علم دیا جس پر وہ عمل کرتے اور حضرت موسٰیؑ کو چار حروف کا علم عطا کیا اور حضرت ابراہیمؑ کو آٹھ حروف کا علم دیا اور حضرت نوحؑ کو پندرہ حروف کا علم دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو پچیس حروف کا علم دیا اور پھر تمام حروف کو جمع کرکے سب کا علم حضرت محمدؐ و آلِ محمدؑ کو دیا البتہ ایک حرف کا علم اپنے پاس مخصوص کیا۔



حضرت امیرالمومنینؑ شعرا کی نظر میں

شعرِ متنبی: اور یہ شعراس کے تشیع پر شاہد ہے۔

ابا حسن لو کان حبك مدخلي جهنم كان الفوز عندي جحيمها

وكيف يخاف النار من بات موقنا بان امير المومنينؑ قسيمها

"اے ابوالحسنؑ! اگر آپ کی محبت مجھے جہنم میں لے جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں، تو میرے نزدیک یہی کامیابی ہوگی اور وہ شخص آگِ جہنم سے کیوں کر ڈرے جسے یقین ہے کہ امیرالمومنینؑ اسے تقسیم کرنے والے ہیں"۔

کہا گیا ہے کہ ابا الطیب المتنبی کو آئمہ طاہرینؑ کی مدح ترک کرنے پر عتاب کیا گیا تو اس نے جواب میں ان عتاب کرنے والوں سے کہا:

وتركت مدحي للوصي تعمداً إذ كان وصفًا مستطيلًا كاملًا

و إذا استطال الشيء قام بنفسه وصفات ضوء الشمس تذهب باطلًا

"میں نے وصیِ مصطفیٰؐ کی تعریف جان بوجھ کر چھوڑ دی کیوں کہ وہ کامل ہیں جب کوئی شے بذاتِ خود قائم ہو تو سورج کی روشنی باطل صفات کو ختم کر دیتی ہے"۔

شبلنجی نے اپنی کتاب نورالابصار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے عائشہ سے روایت کی کہ اُس نے کہا:

إذا ما التبرُ حُكَّ على محك تبين غشه من غير شك
وفينا الغش والذهب المصفى عليٌّ بيننا شبه المحك

''جب سونے کو نکھارا جاتا ہے تو اس سے دھوکا ملاوٹ صاف
ہوجاتا ہے۔ ہم میں ملاوٹ ہے اور صاف سونا ہے اور علیؑ
ہمارے درمیان نکھرا ہوا سونا ہیں''۔

کتاب الاکلیل میں معاویہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم نے اپنی محفل میں کہا کہ جو شخص علیؑ کے بارے میں اپنے دل کی بات کرے تو اسے انعام دوں گا۔ تو ہر شخص نے غیر مناسب کلام کیا یعنی حضرت علیؑ کو سبّ وشتم کیا مگر عمرو بن عاص نے اپنے چند شعر پڑھے جن میں اعتقاد بھی بتایا اور مخالفت بھی کی کہ

بآل محمد عرف الصوابُ وفي أبياتهم نزل الكتابُ
وهم حجج الاله على البرايا بهم وبجدّهم لا يسترابُ
ولا سيما أبو حسن عليٌّ عليه السلام له في المجد مرتبة تهابُ

''آلِ محمدؐ کے ذریعے صحیح کی معرفت ہوتی ہے اور ان کے گھر میں
کتاب نازل ہوئی وہ آلِ محمدؐ پر دنیا والوں پر اللہ کی حجتیں ہیں اور
ان کے برابر کوئی نہیں، خصوصاً ابوالحسن علی علیہ السلام بزرگی میں
بہت بلند مرتبہ ہیں''۔

پس معاویہ نے اس عمرو عاص کو انعام دیا اور دوسروں کو محروم کیا۔

علمِ علیؑ

رسولِ پاکؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا جن کے علم کے بارے میں رسولؐ فرمائیں وہ کیوں ایسے عالم نہ ہوں۔ منتخب الدین کی فہرست میں ہے کہ محمد بن حسین بن محمد جو کاشان کا قاضی تھا فقیہہ اور صاحبِ فضل تھا اور نہج البلاغہ کو اپنی یاد سے

لکھتا تھا۔ ان کا ایک رسالہ العبقہ ہے، جو انھوں نے سید رضی کے ایک خطبے نہج البلاغہ کے قول کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ پر کلام نبوی کا اثر تھا، یعنی چھاپ تھی۔

المعتزلی: ابی الحدید نے خطبۂ جہاد میں لکھا ہے کہ لوگوں کا اتفاق ہے کہ قرآن فصاحت کے بلند ترین طبقات میں ہے اور اس میں تامّل شافی ہے۔ اور قرآن میں غور کرو جو خدا نے اسے فصاحت دی ہے کہ بہت گہرائی سے بھی دُور ہے اور بے ربط مطالب بھی نہیں اور کلامِ اجنبی بھی نہیں۔ اسی طرح کلام امیر المومنینؑ کو دیکھیں تو انھی الفاظِ قرآن سے مشتق ہے، اسی کے معانی اور طریقوں کو استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن کے شانہ بشانہ ہے اور قرآن کے اسلوب کی طرح ہی اسلوبِ کلام علیؑ ہے۔

قرآن کی اگرچہ نظیر تو نہیں ہے مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کے بعد کوئی کلام حضرت علیؑ کے کلام سے زیادہ فصیح نہیں ہے، کسی کا کام نہ عمدہ ہے، نہ اعلیٰ۔ نہ بلند مرتبہ نہ ماہرانہ سوائے رسولؐ پاک کے کلام کے۔

اسی طرح حضرتؑ نے اس قول عالم السر من ضمائر المضمرین......الخ میں کہا ہے کہ اگر اس کلام کو نضر بن کنانہ سنتا تو وہی الفاظ کہتا جو علی بن عباس بن جریج نے اسماعیل بن بلبل کے لیے کہے تھے۔

لوگوں نے کہا:

قالوا أبو الصقر من شيبان قلت لهم	كلا ولكن لعمري منه شيبان
وكم أب قد علا بابن ذرا شرفاً	كما علا برسول الله عدنان

"ابوصقر جوان ہے تو میں نے کہا: ہرگز نہیں، میں اس سے زیادہ جوان ہوں۔ کتنے باپ ہیں کہ ان کو اپنے بیٹوں کی وجہ سے شرف ملا ہے جیسی طرح عدنان کو رسولؐ پاک کی وجہ سے شرف حاصل ہوا"۔

تذکرۃ الخواص: ابن الجوزی کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا کلام عصمت میں لپٹا ہوا ہے اور میزانِ حکمت پر بات کرتے ہیں۔ ایسا کلام جس پر اللہ نے کرم کیا ہے، اللہ نے شیرینی اور نمکینی کو کلام میں اکٹھا کر دیا ہے۔ تازگی اور فصاحت کو جمع کیا ہے۔ اس کلام سے ایک کلمہ بھی ساقط نہیں، جس نے ناطقین کو عاجز قرار دیا اور ایسے الفاظ ہیں کہ نورِ نبوت ان پر روشنی ڈال رہا ہے۔

قُلتُ: کوئی تعجب نہیں کہ حضرت علیؑ کے کلام پر علمِ الٰہی کی چھاپ ہو کیوں کہ وہ بار بار فرماتے تھے: انا اعلم بطرق السماء منی بطرق الارض "میں آسمان کے راستوں کو زمین کے راستوں سے بہتر جانتا ہوں"۔

اور حضرتؑ فرماتے تھے کہ اگر میرے لیے مسندِ علم بچھائی جائے تو اہلِ زبور کو ان کی کتاب کے مطابق، اہلِ تورات کو تورات کے مطابق، اہلِ انجیل کو انجیل کے مطابق اور اہلِ قرآن کو قرآن کے مطابق احکام بتاؤں گا حتیٰ کہ ہر کتاب بول کر کہے گی کہ جو علیؑ نے فرمایا وہی ہم میں نازل ہوا اور حضرتؑ کے کلام میں کلامِ نبویؐ کا اثر کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے آیتِ مباہلہ میں دونوں کو نفسِ واحد قرار دیا ہے اور حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ میں نبیؐ سے ایسے ہوں جیسے سگا بھائی ہوتا ہے یا ہاتھ بازو سے ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ کا کلام ایسا کلام ہے جسے اذان شرمندہ نہیں کر سکتی، نہ زمان پرانا کر سکتا ہے تازہ کلام، اس جیسا کلام کرنے کی طمع کرنے والوں کو روک دیتا ہے جیسے سورج روشنی کے لحاظ سے قریب ہے اور بلندی کے لحاظ سے بہت دُور ہے۔ یا پانی کی طرح جو موجود ہو تو آزاد ہوتا ہے اور مفقود ہو تو مہنگا ہوتا ہے۔ کلام آسان اور سلسلہ دار ہے، جیسے موسلا دھار بارش کا پانی ہوتا ہے اور فہم کو قریب کرتا ہے۔ ایسا کلام ہے جو گرم جگر پر ٹھنڈے شربت کے مترادف ہے، یا کنوارا پن ختم ہونے سے جو ان کو ٹھنڈ پہنچتی ہے اس کے مشابہ ہے۔ ایسا کلام ہے جس سے کئی علمی چشمے پھوٹتے ہیں، اور مسلسل

متن کے طور پر ذکر ہوتا ہے اور اس کے حواشی لکھے جاتے ہیں۔ یہ کلام حلال جادو ہے۔ پاک وصاف اور شفاف پانی ہے جو ٹھنڈا اور موثر ہے۔ امثال اور عبرتیں ہیں تازہ نعمت، اور خوب صورت مشروب ہے جس سے برتن کی صورت صاف نظر آتی ہے۔ اس کلام میں بلاغت کی صورت کو ڈھالا گیا ہے اور ہموار بنایا گیا ہے۔

ایسا کلام ہے کہ محزون کو خوش کر دیتا ہے اور اس کے غم ہلکے کر دیتا ہے اور دو محزون کو معطل کر دیتا ہے۔ ایسا کلام ہے جو سیاہ زرد چھائیوں سے دُور اور پاک ہے جس طرح جامد نسیم سے دُور ہوتا ہے۔ اور دُر اور موتی ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسا کلام جسے نیک بیٹے کی بشارت ہو اور اس کلام سے بوڑھا عقیم مرد بھی امیدوار ہو جاتا ہے۔ ایسا کلام ہے کہ جو اولاد کی مٹھاس کو بھلا دیتا ہے اور ربیع کی تازگی کو بھلا دیتا ہے۔ یہ کلام اتنا قریب ہوتا ہے کہ ہر شخص حاصل کرنے کی طمع کرتا ہے اور اتنی قدر دُور ہے کہ ہر شخص رُک جاتا ہے۔ اتنا قریب ہے کہ قاب قوسین یا اس سے زیادہ قریب ہے۔ پھر بلند ہوا اور منزلِ اعلیٰ پر پہنچ گیا۔ کلام کا مزاج بہت نفیس اور رقیق ہے۔ اسے سننے میں بہت مٹھاس ہے۔ شکوک سے پاک، مانوس اور جلی الفاظ ہیں مگر مخفی معانی پر مشتمل یعنی کلام قریب ہوتا ہے لیکن نشانہ دُور کا ہوتا ہے۔

یہ کلام مقیم اور حاضر کے لیے بہت مانوس ہوتا ہے اور مسافر کے لیے زادِ راہ ہے ایسا کلام ہے کہ قبروں والے غور سے سنتے ہیں اور پرندے اس سے پرواز میں طاقت محسوس کرتے ہیں۔ ایسا کلام ہے جس نے بیان کا حق ادا کر دیا اور اچھائی اور احسان کی گردن جھکا دی ہے۔ اس کلام سے در و جواہرات نکلتے ہیں، اسی سے جادو کو باندھا جا سکتا ہے۔ اس کے سامنے زمانہ نہیں رُک سکتا۔ اس کے لیے سینے ہمیشہ کھلتے ہیں۔ یہ ایسا کلام ہے کہ جیسے نسیمِ سحر پھولوں پر چلتی ہے۔

اس کلام سے تمام موحدین ذکرِ ثواب و عتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ملحدین

حکم اور آداب سیکھ لیتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ کلام علیؑ کا ایسا معجزہ ہے جیسے کتابِ خدا معجزہ ہے اور یہ کلامِ نبوت اور امامت کے مشابہ ہے۔

منشورِ ذکر

جناب سید رضیؒ کی نسل اپنے بھائی کی طرح آگے نہ چل سکی مگر اسی نہج البلاغہ کو نشر کر کے سید رضی نے اپنا ذکر پوری دنیا میں نشر کر دیا۔ کیوں کہ کئی کتب ہیں جن کا نام بھی لوگوں کو معلوم نہیں اور بعض ایسی کتابیں ہیں جو کسی ایک زمانے میں مشہور ہوئیں اور بعض ایسی کتب بھی ہیں جو کسی ایک علاقے کے لوگوں میں مشہور ہوئیں۔ بعض کتابیں کسی مخصوص اہلِ زبان میں مشہور ہوئیں لیکن یہ کتابِ مقدس نہج البلاغہ ایسی مشہور ہوئی کہ ہر علاقے، ہر زبان اور ہر زمانے کی کتاب بنی اور ایسی معروف ہوئی ہے جیسے سورج نصفِ نہار کے وقت معروف ہوتا ہے۔ اسی لیے بعض شعراء نے سید رضی کے بارے میں یوں کہا ہے:

"تحقیق رضی الموسوی نے پانی چلّو بھر بھر کے اکٹھا کیا ہے اور حضرت علیؑ کی مدح کو آہستہ آہستہ اور بھاری چال چل کر جمع کیا ہے"۔

اجر کا خزانہ

جو کسی کو ہدایت دے تو اسے اس قدر ثواب ملتا ہے جہاں تک سورج چمکتا ہے۔ پس سید رضی نے نہج البلاغہ کی تالیف سے اس قدر ہدایت کی کہ سوائے خدا اور کوئی شمار نہیں کر سکتا۔

قال المعتزلی: رسالت مآب نے حضرت علیؑ کے فضائل کو یوں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے:

لو ان البحار کانت مداداً ، والاشجار اقلاماً ، والجن
والانس کتاباً لما احصوا فضائل علی بن ابی طالب

"اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور درخت قلمیں بن جائیں، جن و
انس لکھنے والے ہوں تب بھی فضائل علیؑ نہ لکھ سکیں گے"۔

بروایت عکبری جس طرح مناقب میں گنجی شافعی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسالت مآب اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ جب نبی پاکؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا:

من اراد منکم ان ینظر الی آدم فی علمه......الخ

"تم میں سے جو آدمؑ کو اپنے علم میں، نوحؑ کو اپنی حکمت میں،
ابراہیمؑ کو اپنے حلم میں دیکھنا چاہے تو حضرت علی بن ابی طالبؑ
کی طرف دیکھے"۔

گنجی کہتے ہیں کہ حضرتؑ کا جنابِ آدمؑ سے تشبیہ دینا اس لیے ہے کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے: عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورۂ بقرہ، آیہ۳۱) اور نوحؑ سے تشبیہ اس لیے دی ہے کیوں کہ وہ کفار کے سخت خلاف تھے، جس طرح ارشادِ قدرت ہے: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (سورۂ نوح، آیہ۲۶) اور ابراہیمؑ سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ وہ حلیم تھے جس طرح ارشادِ قدرت ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (سورۂ توبہ، آیہ۱۱۴) اور شاب تستری نے بہت اچھا شعر کہا ہے:

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست
که تر کند سر انگشت وصفحه بشمارد

"یا علیؑ! آپؐ کے فضائل لکھنے کے لیے سمندر کا پانی ناکافی ہے
کہ قلم کا سر تر ہو اور کاغذ پر رکھا جائے اور صفحے گنے جائیں"۔

ابی الحدید نے کتاب کے اوّل میں لکھا ہے کہ فضائلِ علیؑ عظمت، جلالت، انتشار، اشتہار کے لحاظ سے اس قدر زیادہ ہیں کہ کوئی شے مکمل نہیں لکھ سکتا۔ اور میں اس شخص کے بارے کیا لکھ سکتا ہوں جس کے فضائل کا اقرار دشمنوں نے کیا اور اس کے اعداء بھی ان کے فضائل کا انکار نہ کر سکے۔ اور نہ ان کے فضائل چھپا سکے اور جب بنی اُمیہ کے شرق و غرب میں حاکم بن گئے تو ہر بہانے سے اسی نورِ خدا کے چراغ کو بجھانے کی کوشش کی اور عیوب نکالتے رہے اور توہین و تذلیل کرتے رہے اور منبروں پر لعنت بھی کرتے رہے اور علیؑ کی تعریف کرنے والوں کو قید میں ڈال کر قتل کرتے رہے۔ راویات جدید کو روک دیا کہ ایسی حدیث بیان نہ کریں جس سے علیؑ کی فضیلت اور بلندی ظاہر ہوتی ہو۔ حتیٰ کہ قدغن لگا دی کہ کوئی شخص علیؑ کا نام لیتا نظر نہ آئے۔

لیکن ان تمام مظالم کے باوجود حضرت علیؑ بلند سے بلند تر ہونے لگے جیسے عنبر و کستوری کو جس قدر چھپایا جائے اس کی خوشبو اسی قدر پھیلتی اور زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے جس قدر چھپایا، اسی قدر ان کا ذکر روشن ہوا اور دن کی روشنی کی طرح اگر ایک آنکھ سے روک دی جائے تو دوسری آنکھ کو تو بند کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ میں اس شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ ہر فضیلت اس کی طرف پناہ لیتی ہے۔ ہر فرقہ اس پر منتہی ہوتا ہے اور ہر طائفہ کے لیے وہ جاذبہ (کشش) رکھتے ہیں۔ وہ فضائل کی مملکت کے بادشاہ اور بلاشرکت غیرے مالک ہیں۔ ہر شخص کے پاس جو کچھ ہے انھی کی بدولت ہے اور انھی پر اکتفاء کیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اشرف العلوم علمِ الٰہی ہے، کیوں کہ علم کا شرف معلوم کے شرف سے ہوتا ہے، اور اس علمِ الٰہی کا معلوم تمام معلومات سے اشرف ہے۔ پس اس لیے یہ علمِ الٰہی اشرف العلوم ہے اور حضرتؑ کے کلام سے اقتباس اور اس سے نقل اور اس پر انتہا اور اسی سے ابتدا کی جاتی ہے۔

المعتزلہ: یہ اہلِ توحید، عدل اور اہلِ فکرونظر ہیں، جنھوں نے اس علمِ فن کو حاصل کیا وہ حضرتؑ کے شاگرد ہیں، کیوں کہ معتزلیوں کا بڑا بانی واصل بن عطا ہے جو ابوہاشم کا شاگرد ہے اور ابوہاشم اپنے باپ عبداللہ کا اور عبداللہ حضرت علیؑ کا شاگرد ہے۔

اشاعرہ: ان کی انتہا علی بن الحسن بن بشر الاشعری اور وہ ابی علی جبائی کا شاگرد ہے اور ابوعلی معتزلہ کے مشائخ سے ہے۔

اما الامامیہ والزیدیہ: ان کی انتہا بھی حضرت علیؑ کی طرف ہے اور یہ معلوم ہے۔ تمام علوم کا منبع حضرت علیؑ ہیں۔ ان علوم سے مراد کئی علوم درج ذیل ہیں:

(۱) علم الفقہ: اس کی اصل واساس حضرت علیؑ نے قائم کی، لہٰذا ہر فقیہ اس علم پر قائم اور علیؑ کا شاگرد ہے اور علیؑ کی فقہ سے استفادہ کرتا ہے۔ ہاں ابوحنیفہ کے اصحاب جیسے ابویوسف اور محمد وغیرہ انھوں نے ابوحنیفہ سے حاصل کیا اور شافعی نے محمد بن الحسن سے علم فقہ پڑھا اور اس نے ابوحنیفہ سے پڑھا۔ احمد بن حنبل نے شافعی سے پڑھا، اس کی فقہی تعلیم بھی ابی حنیفہ سے ہے۔ اور ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام جعفر صادقؑ نے اپنے باپ سے اور انتہا حضرت علیؑ تک ہوتی ہے۔

ہاں مالک بن انس نے ربیعہ الرای سے پڑھا اور ربیعہ نے عکرمہ سے پڑھا اور عکرمہ عبداللہ بن عباسؓ کا شاگرد اور عبداللہ بن عباسؓ نے علی علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی۔ اگر چاہو تو فقہ شافعی کو بھی علیؑ کی طرف پلٹا دو، کیوں کہ شافعی مالک کا شاگرد ہے۔

یہ تو فقہا اربعہ کی بات تھی، اور فقہ شیعہ تو معلوم ہے کہ علیؑ سے ہے۔ اسی طرح اصحاب میں سے جو فقہا سمجھے جاتے ہیں مثلاً عمر بن خطاب اور عبداللہ بن عباسؓ اور ان دونوں نے حضرت علیؑ سے حاصل کیا۔ ابن عباسؓ کی شاگردی تو ظاہر ہے البتہ عمر، تو انھوں نے ہر مشکل مسئلہ میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا، ان کے علاوہ جن صحابہ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آیا تو انھوں نے حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا۔

اور حضرت عمر کا کئی بار یہ کہنا: لولا علی لهلك عمر یا یہ کہنا کہ میرے اللہ! مجھے اس مشکل کے لیے زندہ نہ رکھنا جب علیؑ نہ ہوں۔ یا یہ کہنا کہ اگر علیؑ موجود ہوں تو مسجد میں کوئی جواب نہ دے۔ پس معلوم ہوگیا کہ فقہ کی انتہا علیؑ تک ہے۔ اور شیعہ سُنّی رواۃ نے حضرت رسالت مآبؐ کا فرمان نقل کیا ہے کہ اقضاکم علی اور قضا وہی فقہ ہے یعنی علیؑ سب سے بڑے فقیہہ ہیں۔

اسی طرح تمام فریقوں نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کو رسالت مآبؐ نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو یہ دعا فرمائی: اللهم اهد قلبه وثبت لسانه

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: اس دعا کے بعد فریقین کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔ حضرت علیؑ وہ ہیں جنھوں نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا جس نے چھے ماہ میں بچہ پیدا کیا تھا۔ اسی طرح زانیہ حاملہ عورت کے بارے میں حکم دیا۔

(۲) علم تفسیر القرآن: یہ بھی حضرت علیؑ سے اخذ کیا گیا اور انھی کے علم کی فروعات ہیں۔ جب کتب تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی صحت معلوم ہوجاتی ہے کہ اکثر علم تفسیر انھی سے اور ابن عباس سے ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ ابن عباسؓ ہمیشہ آپؑ کے ساتھ رہے اور کسی اور سے کچھ حاصل نہ کیا بلکہ کاملتاً علیؑ کے شاگرد ہیں۔

جب ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ تمھارا علم اور حضرت علیؑ تمھارے چچازاد کا علم برابر ہے؟ تو اُس نے کہا: جیسے بارش کے ایک قطرے کو سمندر سے نسبت ہوتی ہے (وہ قطرہ بھی علیؑ کی طرف سے ہے)۔

(۳) علم النحو والعربيه: لوگوں کو علم ہے کہ حضرت علیؑ نے اس علم کو انشا اور ایجاد کیا اور ابوالاسود دئلی کو اس علم کے اصول اور جامع مسائل لکھوائے اور ان اصول میں سے ایک یہ ہے: الکلام کلمه ثلاثة اشيا...... یہ یعنی کلام تین چیزیں ہیں: اسم،

فعل اور حرف۔ آپؑ نے فرمایا: کلمہ کی دو قسمیں ہیں: معرفہ اور نکرہ۔ یا پھر فرمایا: اعراب کی کئی قسمیں ہیں: رفع، نصب، جر اور جزم۔ یہ علم اور ایجادات معجزات کے مشابہ ہیں، کیوں کہ قوتِ بشری ان قواعد کا احصا نہیں کرسکتی اور نہ اس قسم کا استنباط کرسکتی ہے۔

اگر حضرت علیؑ کے خصائص خلقیہ اور فضائل نفسانیہ اور دینیہ کو دیکھا جائے تو وہ چھلکتے اور چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چند صفات درج ذیل ملاحظہ ہوں:

شجاعت

شجاعت میں اپنے سے پہلے لوگوں کی شجاعت کو حضرت علیؑ نے بھلا کر رکھ دیا۔ اور اپنے بعد میں آنے والوں کے ناموں کو مٹا دیا اور جنگ میں ان کے اقوال اور کردار یومِ قیامت تک مثال بن گئے ہیں۔ وہ ایسے شجاع تھے جنھوں نے کبھی فرار نہیں کیا۔ بڑے سے بڑے لشکر سے کبھی نہ گھبرائے اور جو (دشمنِ خدا) میدان میں آیا اسے قتل کر دیا۔ انھوں نے کوئی ضرب ایسی نہیں لگائی جس کے بعد دوسری ضرب لگانے کی ضرورت پڑی ہو۔

حدیث میں ہے کہ حضرتؑ کی ضربیں دل ہلا دیتی تھیں۔ جب حضرتؑ نے معاویہ کو مبارزہ کے لیے طلب کیا کہ جنگ میں ہم سے ایک کے قتل ہوجانے سے لوگوں کو راحت ہو تو عمرو عاص نے کہا: اے معاویہ! علیؑ نے تو بہت انصاف کی بات کی ہے۔ معاویہ نے کہا: عمرو عاص! تو نے مجھے نصیحت کرنے میں آج تک دھوکا نہیں کیا لیکن آج دھوکا دے رہا ہے۔ کیا مجھے علیؑ کے مقابل جانے کا مشورہ دیتا ہے اور تو جانتا ہے کہ وہ شجاعِ زمانہ ہیں۔ کیا تم میرے بعد حکومتِ شام کا لالچ رکھتے ہو؟ عرب تو حضرت علیؑ کے مقابلہ میں جانے سے زیادہ جنگ کو بند کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور ان کے مقتول پر ورثا فخر کرتے ہیں کہ وہ علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اسی لیے تو عمر بن عبدود کی بہن نے مرثیہ میں کہا تھا:

لو کان قاتل عمرو غیر قاتله بکیته ابداً ما دمت فی البلد

لکن قاتله من لا نظیر له وکان یدعی ابوه بیضة البلد

"اے بھائی! اگر تیرا قاتل کوئی اور ہوتا تو ساری زندگی تجھ پر
روتی رہتی لیکن تیرا قاتل وہ ہے جس کی کوئی نظیر نہیں اور جس کا
باپ شہر کا مالک تھا"۔

ایک دن معاویہ نیند سے بیدار ہوا تو اُس نے دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر اس کے تخت کے نیچے پاؤں کی طرف بیٹھا ہے، معاویہ اُٹھ بیٹھا تو عبداللہ نے معاویہ سے مذاق کرتے ہوئے کہا: اگر میں تجھے مارنا چاہتا تو مار سکتا تھا۔ معاویہ نے کہا: ابن زبیر! تو اتنا بہادر کب بنا؟ اس نے کہا: میری شجاعت کا تو کیوں منکر ہے حالاں کہ میں علیؑ کے مقابل صف میں رہا، معاویہ نے کہا: اگر تو قتل ہوتا تو کوئی پروا نہ تھی۔ خبردار اس کے دائیں ہاتھ سے بچ ورنہ بایاں ہاتھ تو ان کا فارغ ہوتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کس کو قتل کرنا ہے۔ بہرحال تمام شجاعتوں کی انتہا حضرت علیؑ ہیں اور انھی کا نام شجاعوں میں مشرق و مغرب میں پکارا جاتا ہے۔

حضرتؑ کے ہاتھوں کی طاقت کی مثالیں مشہور ہیں۔

ابن قتیبہ نے اپنے معارف میں کہا ہے:

ما صارع أحد قط الا صرعه ، وهو الذی قلع باب خیبر ، واجتمع علیه عصبة من الناس لیقلبّوه، وهو الذی اقتلع هبل من أعلی الکعبة ، وکان عظیماً جداً، فألقاه إلی الارض وهو الذی اقتلع الصخرة العظیمة فی ایام خلافته بیده بعد عجز الجیش کلهم عنها، فأنبط الماء من تحتها

"جو بھی مقابلہ میں آیا حضرت علیؑ نے اسے پچھاڑ دیا اور حضرت علیؑ وہ ہیں جنھوں نے بابِ خیبر کو اُکھاڑ دیا اور اسی دروازے کو کثیر لوگ اُلٹا کرنا چاہتے تھے جو نہ کر سکے۔ حضرت علیؑ وہ ہیں جنھوں نے کعبہ کی بلندی سے ہُبل بت کو اُکھاڑ دیا جب کہ وہ بت بہت بڑا بت تھا۔ لیکن اسے زمین پر پھینک دیا اور حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کے دور میں ایک بہت بڑے پتھر کو زمین سے نکالا جس کو لشکر نہ نکال سکا تھا اور اس کے نیچے سے پانی کا چشمہ ظاہر کیا"۔

سخاوت و بخشش

آپ کی سخاوت ظاہر ہے۔ وہ روزہ رکھتے، بھوکے ہونے کے باوجود اپنا کھانا سخاوت کرتے اس لیے آیت آئی: وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا○ (سورۂ جن، آیہ ۷-۸)

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ وہ صرف چار درہم کے مالک ہوئے تو ایک درہم رات کو صدقہ دیا، ایک دن کو، ایک چھپ کر اور ایک ظاہری طور پر تو آیت نازل ہوئی: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (البقرہ، آیہ ۲۷۴)

شعبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور ایسے اخلاق کے مالک تھے جسے اللہ پسند کرتا ہے۔ اُنھوں نے کبھی سائل کو لَا (نہیں) نہ کہا۔ اور حضرتؑ کے دشمن معاویہ جس نے حضرتؑ کے عیب تلاش کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اس نے بھی جب محجن ثقفی سے کہا کہ میں تیرے پاس بخیل ترین شخص کی طرف سے آیا ہوں تو معاویہ نے کہا: تو ہلاک ہو جائے۔ یہ کیوں کہتا ہے تو اسے بخیل کہتا ہے

کہ جو اگر ایک سونے سے تعمیر شدہ گھر کا مالک ہو اور بھوسے سے تعمیر شدہ ایک گھر کا مالک ہو تو راہِ خدا میں سونے والے گھر کو پہلے عطا کر دے گا اور بھوسہ والے گھر کو بعد میں دے گا۔

حضرت علیؑ وہ ہیں جو بیت المال میں جھاڑو دے کر نماز پڑھتے تھے اور اُنھوں نے بیت المال میں بیٹھ کر دنیا کو خطاب کر کے کہا: اے زرد اور سفید، میرے علاوہ کسی کو دھوکا دے۔ علیؑ وہ شخص ہیں جنھوں نے کوئی وراثت نہیں چھوڑی حالاں کہ شام کے علاوہ پوری اسلامی دنیا پر ان کی حکومت تھی۔

حلم و بُردباری

نافرمانی کرنے والوں کے لیے سب سے زیادہ حلیم حضرت علیؑ ہیں اور بُرائیوں کے مقابل سب سے بڑے برداشت کرنے والے وہ تھے۔ اس بات کی تصدیق جمل کی جنگ میں ہوتی ہے۔ جب مروان بن حکم پر کامیابی حاصل کی اور سب سے بڑا دشمن بھی تھا اور بہت کینہ پرور بھی۔ لیکن اسے بھی معاف کر دیا اور عبداللہ ابن زبیر لوگوں کے سامنے سبّ و شتم کرتا رہتا تھا حتیٰ کہ بصرہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

اے لوگو! تم سے جنگ کرنے (نعوذ باللہ) بخیل، کنجوس حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ آئے ہیں اور حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہم اہلِ بیتؑ کے ساتھ تھا مگر جب عبداللہ پیدا ہوا۔ جنگِ جمل کے دن اس عبداللہ ابن زبیر پر کامیاب ہوئے، اس کو قیدی کیا لیکن اس کو معاف کر دیا اور اسے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ، میں تجھے نہیں دیکھنا چاہتا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔

جنگِ جمل کے بعد سعید بن عاص مکہ میں حضرتؑ کے زیرِ دست آیا۔ وہ حضرتؑ کا دشمن تھا لیکن حضرتؑ نے اس سے اعراض کیا اور کچھ نہ کہا۔ اور حضرت بی بی عائشہ کا سلوک حضرت علیؑ سے ظاہر ہے۔ جب اس پر کامیابی ہوئی تو اس کا احترام کیا اور

اس کو عبدالقیس کی عورتوں کے ساتھ (جن کو عمامے بندھوائے تھے) مردوں کا لباس پہنا کر واپس مدینہ بھیج دیا اور ان عورتوں کو تلواریں حمائل کر کے بھیجا اور راستے میں جو حضرت بی بی عائشہ نے حضرت علیؑ کے بارے میں کہا کہ اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں اور راستے میں توقف کیا اور کہا کہ علیؑ نے مردوں کو ساتھ بھیج کر میری اہانت کی اور جو لشکر میرے ساتھ بھیجا ہے میری توہین کی ہے۔ جب مدینہ پہنچے تو عورتوں نے عمامے اُتارے اور عائشہ سے کہا کہ تمھاری طرح عورتیں ہیں۔

اہلِ بصرہ نے جنگ کی، انھوں نے حضرتؑ پر تلواریں چلائیں اور حضرتؑ کی اولاد پر تلواریں ماریں، حضرتؑ کو سب وشتم کیا، لعنت کی لیکن جب ان پر کامیابی ہوئی تو تلوار ان سے اٹھائی اور اعلان کروایا کہ خبردار کوئی شخص بھاگنے والا کا پیچھا نہ کرے اور زخمی کو نہ مارا جائے اور ہاتھ کھڑا کر دینے والے کو نہ مارا جائے۔ جو اسلحہ پھینک دے اس کو امان ہے۔ جو ہماری طرف آجائے اس کو بھی امان ہے، ان کے اموال نہ لوٹے جائیں اور نہ ان کے بچوں اور گھر والوں کو قید کیا جائے حالاں کہ اگر وہ یہ سارے کام کرنا چاہتے تو کرا سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسے کام نہ کیے اور سب کو معاف کر دیا اور فتح مکہ کے دن کی طرح رسولِ پاکؐ کی اتباع کی۔ کیوں کہ انھوں نے معاف کر دیا لیکن ان ظالموں کے کینے ختم نہ ہوئے اور بڑے منصوبے نہ بھولے۔

جب جنگِ صفین میں معاویہ کے لشکر نے فرات پر قبضہ کر لیا اور پانی کو بند کر دیا تو شام کے رؤساء نے حضرت علیؑ سے کہا کہ ہم تمھیں پیاسا قتل کریں گے جس طرح عثمان پیاسے قتل ہوئے۔ حضرت علیؑ اور اصحابِ علیؑ نے ان سے کہا کہ پانی بند کرنا کوئی اصولِ جنگ نہیں اور پانی ہمیں بھی پینے دو لیکن شامیوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم ایک قطرہ پانی نہ دیں گے اور تمھیں پیاسا ماریں گے جس طرح ابن عفان قتل ہوا ہے۔ جب حضرت علیؑ نے دیکھا کہ اب موت کے سوا کوئی چارہ نہیں تو اپنے لشکر کے ساتھ

آگے بڑھے اور معاویہ کے لشکر پر کثیر اور تابڑ توڑ حملے کیے حتیٰ کہ شامیوں کو اپنے مراکز سے پیچھے دھکیل دیا اور کثیر قتل و غارت ہوئی۔ سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر گرتے رہے اور پانی پر قبضہ کرلیا۔ اب معاویہ کا لشکر ایسے صحرا میں پھنس گیا کہ ذرّہ بھر پانی نہ تھا۔ پس حضرتؑ کو اپنے اصحاب نے کہا کہ اب ان کا پانی بند کردیں جس طرح انھوں نے آپ کا پانی بند کیا اور ایک قطرہ نہ دیں اور ان کو پیاسا قتل کردیں اور ان سے اموال لوٹ لیں تو پھر جنگ کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! میں ایسا نہ کروں گا جس طرح انھوں نے کیا، فرات سے پانی لینے کے لیے ان کو راستہ دو اور تلوار سے فتح ہوگی۔ یہ حضرتؑ کا حلم اور بُردباری کا حال تھا لہٰذا اپنے اندر یہ حالت پیدا کرنی چاہیے۔

الجہاد

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہر دوست و دشمن کو معلوم ہے کہ وہ مجاہدین کے سردار ہیں اور کسی نے جہاد نہیں کیا مگر حضرت علیؑ نے خدا کی راہ میں جہاد کیا جیسا کہ معلوم ہے کہ سب سے سخت ترین اور شدید ترین اور مشکل ترین غزوہ غزوۂ بدر تھا کہ جس میں مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور آدھے حضرتؑ نے قتل کیے اور دیگر صحابہ اور ملائکہ نے آدھے قتل کیے۔

اگر محمد بن عمر الواقدی کی کتاب المغازی اور بلاذری کی تاریخ اشراف وغیرہ کو ملاحظہ کریں تو اس جنگ میں شدت اور علیؑ کے جہاد کی صحت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔ اس جنگ کے علاوہ جنگِ اُحد، خندق اور دیگر جنگوں کے جہاد اپنی جگہ پر ہیں۔ اس موضوع پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ واضح اور ہر ایک کو معلوم ہے جیسے ہر شخص کو علم ہے کہ مکہ اور مدینہ ہیں۔

اخلاقِ حسنہ

چہرے کی بشاشت اور خوش اخلاقی ایسی تھی کہ ضرب المثل بن گئی تھی اور دشمن اسی اخلاقِ حسنہ کو عیب کے طور پر کہنے لگا مثلاً عمرو عاص نے اہلِ شام سے کہا کہ علیؑ ہنسی مذاق کرنے والا شخص ہے۔ حضرت علیؑ نے اس کے بارے میں فرمایا: مجھے ابن نابغہ پر تعجب ہے کہ مجھے ہنسی مذاق کرنے والا خیال کرتا ہے حالاں کہ میں وہ شخص ہوں جو شدید لڑائی کرنے والا اور مسلسل محنت کرنے والا ہوں۔ عمرو عاص نے یہ بات عمر بن خطاب سے کی جب اس نے کہا: یا علیؑ! اگر آپ بہت خوش اخلاق نہ ہوتے تو آپ کو خلیفہ بنا دیتے۔

جناب صعصعہ بن صوحان اور دوسروں نے روایت کی۔ حضرت علیؑ ہم میں سے ایک شخص تھے جو انتہائی خضوع و خشوع کرنے والے، رحم دل اور نرمی سے رہنمائی کرنے والے تھے۔ ایک مرتبہ معاویہ نے قیس بن سعد سے کہا کہ خدا رحم کرے ابوالحسنؑ پر وہ ہشاش بشاش شخص تھے، کھلے چہرے سے ملتے تھے تو قیس نے معاویہ سے کہا کہ رسولؐ پاک مزاح کرتے تھے اور اصحاب سے مسکرا کر بات کرتے تھے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مزاح سے خوش ہوتا ہے اور حضرت علیؑ کے لیے مزاح اور خوش اخلاقی کو عیب شمار کرتا ہے۔

خدا کی قسم! ایسے کھلے چہرے والے اور ہنسی مذاق کرنے والے اور خوش اخلاقی کے باوجود ہیبت، تقویٰ رکھتے تھے۔ وہ ایسے نہیں جیسے اہلِ شام ان کو مسخرہ سمجھتے ہیں اور یہی خُلق علیؑ کی وراثت میں منتقل ہوتے ہوتے ان کے محبوں اور اولیا میں موجود ہیں۔ ظلم، سختی اور تند روی ان کے مخالفین کی نسلوں میں باقی ہے اور جس کو لوگوں کے اخلاق کی ذرا بھر معرفت ہو وہ ان سب چیزوں کو سمو سکتا ہے کہ اخلاق کس طرف ہے اور بداخلاقی کس طرف ہے۔

زُہد

وہ سید الزہاد تھے، ابدالوں کے ابدال تھے، انھی کی طرف رختِ سفر باندھا جاتا ہے اور انھی کے پاس آ کر پالانوں کے نیچے والے کپڑے، ٹاٹ کو جھاڑا جاتا ہے۔ انھوں نے کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا اور تمام لوگوں سے سخت کھانا کھاتے اور لباس پہنتے۔ عبداللہ بن ابی رافع کہتا ہے کہ میں عید کے دن اُن کے پاس گیا تو انھوں نے ایک بند تھیلی آگے کی۔ میں نے دیکھا کہ اس میں جَو کی خشک روٹی کے ٹکڑے تھے، وہ ان کو کھانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ اس تھیلی کو بند کیوں کیا ہوا ہے؟

اُنھوں نے فرمایا: اپنے بچوں کی وجہ سے کہ کہیں اس میں زیتون یا روغن ڈال کر نرم نہ کر دیں۔ ان کے کپڑوں کو کبھی چمڑے کے پیوند لگے ہوتے اور کبھی کھجور کی چھال سے پیوند لگے ہوتے تھے اور ان کی جوتی بھی کھجور کی چھال سے بنی ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے، جب بھی حضرتؑ کی قمیص لمبی ہوتی تو تلوار سے کاٹ دیتے اور خط نہ کھینچتے تھے۔ اکثر وہ سرکہ یا نمک سے (روٹی) کھاتے۔ اگر زیادہ کیا تو نبات سے کھا لیا اور اس سے زیادہ کیا تو اُونٹ کے دودھ سے کھانا کھا لیا۔ اور وہ گوشت بہت کم کھاتے اور فرماتے تھے کہ اپنے پیٹوں کو حیوانوں کی قبریں نہ بناؤ، لیکن اس کے باوجود تمام لوگوں سے قوی تر اور طاقت ور تھے اور بھوک ان کی قوت و طاقت کو توڑ نہ سکتی تھی۔ حضرتؑ کے پاس تمام بلادِ اسلام سوائے شام کے اموال آتے تھے تو وہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

عبادت

حضرتؑ سب سے بڑے عابد تھے، سب سے زیادہ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے تھے اور انھی سے لوگوں نے نمازِ شب پڑھنا سیکھی اور ہمیشہ ورود کرنا اور نوافل ادا کرنا بھی اُنھی کا وتیرہ تھا۔ تمھارا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جس نے لیلۃ الہریر

میں دونوں لشکروں کے درمیان چمڑے کے فرش پر بیٹھ کر اپنے ورود وظائف نہ چھوڑے حالاں کہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں جانب سے آ رہے تھے۔ وہ ان تیروں سے خوف زدہ نہ ہوئے اور جب تک اپنے وظائف مکمل نہ کر لیتے اپنے مصلّے سے نہ اُٹھتے تھے۔

کیا کہا جائے اس شخص کے بارے میں جس کی پیشانی کثرتِ سجود کی وجہ سے اُونٹ کے سینے کی طرح ہوگئی تھی۔ اگر حضرتؑ کی دعاؤں اور مناجات کی طرف توجہ کی جائے تو تعظیمِ خدا اور جلالِ خداوندی نظر آتا ہے اور ہیبتِ خدا سے خضوع نظر آتا ہے۔ نیز عترتِ خدا کے سامنے خشوع نظر آتا ہے۔ آپؑ کی مناجات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر اخلاص پر مشتمل ہیں اور کیسے محض دل سے نکلی ہیں اور کس زبان پر جاری ہوئی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت امام سجاد علیہ السلام جو بہت عبادت کرتے تھے، سے کہا گیا کہ آپؑ کی عبادت اور آپ کے جدّ علیؑ کی عبادت میں کیا فرق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میری عبادت اپنے جد کی عبادت کے سامنے ایسے ہے جیسے میرے جد علیؑ کی عبادت رسالت مآبؐ کی عبادت کے سامنے تھی۔

تلاوتِ قرآن سے محبت

اس بارے میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ رسولِ پاک کے زمانے میں صرف علیؑ ہی کو قرآن حفظ تھا اور سب سے پہلے انھوں نے ہی قرآن کو جمع کیا۔ کوئی اور حافظ رسولِ پاک کے زمانے میں نہ تھا۔ اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ابوبکر کی بیعت حضرت علیؑ نے نہ کی تھی۔ البتہ اہلِ حدیث وہ نہیں کہتے جو شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے بیعت کرنے سے انکار کیا بلکہ اہلِ حدیث کہتے ہیں کہ علیؑ قرآن جمع کرنے میں مشغول تھے اس لیے بیعت میں تاخیر کی۔

پس یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرتؑ نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا کیوں کہ اگر کوئی مجموعہ رسولِ پاک کے زمانے میں ہوتا تو علیؑ کو رسالت مآبؐ کی وفات

کے بعد جمع کرنے کی احتیاج نہ تھی۔ اگر قراء کی کتب ملاحظہ کریں تو تمام ائمہ قراء نے حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا ہے جیسے ابی عمرو بن العلا اور عاصم بن ابی النجو د وغیرہ کیوں کہ یہ عبدالرحمٰن اسلمی کی طرف رجوع کرتے تھے اور عبدالرحمٰن حضرت علیؑ کا قرأت میں شاگرد تھا۔ پس فنِ قرأت بھی حضرت علیؑ کی طرف منتہی ہوتا ہے۔

تدبیر ورائے

حضرتؑ تمام لوگوں سے زیادہ صاحبِ رائے اور سب سے زیادہ صحیح تدبیر کرنے والے تھے۔ وہ علیؑ جنھوں نے عمر کی طرف اشارہ کیا جب وہ بذاتِ خود روم کی جنگ کی طرف جانا چاہتے تھے اور وہ علیؑ جنھوں نے عثمان کو ان امور کا اشارہ دیا جن میں ان کی بہتری تھی اور اگر وہ ان امور کو انجام دیتے تو کبھی ان پر وہ نوبت نہ آتی جو ان پر آئی۔ حضرتؑ کے دشمنوں تک نے کہا کہ اس کی کوئی رائے نہیں کیوں کہ وہ شریعت کا پابند ہے اور کبھی شریعت کے خلاف نہ کرے گا اور وہ کام کبھی نہ کرے گا جسے دین نے حرام قرار دیا ہے۔ اور خود حضرتؑ نے ایک مرتبہ فرمایا:

لولا الدین والتقی لکنت أدھی العرب

''اگر دین وتقویٰ نہ ہوتا تو میں عرب کا سب سے بڑا مدبر اور سیاست مدار ہوتا''۔

اور ان کے علاوہ باقی خلفاء اس وقت کی نزاکت کو دیکھ کر عمل کرتے تھے خواہ شریعت کے مطابق ہو یا مخالف ہو۔

اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص اپنے اجتہاد پر عمل کرے گا اور اُن ضوابط اور قیود کا خیال نہ رکھے جو اصلاح کو ناممکن بناتے ہیں تو اس کے دنیاوی احوال انتظام کے زیادہ قریب ہوتے ہیں جب کہ جو شخص اس کے خلاف ہو تو اس کے دنیاوی احوال انتشار کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

سیاست

حضرتؑ سخت سوچ بچار کرنے والے تھے، ذاتِ خدا کے بارے بہت سخت تھے اور حضرت رسالت مآبؐ جو کام ان کے ذمے لگاتے تو وہ نگرانی کرتے تھے۔ اپنے بھائی عقیلؑ کے کلام پر نگران نہ تھے وہ جو کہے کہتا رہے۔ کچھ لوگوں کو حدِ خدا جاری کرتے ہوئے جلا دیا اور مصقلہ بن ھبیرہ کے گھر کو گرا دیا۔ کچھ لوگوں کے چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹے اور کچھ کو پھانسی دے دی۔

آپؑ کی سیاست میں آپؑ کی ظاہری خلافت کے ایام میں تین جنگیں: جمل، صفین، نہروان ہوئیں اور آپؑ نے کم از کم جنگ پر قناعت کی۔

پس اگر وہ دنیا کی سیاست کرتے تو ان کی بہادری، سخت حملے اور انتقام دس تک نہ پہنچے، جو ان جنگوں میں اپنے ہاتھوں اور مددگار نے کیے۔ پس یہ بشر کے خواص اور فضائل ہیں اور ہم نے وضاحت کی ہے کہ حضرت علیؑ ان خصائص اور فضائل کے امام تھے۔ ان کے ہر فعل کی اتباع واجب ہے اور ایسے سردار ہیں کہ جن کا اثر کافی ہے۔

اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے کہ مخالفت اور تکذیب کرنے کے باوجود حضرتؑ کی تصویر ان کی عبادت گاہوں میں لگی ہوئی ہے۔ جس میں تلوار ان کی حمائل اور جنگ کے لیے تیار نظر آتے ہیں اور فرنگی بادشاہوں اور رومیوں نے یہ تصویریں لگانے کا حکم دے رکھا ہے اور ترک و دیلم کے بادشاہوں نے آپ کی تصویر اپنی تلواروں پر بنوائی ہیں مثلاً عضدالدولہ بن ابویہ اور اس کے باپ رکن الدین نے اپنی تلواروں پر حضرتؑ کی تصویر بنوائی تھی۔ اسی طرح الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملکشاں نے حضرتؑ کی تصویریں اپنی تلواروں پر بنوائی ہوئی تھیں کیوں کہ اس تصویر کی برکت سے وہ نصرت اور کامیابی کی فال لیتے تھے۔

اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے کہ جسے ہر شخص دوست رکھتا ہے اور اپنے

آپ کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے حتیٰ کہ ایک لڑکی کے بارے میں کہا گیا کہ اپنے لیے وہ اچھا نہ سمجھو جو دوسروں کے لیے بُرا سمجھتے ہو، کیوں کہ اس کے ارباب اپنے آپ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

ان لوگوں نے حضرتؑ کے بارے میں کتب تحریر کیں اور ان کے لیے یہ کتب ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں اور کتب میں حضرتؑ کو جوانوں کا سردار کہا گیا ہے اور ان لوگوں نے اپنے مذہب کی تقویت اس مشہور شعر سے لی ہے جو روایت ہے۔ جنگِ اُحد کے دنوں جبرئیلؑ نے ندا دی: لا سیف الا ذوالفقار ولافتیٰ الا علی۔

کیا کہنا اس شخص کا جس کا باپ ابوطالبؑ سید البطحاء و شیخ قریش اور رئیس مکہ ہے۔ قریش نے کہا: بہت کم واقع ہوا ہے کہ کوئی فقیر سردار بن جائے جب کہ ابوطالبؑ سردار بھی تھے اور فقیر بھی تھے، جن کا کوئی مال و جائیداد نہ تھی اور قریش ان کو شیخ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حدیث عفیف کندی میں آیا ہے کہ جب دعوتِ نبوت کے ابتدائی دور میں اس نے رسولؐ پاک کو نماز پڑھتے دیکھا جب کہ ایک غلام اور ایک عورت بھی ان کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی۔ اُس نے کہا: اے عباسؑ! یہ کیا کر رہے ہیں؟ عباسؑ نے کہا کہ یہ میرے بھتیجے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ لوگوں کی طرف اللہ کے رسولؐ بن کر آئے ہیں؟ اور ان کی بات پر سوائے میرے اس بھتیجے (فرزند ابوطالبؑ) کے کوئی ایمان نہیں لایا اور یہ عورت ان کی بیوی ہے۔ میں نے کہا: پھر تم کیا کہتے اور کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوطالبؑ کیا کرتے ہیں کیوں کہ بچپن ہی سے انھوں نے محمدؐ کی کفالت کی ذمہ داری لی تھی اور اب جوان ہوگیا ہے اور مشرکینِ مکہ نے تو انھیں روکا ہے اور ابوطالبؑ اس بھتیجے کی وجہ سے بہت بڑی دشواری میں پھنس گئے ہیں لیکن اس شدید امتحان کا اُنھوں نے مقابلہ کیا ہے اور اپنے بھتیجے کی نصرت پر ڈٹے ہوئے ہیں

اوران کے اوامر پر قائم ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب ابوطالبؑ کی وفات ہوئی تو حضرت رسالت مآبؐ کی طرف وحی ہوئی کہ اب مکہ سے چلے جائیں کیوں کہ آپؐ کے ناصر اور حامی فوت ہوگئے ہیں۔ حضرت علیؑ کے لیے اس عظیم باپ ابوطالبؑ جیسے شرف کے ساتھ ساتھ ان کی یہ فضیلت بھی تھی۔ ان کا چچازاد سیدالانبیاؐ ہے اور ان کے بھائی جعفرطیارؓ (دو پَروں والے) ہیں۔ جن کے بارے میں نبی پاکؐ نے فرمایا: ''تم مجھ سے خلق اور خُلق میں مشابہ ہو''۔

حضرت علیؑ کی زوجہ سیدہ نساء العالمین ہیں اور ان کے بیٹے سید شباب اھلِ الجنۃ ہیں۔ حضرت علیؑ کے آباء وہی ہیں جو رسالت مآبؐ کے آباؤ اجداد ہیں اور والدات ہیں جو رسولِ پاک کی والدات ہیں۔ وہ سخت جان اور طاقت ور خون والے تھے، ان کو آدمؑ کی خلقت سے (جناب عبدالمطلبؑ) دو ایسے بھائیوں کے درمیان رکھا جن کی ماں ایک تھی اور لوگوں کے سردار پہلے عبداللہ تھے، پھر ابوطالبؑ بنے۔

اس شخص کا کیا کہنا کہ جس نے لوگوں کو ہدایت کی طرف ہانکا، سب سے پہلے اللہ پر ایمان لائے، اس کی عبادت کی، جب کہ ان سے پہلے پتھروں کی پوجا کی جاتی تھی۔

خود حضرتؑ نے فرمایا: میں صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم ہوں اور سب سے پہلے میں نے اسلام کا اعلان کیا اور لوگوں کے نماز پڑھنے سے پہلے میں نے نماز پڑھی۔

ابی ہلال عسکری کی کتاب ضاعہ میں ہے کہ حضرت علیؑ کے بارے میں صعصعہ سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: آپؑ وہ تھے کہ ان کے بارے میں مزید کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اور صفتِ حسنہ کم نہ تھی۔ ان میں علم، حلم، سلامتی، نزدیکی، قرابت، قدیمی ہجرت، احکام کی بصیرت جمع تھی اور اُنھوں نے بہت تکلیفیں اُٹھا کر صبر کیا۔

اسی کتاب میں ہے کہ جب حضرتؑ کا کلام ذاتِ دنیا کو آلام سے مخلوط کرنے کی حکمت پر پہنچا تو جاحظ نے کہا: پس وہ کلام کا جامع ہے جو لوگوں کے سامنے موجود ہے اور ان کے کلام کے محاورے بولے جاتے ہیں، اور یہ بات ابوعلی جبائی نے سنی تو کہا کہ جاحظ نے سچ کہا کہ جس میں زیادہ اور نہ کم کا احتمال ہے۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: حضرتؑ کے اس خط کے بارے میں جو محمد بن ابی بکر کی شہادت پر ابن عباسؓ کو لکھا ہے کہ ہم (محمد بن ابی بکر) کو عنداللہ اپنا مخلص بیٹا سمجھتے تھے۔ پُرخلوص عامل، قاطع تلوار اور دفاع کرنے والا سمجھتے تھے۔ لکھا ہے کہ یہاں فصاحت کو دیکھیں کہ کیسے یہ شخص اس عبارت کی قیادت کرتے ہیں اور اس کی لگام کے مالک بنے ہیں اور ان الفاظ پر تعجب ہے جو بعض کے ساتھ تلاوت کیے جاتے ہیں، کیسے الفاظ آتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے اور الفاظ بغیر کسی مشقت اور محنت کے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

پھر اس فعل میں صفات اور موصوفات کی طرف دیکھو کس طرح آپؑ نے ارشاد فرمایا: ولداً ناصحًا عاملًا کادحًا وسیفًا قاطعًا ورکنًا دافعًا۔ اور اگر حضرتؑ فرماتے کہ ولدًا کادحًا، عاملًا ناصحًا تو یہ درست نہ تھا اور نہ مناسب ہوتا۔

پس پاک ہے وہ ذات جس نے اس شخصیت کو یہ بلند و عظیم مقام عطا فرمایا ہے اور ان کو نفیس .... اور خصائص شریفہ عطا فرمائے کہ ایک نوجوان اَبنائے عرب میں سے مکہ میں آئے اور یہاں ہی پرورش پائے اور حکماء کے ساتھ بھی مخلوط نہ ہوا ہو اور مکہ سے نکلے تو حکمت کو سب سے زیادہ جاننے والا اور افلاطون اور ارسطو سے زیادہ علومِ الٰہی کے دقائق کو سمجھنے والا جب کہ اس وقت کوئی اور حکیم نہ تھا۔ اور قریش میں تو حکمت نام کی چیز ہی نہ تھی۔ اور وہ جوان سقراط سے زیادہ عارف نکلے، حالاں کہ بہادروں میں اس نے تربیت نہیں پائی، کیوں کہ اہلِ مکہ تو تاجر تھے، جنگجو نہ تھے اور اس

معاشرے سے ایک ایسا بہادر نکلا جو تمام روئے زمین میں بہادروں کا بہادر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ خلف الاحمر سے پوچھا گیا کہ بسطام شجاع ہے یا علیؑ ابن ابی طالب؟ اس نے کہا: بسطام کا مقابلہ بشر اور عام لوگوں سے کیا جاتا ہے جب کہ علیؑ اس طبقے سے بہت بلند ہیں۔ اسے کہا گیا: جو بھی ہے تم بتاؤ کہ شجاع کون ہے؟ اس نے کہا: اگر بہادر بسطام کو حضرت علیؑ صرف ایک دفعہ للکاریں تو علیؑ کے حملے سے پہلے وہ علیؑ کی للکار سن کر مر جائے گا۔

حضرت علیؑ سحبان اور قس سے بہت زیادہ فصیح تھے، کیوں کہ اس وقت قریش میں ان دونوں سے بڑا فصیح کوئی نہ تھا۔ حضرتؑ دنیا کے سب سے بڑے زاہد اور سب سے زیادہ معاف کر دینے والے تھے حالاں کہ قریش کا مکمل معاشرہ حریص اور راغبِ دُنیا تھا۔ پس کوئی تعجب نہیں ایسے شخص کا دنیا کے سامنے آنا جس کے مربی اور معلّم رسالت مآبؐ ہوں اور پھر الٰہی عنایت نے اور بلند کر دیا۔ اور حضرت علیؑ منفرد اس غایت اور انتہا تک پہنچے یعنی فضیلتِ نطق کی انتہا پر، اور اپنے تمام گذشتہ بزرگان سے آگے نکل گئے اور بزرگان سے قلیل و نادر اور شاذ ہی حاصل کیا۔

قال ابن ابی الحدید: صفتِ ملائکہ کے بارے میں حضرت علیؑ کے قول کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک مثال ہے کہ جب اللہ کی نہر آ جائے تو بند نہریں ختم ہو جاتی ہیں۔ پس جب حضرت علیؑ کا کلام زبانی آ جائے تو عربوں کی فصاحت باطل ہو جاتی ہے۔ عربوں کے فصیح کلام کی نسبت حضرت علیؑ کے کلام سے ایسی ہے جیسے مٹی کو سونے سے نسبت دی جائے اور اگر ہم فرض کریں کہ عرب ایسے فصیح الفاظ مولا علیؑ کے الفاظ کے قریب یا ان کے مناسب استعمال کرنے پر قادر ہوں تو پھر ان الفاظ کا مادہ کہاں سے لائیں گے؟

پھر جاہلیّت کے دور میں کون جانتا تھا بلکہ نبیؐ کے معاصر صحابہ بھی ان گھرے

معانی کو کہاں سمجھتے تھے جن کے معانی کی تعبیر الفاظ سے کریں۔ جاہلیّت کے دور میں تو عربوں کی فصاحت صرف اُونٹ کی تعریف، یا گھوڑے یا وحشی گدھے یا لومڑی، پہاڑ یا وادی وغیرہ کی تعریف کے اردگرد گھومتی تھی۔ اور صحابہ جس قدر بھی فصاحت رکھتے ہوں تو ان کی فصاحت کی انتہا ایک سطر یا دو سطریں یا تین سطریں ہوں گی اور وہ بھی صرف وعظ ونصیحت کے بارے میں ہوگی مثلاً ذکرِ موت، دنیا کی مذمت یا جنگ کے متعلّق ہوگی ترغیب وترہیب۔ لیکن ملائکہ اور ان کی صفات کے بارے میں ان کی عبادت، تسبیح، ان کی معرفتِ خالق، خدا سے ان کی محبت، اللہ کی طرف ان کا کھچاؤ تو اس بارے میں خطبہ دینا اور فصیح و بلیغ کلام کرنا صرف علیؑ کا کام ہے کیوں کہ اوّل تو صحابہ کو ان چیزوں کی معرفت ہی نہ ہوگی اور اگر معرفت فی الجملہ ہو تو تفصیلی معلومات نہیں ہوں گی۔ اور اگر معلومات ہوں تو وہ ایک جملہ بنایا جائے گا اور وہ بھی فصاحت پر مرتبہ نہ ہوگا جو قرآن میں ذکرِ ملائکہ کے بارے میں سنا ہے۔

اور جن اشخاص کے پاس ان الفاظ کا مادہ تھا جیسے عبداللہ بن سلام، امیہ بن ابی الصلت وغیرہ تو ان کے پاس یہ عبارت نہیں اور اس فصاحت کے ساتھ عبارت بنانے پر قادر نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ امورِ دقیقہ صرف علی علیہ السلام کو حاصل ہیں۔

اسی طرح حضرت علیؑ کے کلام احتضار کے وقت سے ناطقہ کا ساقط ہونا، پھر سامعہ کا اور پھر باصرہ کا ساقط ہونا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ایک مثل ہے کہ ہر درخت میں آگ ہے لیکن مرخ اور عفار کو خاص بلندی حاصل ہے (یہ دونوں درخت ہیں جن سے آگ نکلتی ہے)۔ پس حضرتؑ کے موعظانہ خطبات بہت ہیں لیکن یہ حدیث تمام احادیث کو کھا جاتی ہے، کیوں کہ حضرت امیرالمومنینؑ کا خطبہ ہر فصیح کلام سوائے کلامِ خدا اور رسولؐ کے مقابل ایسے ہے جیسے آسمانوں کے چمکتے ستاروں کو زمین کے پتھروں سے نسبت دی جائے۔ پھر دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ اس خطبہ کی کیا ہیبت، جلالت، روانی ہے

کہ جس میں خوف وہراس کی بات ہے اور خضوع وخشوع کی بات ہے کہ اگر کسی زندیق، ملحد (جس کا عقیدہ ہو کہ نہ بعث ہوگی نہ نشور، یعنی دوبارہ زندہ نہ ہوں گے) کو سنایا جائے تو اسے ہدایت ملے گی، اس کے دل میں خوف آئے گا اور اپنے نفس کو ملامت کرے گا اور اس کا اعتقاد متزلزل ہو جائے گا۔

اللہ جزائے خیر دے اس خطبہ دینے والے کو اس سے زیادہ کہ جو اپنے ولی کو دیتا ہے کیوں کہ حضرت علیؑ کی اسلام کے لیے نصرت اس قدر وافر اور ہر لحاظ سے رہی کہ کبھی اسلام کی مدد ہاتھ اور تلوار سے کی، اور کبھی زبان اور بیان سے کی اور کبھی دل وفکر سے کی۔

پس اگر جہاد و جنگ کا نام لیا جائے تو سید المجاہدین ہیں۔ اگر وعظ ونصیحت کی بات کی جائے تو سید الواعظین ہیں۔ اگر فقہ وتفسیر کی بات کی جائے تو سید المفسرین ہیں۔ اگر عدل وتوحید کا تذکرہ کیا جائے تو علیؑ امام العادلین والموحدین ہیں اور تمام علما اور لوگوں کا اتفاق ہے کہ کسی صحابی اور کسی عالم نے سلونی کا دعویٰ نہیں کیا سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے۔ اور اس کا ذکر ''استیعاب'' میں ہوا ہے۔

اور حضرتؑ کے اس قول ''میں زمینی راستوں سے آسمانی راستے بہتر جانتا ہوں'' سے مراد وہ علم ہے جو مستقبل اُمور سے مختص ہے خصوصاً آیندہ کی حکومت اور مشکلات کے لحاظ سے، اور یہ قول سچا ثابت ہوا جو متواتر حضرت علیؑ سے غیب کے اُمور پر مستقل اخبار وارد ہوئی ہیں۔ ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ بلکہ اس قدر یہ احادیث آئی ہیں کہ شک وریب ہی ختم ہوگا۔ یہ احادیث علم میں ہوتے ہوئے آئی ہیں نہ کہ اتفاقاً۔



بغدادی واعظ کا واقعہ

سَلُوْنِی جو مولا علیؑ کا دعویٰ تھا، اسی ضمن میں میرے ایک مؤثق اہلِ علم دوست نے واقعہ سنایا، اگرچہ اس میں بعض عوامی باتیں ہیں مگر پھر بھی اس میں نکاتِ لطف و ادب ہیں۔ اس نے کہا: بغداد میں ناصرالدین احمد بن المستضی باللہ کے زمانے میں ایک مشہور واعظ، جو حدیث اور رجال کی معرفت رکھتا تھا، اس کی تقریر سننے کے لیے بغداد کے عام لوگوں اور فضلا کی ایک کثیر تعداد آتی تھی۔ وہ واعظ اہلِ کلام خصوصاً معتزلہ اور اہلِ نظر کی مذمت کرنے والا تھا۔ علومِ عقلیہ والوں کا دشمن تھا اور وہ اہلِ سنت کی رضا حاصل کرنے کے لیے شیعت سے منحرف تھا۔ پس چند شیعوں نے اتفاق کیا کہ اس کی تقریر میں جائیں اور منبر پر اس سے سوال کریں اور اسے لوگوں کے سامنے شرمندہ اور رُسوا کریں۔

واعظین کی یہی عادت تھی کہ بعض لوگ سوال پوچھتے تو وہ ان کا جواب دیتے تھے۔ انھوں نے مشورہ کیا کہ کس کو سوال کرنے پر مامور کیا جائے تو ایک شخص کی طرف اشارہ کیا گیا جس کا نام احمد بن عبدالعزیز کزی تھا۔ وہ سوال کرنے کا ماہر تھا اور کلامِ معتزلہ سے کچھ معلومات رکھتا تھا، پھر شیعہ ہو گیا تھا۔ اس کے پاس ایک لمبا جُبہ تھا، میں نے اس شخص کو عمر کے آخری حصّے میں دیکھا اور اس وقت وہ بہت ضعیف تھا۔ اور لوگ اس سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے۔ پس اس کے پاس حاضر ہوتے اور اس سے تعبیر پوچھتے اور وہ ان کو جواب دیتا رہا۔ واعظ نے حسبِ عادت تقریر کی، مختلف طبقات جمع تھے۔ اس نے اس دن لمبی تقریر کی۔ جب اس نے دورانِ تقریر صفاتِ خدا کا تذکرہ کیا تو ایک شخص احمد بن عبدالعزیز کزی اُٹھا اور اس سے عقلی سوال پوچھے جو معتزلہ کے کلام

کے مسائل تھے۔ ان سوالوں کا فوری جواب واعظ کے پاس نہ تھا اور اس نے خطابت اور جھگڑالو باتیں کر کے اور الفاظ کو رد و بدل کر کے دفاع کیا، لیکن واعظ اور کرزی کے درمیان گفتگو طویل ہوگئی تو واعظ نے آخر میں یہ کہا:

اعين المعتزله حول واصواتي في مسامعهم طبول،
كلامي في افئدتهم نصول يامن بالاعتزل يصول
ويحك كم تحوم وتجول حول من لا تدركه العقول
كم اقول كم اقول خلو هذا الفضول

''معتزلہ اندھے ہیں اور میری آواز ان کے کانوں میں طبل بجا رہی ہے۔ میرا کلام ان کے دلوں پر نیزے برسا رہا ہے۔ اے وہ شخص جو اعتزال سے حملہ آور ہے، تم کتنے حملے کرو گے، اس ذات پر جسے عقول ادراک نہیں کر سکتیں۔ میں کتنا کہوں اور کیا کہوں اس فضول بحث کو چھوڑ دو''۔

مجلس میں شور برپا ہوا اور لوگوں نے آوازیں بلند کیں، اور واعظ اپنی باتیں کرتا رہا اور اس موضوع سے دوسرے موضوع میں چلا گیا اور صوفیوں کی طرح جھومتے ہوئے کہا: سَلُوْنِي سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِي اور بار بار تکرار کیا تو پھر کرزی اُٹھا اور کہا: اے واعظ! ہم نے سنا ہے کہ یہ دعویٰ صرف حضرت علی علیہ السلام نے کیا تھا اور کرزی کی مراد یہ تھی کہ حضرت علیؑ کے علاوہ جو شخص بھی یہ دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

واعظ نے اپنی مستی میں جھومتے ہوئے کہا اور ارادہ کیا کہ رجال حدیث اور رواۃ کی معرفت اپنے فضل کا اظہار کرے، لہٰذا کہا: علی ابن ابی طالبؑ کون ہے؟ کیا وہ علیؑ بن ابی طالبؑ بن المبارک النیشاپوری ہیں یا علی بن ابی طالبؑ بن اسحاق فیروزی یا علی بن ابی طالبؑ بن عثمان القیروانی ہیں یا علی بن ابی طالبؑ بن سلیمان الرازی ہیں

اور اس نے اصحاب حدیث سے سات یا آٹھ نام لیے۔ یہ تمام علی بن ابی طالبؑ تھے۔

تو کزی کھڑا ہو گیا۔ پھر دائیں طرف سے ایک شخص اُٹھا اور ایک بائیں طرف سے اُٹھا اور انھوں نے فریاد کرنا شروع کر دی اور جواں مردی دکھانے لگے اور مرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پس کزی نے کہا: اے دین کے چور، یہ فرمان اُس علی بن ابی طالبؑ کا ہے جو جنابِ زہراءؑ کے شوہر ہیں۔ اگر تو اس کے بعد ان کو پہچان لے تو وہ شخص جس کو رسولؐ نے اپنا بھائی بنایا اور فرمایا: وہ میری طرح ہیں۔ کیا تمھارے علم میں ان کے بارے میں کوئی شے ہے یا تمھاری دھوکا بازیوں کے نیچے اس بارے کوئی شے نہیں۔

واعظ نے بولنا چاہا لیکن دائیں طرف والے نے کہا: اے ظالم! محمد بن عبداللہ کثیر نام کے بہت سے لوگ ہیں لیکن وہ صرف ایک جس کو اللہ نے فرمایا: مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى (سورۂ نجم) اسی طرح علی بن ابی طالبؑ نام کے لوگ بہت ہیں لیکن جس کے بارے میں نبی پاکؐ نے فرمایا: انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لانبی بعدی وہ ایک ہے۔

واعظ اسے جواب دینے لگا تو بائیں جانب والا بولا: اے ظالم! تیرا حق ہے کہ تو جاہل ہو اور تو معذور ہے کہ تو علیؑ کو نہیں جانتا۔ پس مجلس میں شور برپا ہو گیا اور مجلس ایسی موج زن ہوئی جیسے دریا موج زن ہوتا ہے۔ لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ سُنّی ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے، سر بلند ہونے لگے اور لوگ دست و گریبان ہونے لگے۔ پس واعظ اُترا اور ڈر کے مارے گھر میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ پولیس آئی، فتنہ ٹھنڈا ہوا اور لوگ گھروں کو چلے گئے۔ اور ناصر الدین کے حکم سے کزی اور اس کے دو ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور جب فتنہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا تو ان کو چھوڑ دیا گیا۔



سبط بن جوزی کا سلونی

شیخ العالم الفاضل المورخ الکامل وحید عصرہ، وعزیر مصرہ، ابوالمظفر، یوسف بن قزاوغلی البغدادی المعروف سبط ابن الجوزی (المتوفی ۶۵۴ھ) جو دمشق جبل قاسیون میں دفن ہیں، ان کی تالیفات میں سے ایک ''تذکرۃ خواص الامہ فی معرفتہ الآئمہ'' ہے۔ یہ شخص حنبلی مذہب تھا لیکن شیعہ ہونے کا طعنہ مارا جاتا تھا۔ ایک دن منبر پر تھا اور منبر کے سامنے خلیفہ کے غلام اور اس کے خواص بیٹھے تھے۔ ان کے دو گروہ تھے: ایک سُنّی اور ایک شیعہ۔ تو اس سے سوال ہوا کہ رسالت مآبؐ کے بعد حضرت علیؑ افضل ہیں یا ابوبکر افضل ہیں؟

اس نے کہا: ان دو میں سے افضل وہ ہے جس کی بیٹی اس کے گھر ہے۔ پس حاضرین کو وہم ہوا اور اس کا مذہب معلوم نہ کر سکے۔ پھر اور سوال کیے اور پوچھا کہ رسولِ پاک کے بعد کتنے خلفاء ہیں؟ اس نے چیخ کر کہا: اربعہ اربعہ اربعہ، یعنی چار چار چار (بارہ آئمہ کی طرف اشارہ کیا)۔

کتاب صراط مستقیم میں ہے کہ ایک دن منبر پر سبط ابن الجوزی نے کہا: سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ تو ایک عورت نے سوال کیا کہ رات کو حضرت علیؑ سلیمان کے پاس گئے، ان کو غسل و کفن دیا، جنازہ پڑھا اور واپس آ گئے۔ اس نے کہا: ہاں یہ روایت ہے۔ عورت نے کہا: پھر عثمان کا جنازہ مزبلہ (کوڑا کرکٹ) میں تین دن تک کیوں پڑا رہا حالاں کہ علیؑ مدینہ میں موجود تھے؟

اس نے کہا: ہاں مدینہ ہی میں تھے۔ عورت نے کہا: ان دو میں سے ایک ضرور

غلطی پر تھا۔ ابن الجوزی نے کہا: اگر تو اپنے گھر سے بغیر شوہر کی اجازت نکلی ہے تو تجھ پر لعنت ہو۔ عورت نے کہا: جب عائشہ علیؑ کے مقابل جنگ کرنے گئی تھیں تو رسالت مآبؐ کی اجازت لی تھی یا بغیر اجازت کے چلی آئیں؟ پس وہ مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

اَقُولُ: اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ قول سَلُونِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِي حضرت امیرالمومنینؑ کے خواص میں سے ہے، آپؑ کے علاوہ جس نے بھی یہ دعویٰ کیا وہ شرمندہ ہوا۔ جب قتادہ شام سے کوفہ کی طرف آیا تو ایک دن منبر پر کہا کہ حضرت علیؑ نے اسی تمھاری مسجد میں سَلُونِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِي کہا اور میں بھی یہی دعویٰ کرتا ہوں۔ ایک شخص اُٹھا اور اُس سے پوچھا کہ وہ چیونٹی جس نے سلیمانؑ نبی سے بات کی، وہ مذکر تھی یا مؤنث۔ وہ مبہوت ہو گیا اور جواب نہ دے سکا۔

کتاب الاثر میں ہے کہ مقاتل بن سلیمان نے کعبہ سے پشت لگا کر اعلان کیا کہ سَلُونِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِي عرش کے نیچے تک جو سوال کرو جواب دوں گا۔ ایک شخص اُٹھا اور کہا کہ سب سے پہلے آدمؑ نے حج کیا تھا، ان کا سر کس نے تراشا تھا؟ اس نے کہا: مجھے کیا علم ہے؟ ایک شخص نے سوال کیا کہ مکھی کی آنتیں اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصّے میں؟ تو وہ حیران ہو گیا۔

یہ واضح ہے کہ جو شخص سَلُونِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِي کا دعویٰ کرے تو اسے تمام چیزوں کا عالم ہونا چاہیے تاکہ جس قسم کا سوال ہو جواب دیا جائے اور جواب میں ناکام نہ ہو اور ایسا شخص صرف اور صرف حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو علمِ نبیؐ کا دروازہ ہیں۔

جناب شیخ بہائی نے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی نے حضرت علیؑ سے سوال کیا اور کہا کہ اگر کتا بکری سے وطی کرے اور بچہ پیدا ہو تو اس کی حلیت کے بارے میں کیا

حکم ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اسے کھانے میں دیکھو اگر وہ گوشت کھاتا ہے تو وہ کتا ہے اور اگر چارہ کھاتا ہے تو وہ بکری ہے۔

دیہاتی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ کبھی گوشت کھاتا ہے اور کبھی چارہ کھاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا پینا دیکھو اگر ایک دم پیتا ہے تو بکری ہے اور اگر لق لق کے پیتا ہے تو وہ کتا ہے۔ دیہاتی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ کبھی ایک سانس سے پیتا ہے کبھی لق لق کر کے پیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس بچے کو دوسرے ریوڑ کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھو اگر اس ریوڑ سے پیچھے رہ جائے تو وہ کتا ہے اور اگر اس کے آگے یا درمیان میں رہے تو وہ بکری ہے۔ دیہاتی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ کبھی وہ ریوڑ سے پیچھے رہ جاتا ہے اور کبھی درمیان میں ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو بیٹھے میں دیکھو اگر اگلی ٹانگیں سینے کے نیچے رکھتا ہے تو وہ بکری ہے اور اگر اگلی ٹانگیں آگے پھیلاتا ہے اور چوتڑوں پر بیٹھتا ہے تو وہ کتا ہے۔

اعرابی نے کہا: یہ بھی دیکھا ہے کہ کبھی اس طرح بیٹھتا ہے، کبھی اس طرح بیٹھتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو ذبح کر دو اگر اس کی اوجھری ہے تو بکری ہے اور اگر آنتیں ہیں تو وہ کتا ہے۔ پس اب اعرابی مبہوت ہوگیا اور حضرت علیؑ کے علم کا قائل ہوگیا۔



حضرت علیؑ وصی نبیؐ ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب حضور (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وادیٔ قدید میں اُترے تو علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ خدا میرے اور تمھارے درمیان محبت پیدا کردے تو اس نے کردی۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میرے اور تمھارے درمیان بھائی چارہ قائم کردے تو اس نے کردیا۔ اور میں نے سوال کیا کہ خدا تمھیں میرا وصی بنادے تو اس نے بنادیا۔

ایک شخص نے کہا: خدا کی قسم! کھجور کا ایک صاع بہتر تھا اس سے تو جو محمدؐ نے خدا سے سوال کیا۔ کیا آپ فتنہ کا سوال نہ کرسکتے تھے جو دشمن کے خلاف آپؐ کی مدد کرتا یا خزانہ مانگتے جس سے فاقہ کشیوں میں مدد ہوتی۔

خدا نے یہ آیت نازل کی: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحٰى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْجَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ○ (سورہ ہود، آیہ ۱۲)

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی پاکؐ نے فرمایا: یا علیؑ! انی سالتُ اللّٰہ ، الی قولہ یستعین بہ علی فاقتہ تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (سورۂ کہف، آیہ ٦)

صاحب الطرائف کا کہنا ہے کہ میں نے فضائلِ اہلِ بیتؑ پر مشتمل ایک بڑی کتاب دیکھی جو احمد بن حنبل کی تالیف ہے۔ اس میں عظیم احادیث ہیں جن میں نبی

پاکؐ کی تصریح ہے اور حضرت علیؑ کی لوگوں پر خلافت کی نصوص ہیں اور اہلِ انصاف کے نزدیک ان احادیث میں کوئی شبہ شک نہیں۔ اور یہ لوگوں پر حجت ہیں اور نجف کے کتاب خانہ حضرت علی بن ابی طالبؑ میں مذکورہ کتاب وقف پڑی ہے جو دیکھنا چاہے اس خزانہ سے مطالبہ کر کے دیکھ لے۔

حضرت علیؑ اصحاب سے افضل

اسی وجہ سے کتاب الاستیعاب میں ابوعمر یوسف بن عبدالبر النمیر ی نے روایت کی کیوں کہ اس نے حضرت علیؑ کے فضائل اور حضرت علیؑ کی خلافت پر نصوص نبوی ذکر کی ہیں اور اسی طرح صریح اخبار میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ تمام اصحاب سے افضل ہیں۔ پھر اعتراف کیا کہ حضرت علیؑ کے فضائل کا احصا کرنا ناممکن ہے۔

اسی طرح ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ نے ''کتاب المناقب'' میں متواتر اخبار بیان کی ہیں جو فضائل علیؑ پر تصریح ہیں اور نصوص متحقق ہوئی ہیں۔ پس میں نے اس کتاب کے چند صفحات دیکھے تو معلوم ہوا کہ چار آئمہ والے مذاہب کے بزرگان میں سے ہے اور اس کتاب میں ایک سو بیاسی فضیلتِ علیؑ دیکھیں جو رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں بیان کی ہیں اور ان میں حضرت علیؑ کی خلافت پر نصوص ہیں کہ وہی نبیؐ کے بعد ان کے قائم مقام ہیں۔ پھر میں نے اصل کتاب ''المناقب'' دیکھی جو ابن مردویہ کی ہے تو میں نے تین جلدیں پائیں اور وہ میرے پاس ہیں جن میں حضرت علیؑ کی خلافت پر نصوص وارد ہوئی ہیں۔

تمام فضائل کے مالک علیؑ

اسی طرح حافظ محمد بن مومن شیرازی نے اپنی کتاب جو تفاسیر اثنا عشر سے استخراج کی ہے اور وہ چار آئمہ والے مذاہب کے علما و بزرگان میں سے ہیں اور ان

تفاسیر کا تذکرہ بھی آئے گا جن سے یہ کتاب استخراج کی گئی ہے اور یہ کتاب حضرت علیؑ کی خلافت اور فضائل پر نصوص ہیں جو رسالت مآبؐ نے بیان کی ہیں۔

اسی طرح اصفہانی اسعد بن عبدالقاہر بن شفروہ نے اپنی کتاب ''الفائق'' میں ایسی نصوص بیان کی ہیں جو حضرت علیؑ کی خلافت پر نص ہیں اور عظیم مقاتل پر مشتمل ہیں۔ اور اس کتاب کا ایک نسخہ مَیں نے نجف کے کتاب خانہ علی بن ابی طالبؑ میں دیکھا ہے۔

اسی طرح اخطب الخطباء موفق بن احمد خوارزمی نے جو مذاہبِ اربعہ کے علما اعیان میں سے ہے، مناقب امیرالمومنینؑ پر مشتمل کتاب الاربعین میں ایسی نصوص بیان کی ہیں جو رسالت مآبؐ سے حضرت علیؑ کے فضائل عظیمہ اور خلافت پر صریح ہیں۔

اسی طرح حجۃ الاسلام ناصر بن ابی المکارم المطرزی الخوارزمی نے جو مذاہب اربعہ کے آئمہ سے ہے اور کتاب الغرب والمغرب والایضاح فی شرح المقامات المناقب میں کتاب اوّل میں یوں لکھا ہے اور یہ اس کی عین عبارت ہے کہ حضرت علی " کے فضائل کا ذکر نہ کرنا بلکہ کچھ فضائل کا ذکر کرنا (کیوں کہ تمام کا ذکر کرنا ناممکن ہے بلکہ اکثر فضائل کا ذکر بھی ہماری طاقت سے باہر ہے) اور صدرالحفاظ الحسن بن العطاء ہمدانی کی تصدیق ہوئی ہے پھر کہا کہ صدرالائمہ اخطب الخطباء موفق بن احمد ملکی الخوارزمی کی حدیث بیان کی کہ مجھے سید امام المرتضیٰ ابوالفضل نے ''رے'' شہر سے خط لکھ کر خبر دی کہ مجھے شیخ العالم ابوالنجم محمد بن عبدالوہاب بن عیسیٰ الثمان الرازی نے خبر دی اور اسی طرح سلسلہ بیان کرتے کرتے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: اگر تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائیں، انسان لکھنے والے ہوں اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی حضرت علیؑ کے فضائل کو شمار نہیں کر سکتے۔

علیؑ سے حسد

یونس بن حبیب النحو جو عثمانی تھا، نے کہا کہ میں نے خلیل ابن احمد سے کہا: میں آپ سے کئی سوال کرنا چاہتا ہوں مگر آپ ان کو ظاہر نہ کریں تو اس نے کہا: تمھارا قول دلالت کرتا ہے کہ جواب تو سوال سے زیادہ بھاری ہوگا، لہٰذا تم بھی ظاہر نہ کرنا۔ میں نے کہا: ہاں آپ کی زندگی تک چھپاؤں گا۔ اُنھوں نے کہا: اب پوچھو۔

میں نے پوچھا: اصحابِ رسولؐ تمام کے تمام ایک ماں کی اولاد لگتے ہیں اور حضرت علیؑ گویا دوسری ماں سوت کے فرزند ہیں؟ اس نے کہا: یہ سوال کیوں اور کس لیے کیا ہے؟ میں نے کہا: آپ کا وعدہ تھا کہ جواب دوں گا۔ اس نے کہا: کیا راز رکھے گا؟ میں نے کہا: ہاں! تیری زندگی تک راز رکھوں گا۔ اس نے کہا: حضرت علیؑ نے اسلام میں سب سے پہلے اعلانِ اسلام کیا اور علم میں سب سے بلند تھے اور شرف میں بلند تھے، زُہد میں سب سے زیادہ تھے اور جہاد بھی سب سے زیادہ کیے۔ اس لیے لوگوں کو علیؑ سے حسد ہے اور لوگ اپنے ہم شکلوں اور ہم شبہ کی طرف زیادہ قائل ہیں بہ نسبت اس کے جو اِن سے جدا ہو جائے۔

غور و فکر کرو اور سمجھو

قال المجلسی: اقول کہ عبدالحمید بن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں کہا ہے کہ ہجرت سے پہلے جب بنی کندہ حج کرنے آئے تو رسولؐ اللہ نے انھیں دعوتِ اسلام پیش کی تو بنی ولیعہ بن بنی عمرو ابن معاویہ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا، لیکن جب رسولؐ پاک نے ہجرت کی اور حضرتؐ کی دعوت اسلام شروع ہوئی تو عرب کے وفد آنے لگے اور ان میں کندہ کا وفد آیا۔ جس میں اشعث اور بنو ولیعہ تھے، انھوں نے اسلام قبول کیا۔ رسولؐ پاک نے حضرموت کے صدقات سے بنی ولیعہ کو کھانا کھلایا اور اس وقت حضرموت کا عامل زیاد بن لبید قاضی انصاری تھا۔ پھر یہ صدقات زیاد بنو ولیعہ کی طرف

بھیجے تو ان سے لینے سے انکار کر دیا اور کہا: ان اموال کو اٹھانے کے لیے ہمارے پاس سواری نہیں، لہٰذا ان اقوال کو اپنی سواریوں پر لاد کر ہمارے شہر پہنچا دے۔ زیاد نے انکار کیا۔ جس پر زیاد اور بنی ولیعہ کے درمیان جھگڑا ہوا اور جنگ چھڑنے کے قریب تھی کہ بنی ولیعہ کے کچھ لوگ رسولِ پاک کے پاس آ گئے اور زیاد نے بھی حضرت کو خط لکھ کر ان کی شکایت کی۔ اس واقعہ میں رسالت مآبؐ کی نسبت سے یہ بات مشہور ہوگئی کہ آپ نے بنی ولیعہ سے کہا ہے میں تمھیں روکتا ہوں یا تمھاری طرف اپنی طرف سے ایک عادل شخص کو بھیجتا ہوں جو تم میں لڑنے والوں کو قتل کر دے گا اور تمھارے بچوں کو قیدی بنا لے گا۔

عمر بن خطاب کہتے ہیں: اس دن مجھ میں امیر بننے کی بڑی تمنا پیدا ہوئی اور اپنے آپ کو اس نیت سے پیش کیا کہ حضرتؐ فرمائیں گے وہ شخص یہ بیٹھا ہے لیکن حضرت رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: وہ عادل شخص یہ ہیں۔ پھر حضرتؐ نے ان کے لیے زیاد کو لکھا اور وہ خط لے کر زیاد کے پاس گئے تو رسالت مآبؐ وفات پا گئے اور ان کی وفات کی خبر قبائلِ عرب میں جنگل کی آگ کی طرح بہت جلد پھیل گئی تو بنی ولیعہ مرتد ہو گئے اور ان کے باغی ہو گئے اور انھوں نے اپنے ہاتھوں کو خضاب کر لیا۔

سمندر بھی فضائلِ علیؑ کا شمار نہیں کر سکے

فردوس الاخبار میں ابن شیرویہ الدیلمی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کے لیے فرمایا: اگر سمندر روشنائی بن جائیں اور درخت قلمیں بن جائیں اور انسان لکھنے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی آپؑ کے فضائل کو شمار نہیں کر سکتے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک نے فرمایا:

اللہ علیؑ پر رحم کرے میرے اللہ! حق کو ادھر لے جاؤ جس طرف علیؑ ہو۔

ابی لیلی الغفاری سے مروی ہے کہ میرے بعد ایک بڑا فتنہ پیدا ہوگا، جب یہ فتنہ آئے تو علیؑ کا دامن پکڑنا کیوں کہ وہ ہی حق و باطل کے درمیان فاروق ہیں۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ملائکہ نے لوگوں سے سات سال پہلے علیؑ پر درود و سلام بھیجا کیوں کہ وہ میرے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ کوئی نماز نہ پڑھتا تھا۔

جناب داؤد بن بلال بن احیحہ نے رسالت مآبؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

صدیق تین ہیں: حبیب النجار، مومنِ آلِ یٰسین، حزقیل مومن آلِ فرعون اور علیؑ اور تیسرا دونوں سے افضل ہے۔

جناب سلمان: رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ علیؑ میرے کیے ہوئے وعدے نبھائے گا اور میرے قرضے اُتارے گا۔

عمران بن حصین رسالت مآبؐ سے نقل کرتے ہیں:

علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

جنابِ حذیفہ نے رسالت مآبؐ سے نقل کیا ہے کہ علیؑ میرے بھائی اور عم زاد ہیں۔ ابن عباسؓ نے حضرتؐ سے نقل کیا ہے کہ علیؑ مجھ سے ایسے ہیں جیسے بدن کے ساتھ سر ہوتا ہے۔ جابر نے حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ علیؑ مجھ سے ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے تھے البتہ میرے بعد نبوت نہیں۔

عبداللہ بن جعفر رسالت مآبؐ سے نقل کرتے ہیں کہ علیؑ میری اصل ہے اور جعفر میری فرع ہے۔

حضرت علیؑ بابِ حطہ ہیں

انس جناب رسالت مآبؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:
علیؑ بن ابی طالبؑ بابِ حطہ ہیں جو اس میں داخل ہو گیا تو وہ مومن بن گیا اور جو اس سے خارج ہوا تو وہ کافر ہو گیا۔ اُم سلمہؓ حضرت رسالت مآبؐ سے بیان کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن علیؑ اور ان کے شیعہ ہی کامیاب ہوں گے۔
جناب ابوذر رسالت مآبؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:
علیؑ میرے علم کا باب ہیں اور میرے بعد اُمت میں حقائق کے بیان کرنے والے ہیں، ان کی محبت ایمان ہے اور ان کا بُغض رکھنا نفاق ہے، ان کی طرف دیکھنا راحت اور ان کی مؤدت عبادت ہے۔
انس نے حضرت رسالت مآبؐ سے نقل کیا ہے کہ علیؑ جنت میں ایسے چمکیں گے جیسے اہلِ دنیا کے لیے صبح کا تارہ چمکتا ہے۔
حذیفہ کی روایت ہے کہ علیؑ قسیم النار ہیں۔

علیؑ بڑے قاضی ہیں

عمر بن خطاب رسالت مآبؐ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ سب سے بڑے قاضی ہیں۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ رسالت مآبؐ سے نقل کرتے ہیں کہ علیؑ بہترین بشر ہیں جو ان میں شک کرے یا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔
جابر بن عبداللہ نے رسالت مآبؐ سے خدا کے اس فرمان کے ذیل روایت نقل کی: فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ (سورۂ زخرف، آیہ ۴۱) کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی کہ وہ میرے بعد ناکثین اور قاسطین سے انتقام لیں گے۔

جنابِ اُم سلمہؓ نے رسالت مآبؐ سے نقل فرمایا: حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے۔

جنابِ سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

میں اور علیؑ اللہ کے پاس ایک نور تھے اور ہمارا نور اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرتا تھا آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے۔ پس جب آدمؑ کو خلق کیا گیا تو اس نور کو نورِ صُلب میں سوار کر دیا اور ہم ہمیشہ ایک مقام پر رہے حتیٰ کہ جناب عبدالمطلب کی صُلب میں آ کر دو حصوں میں تقسیم ہوگئے، اس کی ایک جز مَیں اور دوسرا جز علیؑ ہیں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ پاکؐ نے فرمایا:

اس اُمت کے سبط حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور اس اُمت کا قطعہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں۔

حذیفہ نے روایت کی ہے کہ رسولِ پاکؐ نے فرمایا:

اگر لوگوں کو علم ہو جاتا کہ علیؑ کو امیرالمومنینؑ کب کہا گیا تو وہ کبھی حضرت علیؑ کے فضائل کا انکار نہ کرتے۔ اور حضرت علیؑ کا نام امیرالمومنینؑ اس وقت رکھا گیا جب آدمؑ کے جسد میں روح داخل نہ ہوئی تھی۔

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ: وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (سورہ اعراف، آیہ ۱۷۲)

تو ملائکہ نے کہا: ہاں! تو اللہ نے فرمایا: میں تمہارا رب ہوں اور محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں۔

علیؑ کے علاوہ فاطمہؑ کا کفو نہیں

جناب اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو اور ہم پلّہ نہ تھا۔

ابوایوب روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: ملائکہ نے مجھ پر اور علیؑ پر سات سال تک درود وسلام بھیجا کہ جب کوئی اور میرے ساتھ نماز نہ پڑھتا تھا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: جس نے علیؑ پر سبّ کی گویا مجھ پر سبّ کی اور جس نے مجھ پر سبّ کی اس نے اللہ پر سبّ کی اور جس نے اللہ پر سبّ کی تو اسے اللہ جہنّم میں ڈالے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

ابی حمرا نے روایت کی کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: جو شخص آدمؑ کو اپنے وقار میں اور موسیٰؑ کو اپنی ہیبت میں اور عیسیٰؑ کو اپنے زُہد میں دیکھنا چاہے تو وہ علی علیہ السلام کو دیکھے۔

جناب معاذ نے روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

عمران بن حصین نے روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور مَیں اور علیؑ ایک شجرہ سے ہیں۔

عمار یاسرؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ! خدا نے آپ کو ایسی زینت بخشی ہے کہ کسی اور کو نہیں دی۔ یہ چیز تمام لوگوں سے زیادہ خدا کو پسند ہے اور وہ ہے دنیا میں زُہد، اور دنیا کو ایسا بنایا کہ جو تجھ سے کچھ بھی حاصل نہ کرسکی۔

❁ خود حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ! خدا تعالیٰ نے آپؑ، آپؑ کے والدین، آپؑ کے اہل وعیال، آپؑ کے شیعوں اور محبّوں کو بخش دیا ہے۔ آپؑ کو بشارت ہو کہ آپ شرک لعین سے نجات یافتہ ہیں۔

❁ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! اللہ نے تجھے فاطمہؑ جیسی زوجہ عطا کی اوران کا حق مہرزمین کو بنایا پس جو شخص اس زمین پر چلے اور وہ تیرا دشمن ہو تو اس کا زمین پر چلنا حرام ہے اور وہ غاصب ہے۔

❁ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! آپؑ میرے بعد ایسے ہیں جس طرح موسٰیؑ کے لیے ہارونؑ تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

علیؑ نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا

❁ عمر نے روایت کی کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! آپ سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے اور ایمان کا اظہار کرنے والے پہلے مومن ہیں اور آپ مجھ سے ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسٰیؑ سے تھے۔

❁ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! آپ کعبہ کی مثل ہیں، اس کی طرف ہر شخص آتا ہے، کعبہ کسی کی طرف نہیں جاتا، اگر یہ لوگ تیرے پاس آئیں اور خلافت تیرے سپرد کریں تو ان سے قبول کر لینا اور اگر یہ لوگ نہ آئیں تو تم نہ جانا۔

❁ معاویہ بن حیدہ کی روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! میری اُمت سے جو تیرا دشمن مرتا ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔

❁ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! آپؑ کا خوارج سے سامنا ہوگا اور آپؑ پہلے شخص ہوں گے جو ان سے جنگ کریں گے، پس ان سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا اور ان کے زخمی کو قتل نہ کرنا۔

❁ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ ! آپ کے ساتھ وہی ہوگا جو حضرت عیسٰیؑ بن مریمؑ سے ہوا، جیسے ان سے

یہود نے اس قدر بغض کیا کہ ان کی ماں پر تہمت لگا دی اور نصاریٰ نے اس قدر محبت کی کہ اسے اللہ کا بیٹا بنا دیا۔

یا علیؑ! آپ کی محبت میں دو شخص جہنم میں جائیں گے، ایک حد سے بڑھانے والا اور دوسرا شان گھٹانے والا، یہ دونوں جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

❁ ابی سعید سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: یا علیؑ! تمھارے پاس قیامت کے دن جنت کا عصا ہوگا جس کے ذریعے منافقین کو میرے حوض سے بھگا دے گا۔

علیؑ کا جنت میں خزانہ

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! جنت میں تمھارے لیے خزانہ ہے۔

اسی طرح حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اللہ کے سامنے ہوں گا اور تم میرا دامن پکڑے ہوگے اور تمھاری اولاد تمھارا دامن پکڑے گی اور شیعہ تمھاری اولاد کے دامن کو پکڑے ہوں گے۔ پھر دیکھنا کہ ہمیں کیا حکم ہوتا ہے۔

یہاں تک کتاب ابن شیرویہ کے قدیم نسخے سے چند فضائل استخراج کیے گئے۔

قال المجلسی: عبدالحمید بن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

اگر علیؑ امیرالمومنینؑ اپنے اُوپر فخر کریں اور اپنے فضائل و مناقب کی حد بندی میں اپنی اس فصاحت کے ساتھ جو اللہ نے انھیں عطا کی ہے اور ان سے مخصوص کی ہے تو کرسکتے ہیں۔ پھر فصحائے عرب کی مساعدت بھی ہو تب بھی ان فضائل کا عشرِ عشیر بھی نہیں جو رسولِ پاک نے علیؑ کے بارے میں فرمایا اور ہم نہیں احتجاج کرتے ان اخبارِ عامہ سے آپ کی امامت پر جیسے خبرِ غدیر، حدیثِ منزلہ، حدیثِ براءۃ، حدیثِ مناجات،

قصہ خیبر، اس گھر کی حدیث جو ابتدائے دعوت میں مکہ میں تھی وغیرہم۔

بلکہ اخبارِ خاصہ میں جن آئمۂ حدیث نے روایت کی ہے تو ان کا اقلِ قلیل یعنی کم سے کم تر حد پر بھی علیؑ کے غیر کے لیے بیان نہیں ہوا۔

میں ان احادیث میں ایک آسان شے ذکر کرتا ہوں جو ان علمائے حدیث نے روایت کی ہے جو اس میں متہم نہیں اور ان علما کی اکثریت وہ ہے جو علیؑ پر دوسروں کو مقدم سمجھتے ہیں، پس ایسے علما کا حضرت علیؑ کے فضائل کی روایات سکون کا موجب ہیں جب کہ دوسرے راویوں کی روایت موجبِ سکون نہیں ہیں۔

پہلی حدیث: یا علیؑ! خدا نے تمھیں ایسی زینت دی کہ لوگوں میں سے کسی کو وہ زینت نہیں دی اور خدا کو اس سے زیادہ محبوب اور کوئی زینت نہیں اور وہ ہے ابرار کی زینت۔ اللہ کے نزدیک زھد فی الدنیا ہے اور تمھیں ایسا بنایا کہ دنیا کا کوئی بوجھ تم پر نہیں اور نہ دنیا تم سے کوئی بوجھ اُٹھا سکی اور تمھیں مساکین سے محبت عطا کی اور تجھے ایسا بنایا کہ تم ان کی اتباع پر راضی ہو اور امامت پر خوش ہیں۔

اسی کو حافظ ابونعیم نے اپنی معروف کتاب حلیۃ الاولیا میں درج کیا اور اس میں احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہ جملہ اضافہ کیا ہے:

فطوبٰی لمن اَحبَّك وصدق فيك وويل لمن ابغضك وكذب فيك

"یعنی طوبیٰ ہے اُس شخص کے لیے جس نے تم سے محبت کی اور تصدیق کی اور تباہی ہے اُس شخص جس نے تجھ سے بُغض کیا اور جھوٹ بولا"۔

دوسری حدیث: حضرت رسالت مآبؐ نے ثقیف کے وفد سے فرمایا:

یا تسلیم کرلو یا میں تمھاری طرف اس شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا جو تمھاری

گردنیں اُڑا دے گا اور تمھارے اہل و عیال کو قیدی کرے گا اور تمھارے اموال چھین لے گا۔

عمر نے کہا: اس دن میرے اندر امیر بننے کی بڑی تمنا پیدا ہوئی، میں نے اپنے آپ کو اس امید پر آمادہ کیا کہ رسولؐ فرمائیں گے یہ ہے وہ جوان۔ لیکن رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: یہ ہے وہ شخص۔

اسی روایت کو احمد حنبل نے مسند میں اور فضائلِ علیؑ کی کتب میں یوں بیان کیا کہ اے بنی ولیعہ! یا (تم خود) رُک جاؤ یا میں تمھاری طرف ایسا شخص بھیجوں گا جو میری طرح کا ہوگا۔ جو تم میں میرے حکم کو جاری کرے گا، جو لڑنے والوں کو قتل کرے گا اور تمھارے اہل و عیال کو قیدی بنا لے گا۔

ابوذرؓ نے کہا: عمر جو میرے دامن کو پکڑے کھڑا تھا، نے کہا کہ وہ کس کو بھیجیں گے یعنی مجھے بھیجیں گے۔ میں نے کہا: وہ کبھی تجھے نہیں بھیجیں گے یعنی جوتی کا پیوند گھر سے لگتا ہے۔ انھوں نے فرمایا: وہ شخص (علیؑ) ہے۔

تیسری حدیث: حضرت رسالت مآبؐ فرماتے ہیں:

خدا نے حضرت علیؑ کے بارے میں مجھ سے عہد لیا۔

میں نے کہا: میرے اللہ! کیا عہد لینا ہے؟ ارشاد ہوا کہ سنو! علیؑ ہدایت کا علَم ہیں اور میرے اولیاء کے امام ہیں اور میری اطاعت کا نور ہیں، وہ کلمہ ہیں جو متقیوں کے لیے لازم ہیں۔ جس نے ان سے محبت کی گویا اُس نے مجھ سے محبت کی، جس نے ان کی اطاعت کی گویا اُس نے میری اطاعت کی اور اس بات کی بشارت علیؑ کو دے دو۔

میں نے کہا: یارب! میں نے بشارت دے دی ہے، پس علیؑ کہہ رہے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ اور اسی کے قبضہ میں ہوں۔ اگر وہ مجھے عذاب میں مبتلا کرے تو میرا کوئی قصور اور کوتاہی ہوگی کیوں کہ وہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور اگر مجھے اپنے وعدے کے مطابق

دے تو بہت بہتر ہے اور میں نے دعا کی: اللھم اجل قلبه، واجعل ربیعه الایمان بلث، تو اللہ نے فرمایا: میں نے کر دیا البتہ میں نے ایک آزمائش ان کے لیے مخصوص کی ہے اور کسی ولی کے لیے نہیں کی۔ میں نے عرض کی: یارب! وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔ فرمایا: میرے علم میں ہے کہ وہ اس آزمائش میں مبتلا ہوں گے۔

اسے حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابی ہریرہ اسلمی سے روایت کیا ہے۔ پھر دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رب العالمین نے علیؑ کے بارے مجھ سے عہد لیا کہ وہ ہدایت کا علَم، ایمان کا مینارہ، میرے اولیا کے امام، میری اطاعت کا جامع نور ہیں اور علیؑ روزِ قیامت میرے امین ہوں گے اور میرے جھنڈے کے مالک ہوں گے اور انھی کے ہاتھوں پر میرے رب کی رحمت کے خزانے ہوں گے۔

چوتھی حدیث: جو شخص نوحؑ کو اپنے عزم میں، آدمؑ کو علم میں، ابراہیمؑ کو حلم میں اور موسیٰؑ کو اپنی ذہانت میں، عیسیٰؑ کو اپنے زُہد میں دیکھنا چاہے تو وہ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف دیکھے۔ اس حدیث کو احمد حنبل نے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

پانچویں حدیث: جو یہ پسند کرے کہ میری طرح زندہ رہے اور میری طرح فوت ہو جائے تو وہ ولایتِ علیؑ بن ابی طالبؑ سے تمسک کرے۔ اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء میں حافظ نے، احمد حنبل نے مسند میں اور کتابِ فضائلِ علیؑ میں البتہ یہ اضافہ بھی کیا جو پسند کرتا ہے کہ سرخ عصا جو جنتِ عدن میں خدا نے کاشت کیا ہے ہاتھ میں لینا چاہے تو وہ محبتِ علیؑ سے تمسک کرے۔

چھٹی حدیث: جس کے قبضہ میں میری جان ہے، خدا کی قسم! اگر میری اُمت کے کچھ لوگ تمھارے بارے میں نہ کہتے جو نصاریٰ نے عیسیٰؑ کے متعلق عقیدہ رکھا تو میں آج تمھارے بارے میں وہ بات کرتا کہ تم جہاں سے بھی مسلمان کے کسی گروہ سے

گزرتے تو تمھارے قدموں کی مٹی کو برکت کے لیے اُٹھاتے۔ اسی حدیث کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

ساتویں حدیث: حضرت عرفہ کی شام کو حج کرنے نکلے تو حجاج سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں عمومی طور پر ملائکہ سے مباہات کرتا ہے اور علیؑ کے بارے میں خصوصی مباہات کرتا ہے اور خصوصیت سے علیؑ کو بخشش عطا کر دی ہے۔ میں تمھیں ایک ایسی بات بتا رہا ہوں جس میں میری قرابت کی محبت کا دخل نہیں کہ خوش بخت اور مکمل نیک بخت وہ ہے جو علیؑ سے زندگی میں اور ان کے فوت ہونے کے بعد محبت رکھے۔ اسی کو مسند حنبل نے لکھا۔

آٹھویں حدیث: احمد حنبل نے اس روایت کو دونوں کتابوں (مسند، کتاب فضائلِ علیؑ) میں درج کیا ہے۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا: سب سے پہلے بروزِ قیامت مجھے بلایا جائے گا تو عرش کی دائیں جانب سے عرش کے سایہ میں سے اُٹھوں گا، پھر مجھے جنتی لباس پہنایا جائے گا، پھر نبیوں کو ایک دوسرے کے بعد بلایا جائے گا اور سب عرش کی دائیں جانب کھڑے ہو جائیں گے اور ان کو جنتی لباس پہنائے جائیں گے۔

نویں حدیث: فرمایا: اے انس! پانی لاؤ تا کہ وضو کروں، پھر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: سب سے پہلا شخص جو اس دروازے سے تجھ میں داخل ہوگا وہ امام المتقین، سید المسلمین، یعسوب المومنین، خاتم الوصیین، قائد الغر المحجلین ہوں گے۔

انس نے کہا: میں نے دعا کی اور دل میں خیال کیا کہ میرے اللہ آنے والا انصار سے ہو تو علی علیہ السلام آ گئے۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: اے انس کون آیا ہے؟ میں نے عرض کیا: علیؑ آئے ہیں۔ حضرت اُٹھے اور علیؑ کو گلے سے لگایا۔ پھر حضرتؐ نے علیؑ کی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آج سے پہلے تو

آپؐ نے ایسا کبھی نہیں کیا، آج کیا وجہ ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا: یا علیؑ! آپ میری دعوت کو ادا کرنے والے ہیں، میری صدا لوگوں کو سناتے ہیں اور میرے بعد جس میں اُمت اختلاف کرے گی تم اس کو بیان کرنے والے ہو۔ یہی روایت حلیۃ الاولیاء میں ہے۔

علیؑ سید العرب

دسویں حدیث: فرمایا میرے لیے سید العرب علیؑ کو بلاؤ۔ بی بی عائشہ نے کہا: کیا آپؐ سید العرب نہیں؟ رسالت مآبؐ نے فرمایا: میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں اور علیؑ عربوں کے سردار ہیں۔ جب علیؑ آئے تو انھیں انصار کو بلانے کے لیے بھیجا۔ جب وہ آئے تو رسالت مآبؐ نے فرمایا:

اے معاشرِ انصار! خبردار! میں تمھیں ایسی بات پر دلالت نہ کروں کہ میرے بعد تم کبھی گم راہ نہ ہو؟ انھوں نے کہا: ضرور یارسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا: یہ علیؑ ہیں، ان سے محبت کرو جیسی مجھ سے کرتے ہو اور ان کا اس قدر احترام کرو جس طرح میرا احترام کرتے ہو، کیوں کہ جبرئیلؑ نے مجھے اللہ کا حکم دیا ہے، جو میں نے اللہ کی طرف تمھیں پہنچا دیا ہے۔ اس کو حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے۔

گیارھویں حدیث: فرمایا خوش آمدید ہے سید المومنین، امام المتقین کو اور علی علیہ السلام کے لیے کہا گیا کہ آپ شکر کس طرح ادا کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے اس کی حمد کرتا ہوں اور جو مجھے اوّلیت دی ہے اس پر شکر کا سوال کرتا ہوں تا کہ جو مجھے عطا کیا ہے اس میں زیادتی کرے۔

ذکرِ صاحب الحلیہ

بارھویں حدیث: جسے پسند ہو کہ میری طرح زندہ اور فوت ہو جائے اور

جنتِ عدن میں ساکن ہو اُسے خدا نے آباد کیا ہے وہ میرے بعد علیؑ سے محبت کرے اور علیؑ کے محبّ سے محبت کرے اور میرے بعد والے آئمہؑ کی اقتدا کرے کیوں کہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کو فہم و علم عطا کیا گیا ہے۔

پس تباہی ہے میری اُمت کو جھٹلانے والوں کے لیے جو میرے صلہ رحم کا قطع رحم سے جواب دیتے ہیں ان لوگوں کو میری شفاعت حاصل نہ ہوگی (اس کا ذکر صاحبِ حلیہ نے کیا ہے)

علیؑ ہر مومن کا ولی ہے

تیرہویں حدیث: رسولؐ پاک نے خالد بن ولید کو ایک جنگ میں بھیجا اور حضرت علیؑ کو دوسری جنگ میں بھیجا اور دونوں یمن کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا: اگر تم دونوں لشکر جمع ہو جاؤ تو بہتر ورنہ ہر ایک کے پاس اپنا لشکر ہے، پس دونوں جمع ہوئے اور دشمنوں کو لوٹا، عورتیں قید کیں، اَموال چھینے اور دشمنوں کو قتل کیا اور حضرت علیؑ نے ایک کنیز اپنے لیے مخصوص کرلی۔ خالد نے چار مسلمانوں سے کہا، جن میں ایک بریدہ اسلمی تھا کہ تم جلدی رسولؐ اللہ کے پاس جاؤ۔ ان سے یہ باتیں کرو اور تمام باتیں علی علیہ السلام کے خلاف کرنے کو کہا۔ پس وہ جلدی آ گئے تو ایک شخص ایک طرف سے آیا اور کہا: یارسولؐ اللہ! علیؑ نے یوں کیا۔ دوسرا شخص آیا تو اس نے کہا: علیؑ نے یوں کیا تو حضرت نے رُخِ انور پھیر لیا۔ پھر بریدہ اسلمی آیا اور کہا: علیؑ نے ایک کنیز اپنے لیے مخصوص کرلی تو حضرتؐ بہت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ حضرتؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا: مجھے علیؑ کو بلا دو اور بار بار فرمایا۔ پھر فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ ان کا خمس کا حصہ اس سے زیادہ ہے جو انھوں نے لیا ہے۔ وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اسی کو احمد نے مسند میں اور کتاب فضائلِ علیؑ میں درج کیا ہے اور اکثر محدثین نے ذکر کیا ہے۔

چودھویں حدیث: رسالت مآبؐ نے فرمایا: میرا اور علیؑ کا نور اللہ کے پاس حضرت آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے تھا۔ جب آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو تقسیم کر دیا۔ اس کے دو حصّے کیے۔ ایک جُز مَیں ہوں اور ایک جُز علیؑ ہیں۔ اس روایت کو احمد حنبل نے اپنی مسند اور کتاب فضائلِ علیؑ میں درج کیا ہے۔ اسی طرح صاحبِ کتاب الفردوس نے اسے درج کیا ہے۔ البتہ اس اضافے کے ساتھ کہ ہمارا نور منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ عبدالمطلبؑ تک پہنچا، وہاں سے دو حصّے ہوگئے۔ میرے لیے نبوت اور علیؑ کے لیے وصایت تھی۔

پندرہویں حدیث: فرمایا: آپؐ نے حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور فرمایا: آپ دنیا اور آخرت میں سردار ہیں۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور میرا حبیب اللہ کا دوست ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن، میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ ویل اور بربادی ہے تیرے دشمن کے لیے۔ یہ روایت احمد حنبل نے مسند میں بیان کی ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے تھے: جو علیؑ کی طرف دیکھے تو کہے: سبحان اللّٰه ما اعلم هذا الفتي سبحان اللّٰه ما اشجع هذا الفتي، سبحان اللّٰه فاافصح هذا الفتي۔ سبحان اللہ کس قدر یہ اعلم جوان سب سے بڑا بہادر اور بڑا فصیح جوان ہے۔

سولھویں حدیث: البدر میں رسالت مآبؐ نے فرمایا: جو شخص ہمیں پانی پلائے تو وہ سب سے بڑا بہادر ہے۔ پس علیؑ اُٹھے، مشک اُٹھائی اور ایک بہت گہرے اور تاریک کنویں کے پاس آئے۔ اس میں جھانکا اور اندر گئے تو خدا نے جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کو وحی کی کہ محمدؐ، اس کے بھائی اور ان کے لشکر کی امداد کے لیے نیچے جاؤ۔ وہ آسمان سے اُترے، کنویں کے اردگرد آئے تو علیؑ کو سلام کیا اکرام اور اجلال کے لیے۔ اسے احمد بن حنبل نے کتاب فضائلِ علیؑ میں ذکر کیا ہے اور اضافہ کیا ہے کہ

آپؐ نے فرمایا:

یاعلیؑ! بروزِ قیامت ایک ناقہ جنت سے لائی جائے گی کہ ہم دونوں اس پر ایسے سوار ہوں گے کہ میرے گھٹنے تمھارے گھٹنوں کے ساتھ اور تمھاری رانیں میری رانوں کے ساتھ ہوں گی اور اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے۔

سترھویں حدیث: یومِ جمعہ رسولؐ پاک نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! قریش کو مقدّم کرو اور اس پر کسی کو مقدّم نہ کرو اور ان سے تعلیم حاصل کرو، ان کو تعلیم نہ دو کیوں کہ قریش کے مرد کی قوت غیر قریش کے دو مردوں کے برابر ہے اور قریش کے ایک مرد کی امانت داری غیر قریش کے دو مردوں کی امانت داری کے برابر ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اقربا سے محبت کرو اور میرے اقربا سے میرے بھائی اور چچازاد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ ان سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور منافق بُغض رکھتا ہے۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے ان سے بُغض رکھا اس نے مجھ سے بُغض رکھا اور جس نے مجھ سے بُغض رکھا تو اللہ اسے عذابِ جہنّم میں گرفتار کر دے گا۔

احمد حنبل نے کتاب الفضائل میں یہ روایت درج کی ہے۔

اٹھارہویں حدیث: صدیق تین ہیں:

① حبیب نجار، وہ جو مدینہ کی طرف سے آیا۔

② مومن آلِ فرعون وہ جو اپنا ایمان چھپاتا رہا۔

③ حضرت علی بن ابی طالبؑ، اور علیؑ سب سے افضل صدیق ہیں۔ یہی روایت احمد حنبل نے کتاب الفضائل میں بیان کی ہے۔

انیسویں حدیث: رسالت مآبؐ نے فرمایا: علیؑ کے متعلق مجھے پانچ عطیے دیے گئے ہیں اور مجھے وہ چیزیں دنیا اور کائنات سے زیادہ پسند ہیں:

۱۔ وہ اللہ کے دربار میں کھڑے رہیں گے، جب تک وہ مخلوق کے حساب سے فارغ نہ ہو جائے۔

۲۔ میرا "لواء الحمد" ان کے ہاتھ میں ہوگا، آدمؑ اور ان کی اولاد اس لواء الحمد کے نیچے ہوگی۔

۳۔ وہ میرے حوض کے کنارے کھڑے ہوں گے اور میری اہلِ بیتؑ سے معرفت رکھنے والوں کو کوثر پلائیں گے۔

۴۔ وہ میرے ساتر اور مجھے اپنے رب کے سپرد کرنے والے ہیں۔

۵۔ مجھے ان کے بارے میں کوئی خوف نہیں کہ وہ ایمان کے بعد کافر ہو جائیں (احمد حنبل، کتاب الفضائل)۔

بیسویں حدیث: اصحاب میں سے چند لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد نبویؐ میں کھلتے تھے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا: مسجد میں کھلنے والے ہر دروازے کو بند کیا جائے سوائے بابِ علیؑ کے۔ پس تمام دروازے بند کر دیے گئے؟ چند لوگوں نے اعتراض کیا کہ سوائے علیؑ کے باقی سب دروازے بند کر دیے گئے تو حضرتؐ نے فرمایا: میں نے نہ دروازے بند کرائے ہیں اور نہ کسی کو کھولا ہے لیکن مجھے حکمِ خدا ہوا اور میں نے اس کی اتباع کی ہے (احمد حنبل در مسند کتاب الفضائل)۔

اکیسویں حدیث: غزوہ طائف میں رسالت مآبؐ نے علیؑ کو بلایا اور کافی دیر تک ان سے سرگوشی کی حتیٰ کہ دوسرے لوگوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کسی نے کہا: آج تو اپنے چچازاد سے سرگوشیاں بہت طول پکڑ گئی ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ حکمِ خدا ہوا ہے کہ ان سے سرگوشیاں کرو۔ (احمد حنبل، مسند)

بائیسویں حدیث: حضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! نبوت کی وجہ سے تم سے جدا ہوں کیوں کہ میرے بعد نبوت نہیں اور لوگوں سے سات صفات میں مخالف ہوں اور قریش

سے کوئی شخص بھی آپؑ کے برابر صفات نہیں رکھتا۔

- سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے والے آپؑ ہیں۔
- سب سے زیادہ عہد خدا کی وفا کرنے والے آپؑ ہیں۔
- سب سے زیادہ اللہ کے امر کو مضبوط بنانے والے آپؑ ہیں۔
- سب سے زیادہ برابری کے ساتھ تقسیم کرنے والے آپؑ ہیں۔
- سب سے زیادہ رعیت میں عدل و انصاف کرنے والے آپؑ ہیں۔
- کسی معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔
- خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔(حلیۃ الاولیاء)

تیئسویں حدیث: جناب فاطمۃ الزہراءؑ نے عرض کیا: اے باباجان! آپؐ نے میری شادی ایک فقیر شخص سے کی ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا: میں نے آپؑ کی شادی اس شخص سے کی جو سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے ہیں، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ اللہ نے زمین سے آپ کے بابا کو چنا اور پھر دوسری مرتبہ زمین پر نظر کر کے آپؑ کے شوہر کو چن لیا (مسند احمد حنبل)۔ (یہ حدیث ہمارے نزدیک جعلی اور من گھڑت ہے۔ ناشر کتاب)

علیؑ قائم مقامِ نبی

چوبیسویں حدیث: جب یہ آیت نازل ہوئی اِذَا جَآءَ نَصرُ اللّٰہِ وَالفَتحُ تو اس وقت رسالت مآبؐ غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے اور آپؐ کثرت سے تسبیح اور استغفار کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! جو اللہ نے وعدہ کیا وہ آ گیا ہے کیوں کہ فتح ہوگئی ہے اور لوگ دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں اور آپؑ سے زیادہ کوئی شخص میرا قائم مقام بننے کا حقدار نہیں کیوں کہ آپؑ اسلام میں سب سے مقدم ہیں اور میرے قریبی ہیں اور میرے داماد ہیں اور آپؑ کے پاس سیدۃ نساء العالمین ہیں۔

(تفسیر ثعلبی)

ان احادیث کے نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسیؒ نے کہا کہ ان اخبار کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ اکثر منحرفین از علیؑ جب نہج البلاغہ وغیرہ میں حضرت علیؑ کے کلام کو دیکھتے ہیں جو کلامِ علیؑ نعمتِ خدا کی یاد تازہ کرتا ہے اور جسے رسولؐ پاک نے علیؑ کے لیے مخصوص کیا تھا اور اس کلام کی نعمت سے علیؑ کو دوسروں سے امتیاز دیا ہے جس پر وہ فخر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ نے عمر سے کہا: علیؑ کو لشکر کا امیر بنا دے تو اس نے کہا: وہ انکار کرتے ہیں اور زید بن ثابت نے کہا: ہم نے علیؑ سے بڑا بہادر کوئی نہیں دیکھا۔

ہمارا ارادہ ہے کہ ان اخبار کو حضرتؑ کے اس فرمان کی تفسیر میں بیان کریں اور فرمان یہ ہے: ''ہم شعار، اصحاب، خزانے اور دروازے ہیں''۔ اور ان میں تنبیہ ہے کہ رسولؐ خدا کے نزدیک ان کا بڑا عظیم مقام ہے۔ اور جو کچھ علیؑ کے بارے میں کہا گیا گویا آسمان کی طرف بلند ہونے لگے، ہوا میں عروج کیا اور ملائکہ اور انبیاؑ پر فخر کیا، تعظیم اور تفکیر کے لیے اور علیؑ اس کے حق دار تھے۔

اور پھر حضرت علیؑ تو کبھی اپنے مقام کو نہ بڑھاتے تھے، اپنے اقوال و افعال میں تکبر نہ کرتے تھے۔ وہ تو تمام بنی نوع بشر سے زیادہ لطیف تھے۔ طبیعت کے لحاظ سے کریم تھے۔ شدید تواضع کرتے تھے، سب سے زیادہ حلیم تھے، صورت کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوب صورت تھے اور سب سے زیادہ مزاح اور کشادہ چہرہ رکھتے تھے اور اس طرح خوش منظر اور خوش اخلاق تھے کہ اُن کو خوش اخلاق اور مزاح کرنے والا کہا گیا۔ اور یہ دونوں چیزیں تکبر اور تعظیم کے خلاف ہیں۔ اگر کبھی وہ ان صفاتِ حاصلہ کا تذکرہ کرتے تو ٹھنڈی سانس لے کر کرتے تھے۔ یا دُکھ اور شکایت کرنے کے لیے اظہار کرتے تھے اور ان صفات کا تذکرہ بھی تکبر و تعظم کے لیے نہ کرتے تھے بلکہ نعمتِ الٰہی کا شکر ادا کرنے کے لیے کرتے تھے اور جو غافل لوگ تھے ان کو اپنے فضائل سے آگاہ

کرنے کے لیے کرتے تھے اور یہ امر بالمعروف ہے اور حق اور صحیح کے اعتقاد پر برانگیختہ کرنا ہے اور نہی عن المنکر ہے یعنی علیؑ کسی کو افضل قرار دینے سے نہی ہے کیوں کہ خدا نے نہی کر دی ہے اور فرمایا: اَفَمَنْ یَّهْدِیْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ (سورہ یونس، آیہ ۳۵)

ابن ابی الحدید المعتزلی حضرتؑ کے اس خطبہ کی تشریح میں لکھتے ہیں: نَحنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّتِ یعنی ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کے اُترنے کا مقام، ملائکہ کی آمد و رفت کا مرکز، علم کی کان اور حکمت کے چشمے ہیں۔ ہمارا ناصر اور محب رحمت کا انتظار کرتا ہے اور ہمارا دشمن اور مخالف عذاب کا منتظر رہتا ہے۔

اس جملہ کہ ''ہم ملائکہ کی رفت و آمد کا مرکز ہیں'' سے مراد چند لوگ ہیں جن میں رسولؐ اللہ سرفہرست ہیں اور اس کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور ان لوگوں میں خود حضرتؑ اور آپؑ کے بیٹے بھی شامل ہیں اور اخبار صحیحہ میں ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور مَیں علیؑ سے ہوں، اور جبرئیلؑ نے کہا: میں ان دونوں سے ہوں۔

ابوایوب انصاری نے مرفوعہ روایت بیان کی ہے کہ مجھؐ پر اور علیؑ پر ملائکہ نے ستر سال درود وسلام بھیجا اور اس وقت میرے اور علیؑ کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا اور یہ اسلام کے ظاہر ہونے اور لوگوں کی چشم پوشی کرنے سے پہلے تھا۔

اپنے بابا کی وفات پر امام حسنؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا: آج رات تم سے وہ شخص جدا ہوگئے ہیں جن کی مثال نہ سابقین اور نہ آخرین میں ملتی ہے۔ جن کو رسولؐ پاک جنگ کے لیے بھیجتے، حضرت جبرئیلؑ ان کے دائیں اور میکائیلؑ ان کے بائیں طرف۔

ایک حدیث میں ہے کہ یوم احد فضا وسما سے یہ آواز سنی گئی کہ کوئی جوان علیؑ کے علاوہ جوان نہیں اور کوئی تلوار ذوالفقار نہیں اور رسولؐ پاک نے فرمایا: یہ آواز جنابِ جبرئیلؑ کی ہے۔

حضرت علیؑ کا یہ فرمان کہ ''ہم علم اور حکمت کی کان ہیں'' یعنی حکم اور حکم شرعی! کیوں کہ اگر اس سے مراد ان کی اپنی ذات اور ذریت پاک ہے تو واضح ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا جو شہر میں آنے کا ارادہ کرے تو دروازے سے آتا ہے اور علیؑ سب سے بڑے قاضی ہیں۔ اور قضاء ایسا امر ہے جو کثیر علوم کو مستلزم ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسالت مآبؐ نے جب حضرت علیؑ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو آپ نے عرض کیا کہ یمنی تو بہت بوڑھے اور بزرگ لوگ ہیں اور میں ایک جوان ہوں۔ بعض اوقات ان کے درمیان فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے دل کو ثابت کرے گا اور تمھاری زبان کو ہدایت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تعیها اذنٌ واعیة کی تفسیر میں فرمایا: میں نے اللہ سے سوال کیا کہ ان کو تمھارے کان بنا دے اور خدا نے کر دیا اور اس فرمانِ خدا اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۂ نساء، آیہ ۵۴) کی تفسیر میں آیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اور مخصوص علم عطا کیا اور اسی فرمانِ خدا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (سورۂ ہود، آیہ ۱۷) کی تفسیر میں آیا ہے کہ میں اللہ کی طرف سے بینہ پر ہوں اور شاہد علیؑ ہیں۔

محدثین نے بیان کیا ہے کہ رسالت مآبؐ نے جنابِ فاطمہ زہراؑ کے لیے فرمایا کہ آپ کے شوہر سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے ہیں، اور ہم میں سب سے عظیم اور سب سے بڑے عالم ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: جو شخص حضرت نوحؑ کے عزم، موسیٰؑ کے علم، عیسیٰؑ کے تقویٰ کو دیکھنا چاہے تو وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے چہرے کی طرف دیکھے۔ پھر حضرتؑ علم کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز ہیں جس پر کوئی فائز نہیں اور حضرتؑ کے قریب ہیں۔ پس حضرتؑ کا حق ہے کہ وہ اپنی تعریف اس انداز میں کریں

کہ وہ علم وحکمت کی کان ہیں جب کہ کوئی شخص ان صفات کا علیؑ سے زیادہ کوئی حق دار نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر انھوں نے لکھا کہ جسے میں صحیح اور دوست سمجھتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام نے شوریٰ کے ارکان سے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم کہ بتاؤ کیا تم میں کوئی ایک ہے کہ یومِ مؤاخات اس کے ساتھ رسالت مآبؐ نے برادری قائم کی ہو۔ تمھاری آپس میں اُخوت قائم کی اور میری اخوت اپنے ساتھ قائم کی۔ اراکینِ شوریٰ نے کہا کہ تمھارے علاوہ کوئی نہیں تو آپؑ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایک بھی ہے جس کے بارے میں رسولِ پاکؐ نے فرمایا ہو: مَن کنت مولاہ فھذا مولاہ؟ اراکینِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایک ہے جسے رسولِ پاکؐ نے فرمایا: تم میری نسبت ایسے ہو جیسے ہارونؑ کی موسیٰؑ سے نسبت ہے؟ اراکینِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایک ہے جسے رسولِ پاکؐ نے سورۂ برأت کی تبلیغ کے لیے اعتماد کیا اور رسولِ پاکؐ نے ان کے بارے میں فرمایا: یہ سورۂ برات مَیں پہنچاؤں گا یا وہ شخص پہنچائے گا جو مجھ سے ہوگا؟ اراکینِ شوریٰ نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اصحابِ رسولؐ جنگ میں فرار کر گئے تھے اور میں نے کبھی فرار نہیں کیا؟ سب نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں لوگوں میں سے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے ہوں؟ اُنھوں نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: تو بتاؤ نسب میں سب سے اَقربِ رسولؐ کون ہے؟ سب نے کہا: آپؑ اَقرب ہیں؟ (شرح نہج، جلد نمبر۹)

روایت میں ہے کہ خدا کے اس فرمان ھٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّھِمۡ (سورۂ حج، آیہ ۱۹) کی تفسیر میں حضرت رسالت مآبؐ نے سوال کے جواب میں فرمایا: وہ علیؑ، حمزہ، عبیدہ، عتبہ، شیبہ اور ولید ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے متضاد اخلاق تھے اور ان اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کسی حملے میں جنگ کرنے والوں سے مغلوب نہ ہوتے تھے اور قوی دل، سخت جاں، شجاعوں سے بھی جری تھے اور وہ اہلِ زُہد، اہلِ تقویٰ، دُنیا کی لذات کو ترک کرنے والے اور لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تھے اور موت کو یاد کرنے والوں پر غالب تھے اور یہ دونوں صفات ایک دوسرے کی متضاد ہیں۔

ان صفاتِ اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے بہادروں، جنگ جوؤں جن کے اخلاق پست، اور طبیعت میں جوش اور وحشی عزائم رکھنے والے تھے، پر غالب تھے اور اسی طرح اہلِ زُہد، اہلِ وعظ و نصیحت، موت کا ذکر کرنے والوں اور دنیا کے ترک کرنے والوں پر، جب کہ یہ بہت نرم اخلاق تھے۔ تھکے چہروں والے لوگوں سے دُور اور انس نہ کرنے والے تھے، پر غالب تھے۔ حالاں کہ امیر المومنینؑ سب سے بڑے بہادر تھے اور سب سے زیادہ دشمن کا خون بہانے والے تھے اور دنیا کی پناہ گاہوں سے سب سے بڑی پناہ گاہ، سب سے بڑے زاہد، زیادہ نصیحت حاصل کرنے والے اور ایامِ خدا کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے اور عبادت میں سب سے زیادہ کوشش اور جہاد کرنے والے تھے اور آدابِ نفس کے عامل تھے۔ اس کے باوجود وہ سب سے زیادہ اور نرم ترین اخلاق والے تھے اور خوش حال چہرے والے اور بشاش رُخ تھے، خوش اخلاق، خوش زبان تھے، اور مخلوق سے نفرت نہ کرتے تھے اور وحشت نہ دکھاتے تھے اور سخت اور غضبناک چہرے سے نہ ملتے تھے۔ کیوں کہ اس تنفر اور وحشت سے نفس نفرت کرتا ہے یا ان دونوں سے آلودہ ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کی خوش اخلاقی اور چہرے کے ہشاش بشاش ہونے کو عیب شمار کیا گیا ہے۔ جب لوگوں نے علیؑ میں بے توجہی نہ دیکھی اور نہ نکتہ چینی کی عادت دیکھی تو وہ حضرتؑ سے لپٹ جاتے تھے اور علیؑ سے محبت کرتے تھے اور یہ

لوگوں کا علیؑ کی خوش اخلاقی کو عیب شمار کرنا ایسا ہے کہ جس کا ضعف عیاں ہو۔ اور یہ بات حضرت علیؑ کے عجائب اور غرائب میں سے ہے۔

ان صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں سے شرف میں بھی غالب تھے۔ اہلِ سیاست اور ریاست تو متکبر اور بلندی کے خواہاں ہوتے ہیں خصوصاً جب ان کا شرف اپنے نسب کی وجہ سے ہو اور پھر نسبی شرف کسی اور شرف سے متصل ہو جائے۔

حضرت امیر المومنینؑ اشرف کی خاص معدن میں سے ہیں، اور اس بات پر کسی دشمن اور نہ کسی دوست کو شک ہے کہ آپ نسب کے لحاظ سے اپنے عم زاد نبی پاکؐ کے بعد سب سے زیادہ مشرف ہیں اور پھر نسبی شرف کے علاوہ اور مختلف جہات سے شرف بھی آپ کو حاصل ہیں، جن سے بعض کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہر شخص سے زیادہ متواضع تھے اور ہر چھوٹے بڑے کی خدمت کرتے تھے اور سب کے لیے سب سے زیادہ نرم دل تھے اور سب سے زیادہ شیریں، میٹھے اخلاق کے مالک تھے۔ اور کبر اور تعظم (عظمت کے اظہار) کے لحاظ سے سب سے دُور تھے اور حق کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور حضرتؑ کی اخلاقی حالت ہمیشہ ایک جیسی رہی، خواہ خلافت کا دورانیہ تھی یا اس سے پہلے۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ کو حکومت، خلافت اور امارت نے ذرا بھر متاثر نہ کیا۔

ریاست اس کے اخلاق کے حائل کیسے ہو سکتی ہے جو ہمیشہ ریاست کرتا ہوں؟ امارت اس کے اخلاق کو کیسے تبدیل کر سکتی جو ہمیشہ امیر رہا ہو؟ کیوں کہ آپؑ نے خلافت سے شرف حاصل نہیں کیا اور نہ اس خلافت سے کوئی فضیلت پائی ہے بلکہ وہ تو یوں تھے جیسے احمد حنبل کے بیٹے عبداللہ نے کہا اور اس کے قول کو ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی نے اپنی تاریخ ''منتظم'' میں یوں بیان کیا ہے کہ احمد حنبل کے پاس ابوبکرؓ اور حضرت علیؑ کی خلافت کا تذکرہ ہوا، اور اس بارے میں بہت سی باتیں ہوئیں تو احمد حنبل

نے ان لوگوں کی طرف اپنے سر کو بلند کیا اور کہا کہ تم میں سے اکثر نے کہا ہے کہ علیؑ کو خلافت نے زینت نہیں دی۔ ایسا نہیں، خلافت تو حضرت علیؑ نے زینت دی، اور یہ کلام اپنے مفہوم سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علیؑ کے علاوہ لوگوں کو خلافت سے شرف دیا اور اس کے نقائص کو ختم کر دیا اور علیؑ وہ ہیں جن میں نقص ہی نہ تھا کہ خلافت اس نقص کو ختم کر سکے۔ اور خلافت بذاتِ خود ناقص تھی، جس کے نقص کو علیؑ نے خلافت قبول کر کے دُور کر دیا۔

ان صفاتِ حسنہ سے ایک یہ ہے کہ دشمنوں کو قتل کرنے اور شجاعت میں تمام شجاعتوں سے مقدم تھے حالاں کہ دنیا کے شجاع لوگ معاف نہ کرنے والے، انتقام اور کینہ رکھنے والے تھے۔ ان کے دلوں میں حسد، غضب، تعصب اور غیرت بھری ہوئی تھی اور حضرت امیرالمومنینؑ کی حالت اللہ کے دشمنوں کے خون بہانے کے وقت بھی ظاہر ہے کہ وہ کس قدر حلیم، بُردبار اور چشم پوشی کرنے والے اور عفو و درگزر کرنے والے تھے اور اس چیز کا اُنھوں نے جنگِ جمل میں کس قدر واضح مظاہرہ کیا۔

ان صفاتِ حسنہ میں سے ایک یہ ہے کہ ہم نے کبھی کسی شجاعت کو سخی نہیں دیکھا مثلاً عبداللہ بن زبیر شجاع تھا لیکن سب سے بڑا بخیل تھا، زبیر بھی شجاع تھا لیکن کنجوس تھا۔ اس کو عمر نے کہا: اگر تم والی ہوئے تو لوگوں کا ایک صاع اور مُد پر متلاطم رہتا، جب کہ حضرت علیؑ نے عبداللہ بن جعفر طیارؑ کو اپنے مال کو فضول خرچ کرنے کی وجہ سے ممنوع اور محجور التصرف کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر ایسا نہ ہوسکا اور زبیر ان کے اموال اور تجارت میں شریک ہوگیا تو حضرتؑ نے فرمایا: زبیر نے ایک پناہ گاہ حاصل کر لی ہے اور اسے بھی محجور نہ کیا۔

اسی طرح طلحہ شجاع تھا لیکن کنجوس تھا اور ذرا بھر انفاق (فی سبیل اللہ) نہ کرتا تھا جس کی وجہ سے اپنے ترکے میں بے شمار اموال چھوڑ گیا۔ اسی طرح عبدالملک شجاع تھا

لیکن کنجوس تھا، اور کنجوسی میں اس کی مثال دی جاتی تھی اور اس کو اپنے بخل کی وجہ سے کنجوسی کا پتھر کہا جاتا تھا اور ان کے مقابل حضرت علیؑ کا حال سب کو معلوم ہے کہ حضرتؑ میں شجاعت اور سخاوت دونوں موجود تھیں۔ اور ان دونوں متضاد صفات کا ایک مقام پر جمع ہونا حضرتؑ کے عجائب میں سے ہے۔

ایک اور مقام پر معتزلی نے کہا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ رسالت مآبؐ کے ساتھ روشنی دیکھتے اور آوازِ وحی سنتے تھے۔

ایک اور مقام پر کہا ہے کہ عدالت کی تین قسمیں ہیں: یہ اصول ہیں اور ان کے علاوہ فضائل ہیں وہ ان کی فروع ہیں:

① الشجاعت: اس شجاعت میں سخاوت بھی داخل ہے کیوں کہ سخاوت میں مال خرچ کے لیے جرأت چاہیے اور بہادری سے سخاوت ہوتی ہے جس طرح شجاعت اصلی نفس کو خرچ کرتا ہے۔

② العفت: اس میں قناعت، زُہد اور ترکِ دنیا شامل ہیں۔

③ الحکمت: یہ سب سے اشرف عدالت ہے۔

پس اس طرح کی شجاعتِ کاملہ رسولؐ اللہ کے بعد سوائے علیؑ کے اور کسی کو حاصل نہ تھی کہ جو انصاف کی نظروں سے دیکھے تو اس کی تصدیق کرنے کیوں کہ حضرتؑ کی شجاعت، سخاوت، عفت، قناعت، زُہد تو ضرب المثل ہے۔

اما الحکمیۃ: اس میں امور الٰہی کی بحث ہوتی ہے اور عربوں میں سے کسی شخص کا ان امور کے بارے میں کلام نقل نہیں ہوا۔ نہ کسی بڑے کا تذکرہ ہے اور نہ کسی چھوٹے کا اور یہ حکمت پہلے صرف یونانیوں کے سابقہ حکما اور حکمت کے اساطین تک محدود تھی اور جس شخص نے سب سے پہلے اس میں غور و خوض کیا وہ علیؑ بن ابی طالبؑ تھے، اس لیے توحید کے بارے میں دقیق مباحث اور عدالت عمومی کے بارے میں دقیق

کلام حضرت امیر المومنینؑ کا ہے۔ اور کسی صحابی یا تابعی کا ان امور میں ایک کلمہ بھی ہمیں تاریخ میں نہیں نظر آتا بلکہ وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور اگر ان کو سمجھایا بھی جاتا تو نہ سمجھ سکتے تھے اور دوسرے عربوں سے یہ کیسے اور کب ہوسکتا تھا؟ لہٰذا متکلمین جو بحارالمعقولات میں غوطہ کھانے لگے تو ان کو صرف علیؑ کی طرف منسوب کیا اور مولا علیؑ کو اپنا استاد اور حاکم تصور کیا، اور اس سے ہر فرقہ نے اپنے مطلب تک استفادہ کیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے متکلمین کی انتہا تو دراصل بن عطاء تک ہو جاتی ہے اور واصل جناب ابی ہاشم بن محمد حنفیہ کا شاگرد ہے اور ابوہاشم کے استاد اُن کا باپ محمد حنفیہ اور محمد حنفیہ علیؑ کے شاگرد ہیں اور شیعہ امامیہ اور زیدیہ متکلمین کی انتہا تو مولا علیؑ کی طرف ظاہر ہے اور اشعریہ بھی بالآخر حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہیں۔ ہاں کرامیہ جن کے بارے ابوالهیصم نے کتاب المقالات میں لکھا ہے کہ ان کے مقالات اور عقائد کی انتہا دو طریقوں سے حضرت علیؑ پر ہوتی ہے:

پہلا طریقہ: کرامیہ اپنے عقائد کو سُفیان ثوری سے لیتے ہیں اور سُفیان ثوری زیدیہ سے ہیں۔ جب ان کا بڑا زیدیہ تک منتہی ہوتا ہے تو سارے کرامیہ زیدیہ ہیں البتہ سُفیان ثوری کا زیدیہ ہونا مشہور ہوا لیکن ان میں محبت اہلِ بیتؑ زیادہ نہ تھی اور بنی اُمیہ کے زیدیہ پر ظلم کرنے کا انکار کرتے ہیں اور زید بن علی زین العابدین کی تجلیل، تعظیم کرتے ہیں اور اس کے احوال اور احکام میں اعتماد کرتے ہیں اور سُفیان ثوری سے ایک بات بھی منقول نہیں کہ اس نے کسی صحابی پر اعتراض وطعن و تشنیع کی ہو۔

دوسرا طریقہ: ان کرامیہ کے مشائخ کو یکے بعد دیگرے ذکر کرنے کے بعد علمائے کوفہ جو اصحابِ علیؑ تک منتہی ہوئے ہیں جیسے سلمہ بن کہیل اور حبۃ العرنی، سالم بن ابی الجعدر، الفضل بن دکین، شعبہ والاعمش، علقمہ، ھبیرہ بن مریم اور ابی اسحاق سبیعی وغیرہ۔ ان سب نے حضرت علی علیہ السلام سے علم حاصل کیا اور وہ اس جماعتِ صحابہ

کے رئیس اور ان اصحاب کے اقوال حضرتؑ ہی سے منقول اور ماخوذ ہیں۔

اما الخوارج: ان کی انتہا بھی علیؑ کی طرف ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے حالاں کہ وہ علیؑ پر طعن و تشنیع بھی کرتے تھے کیوں کہ وہ حضرتؑ کے صحابہ تھے اور انھوں نے حضرت علیؑ سے انحراف کیا جب کہ تعلیم اور تعلم حضرت علیؑ سے کر چکے تھے اور یہ ملاعین پہلے جمل و صفین میں حضرتؑ کے شیعہ اور انصار تھے لیکن شیطان نے ان کو گم راہی کے راستے پر لگا دیا اور ان کی بصیرت کو اندھا کر دیا۔

کسی اور مقام پر شارح نے لکھا ہے کہ کیا معاویہ و دیگر صحابہ نہیں جانتے تھے کہ رسالت مآبؐ نے ہزار مقام پر فرمایا:

انا حربٌ لمن حاربت وسلمٌ لمن سالمت اللھم والِ من والاہ ، وعاد من عاداہ، حربك حربی سلمك سلمی انت مع الحق والحق معك

''یعنی جو آپؑ کا دشمن وہ میرا دشمن ہے، جو آپؑ کا دوست وہ میرا دوست ہے۔ میرے اللہ جو علیؑ سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر اور جو ان کا دشمن ہو تو بھی اس کا دشمن ہو جا۔ یا علیؑ! حق تیرے ساتھ اور تم حق کے ساتھ ہو''۔

یہ میرا بھائی خلیفہ ہے جسے اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت ہے اور اللہ و رسولؐ کو ان سے محبت ہے، میرے اللہ میرے محبوب ترین کو میرے پاس بھیج دے۔ وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ علیؑ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور علیؑ سے دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق۔ جنت چار شخصوں کا شوق رکھتی ہے اور ان تینوں کے سردار علیؑ ہیں۔ اور رسالت مآبؐ کا فرمان ہے اے عمارؓ! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اے علیؑ! آپ ناکثین (بیعت توڑنے والوں)، قاسطین (ناجائز انصاف کا مطالبہ کرنے والوں)

مارقین (منافقین اور گم راہ دلوں) سے جنگ کرو گے وغیرہ۔

یاعلیؑ! آپ عرب کا فخر ہیں

کتابِ سلیم بن قیس ہلالی میں ہے کہ مجھے ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ نے حدیث بیان کی اور پھر میں نے حضرت علیؑ سے بھی سنا کہ ایک شخص نے جب فخر کیا تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: یاعلیؑ! آپ عرب کا فخر اور اپنے چچازاد کے نزدیک سب سے زیادہ مکرّم ہیں۔ آپؑ کا باپ، آپؑ کا نفس، آپؑ کا بھائی، آپؑ کی زوجہ، آپؑ کی اولاد، آپؑ کے چچا، بہت مکرّم ہیں۔

تم اپنے نفس اور اموال کے لحاظ سے سب سے زیادہ مکرّم ہو، علم و حلم میں سب سے زیادہ اور سب سے زیادہ قاریٔ قرآن، سننِ خدا کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے قلبِ شجاع والے، سب سے بڑے سخی، سب سے بڑے زاہد، سب سے زیادہ کوشش اور جہاد کرنے والے، خلق و اخلاق میں سب سے حسین، سب سے زیادہ سچی زبان والے، اور اللہ اور میرے سب سے زیادہ محبوب ہیں، میرے بعد تیس سال زندہ رہو گے جس میں اللہ کی عبادت اور قریش کے مظالم پر صبر کرو گے اور جب تمھیں ساتھی مددگار حاصل ہو گئے تو فی سبیل اللہ جہاد کرو گے اور تاویلِ قرآن پر قتل کرو گے جس طرح ناکثین، قاسطین اور مارقین تنزیل قرآن پر قتل کریں گے۔ پھر تم شہید ہو گے یعنی تمھارے سر کے خون سے تمھاری ڈاڑھی رنگین ہو گی، تمھارا قاتل اس ظالم کے برابر ہو گا جو ناقۂ صالحؑ کو قتل کرنے والا ہے اور وہ اللہ کو ناپسند ہے اور وہ اللہ سے دُور ہے۔ اور تمھارا قاتل یحییٰ بن زکریاؑ کے قاتل کے برابر اور اس زمانے کا فرعون ہے۔

علیؑ کی اسلام میں سبقت

ابان نے کہا کہ مجھے یہ حدیث حسن بصری نے ابوذرؓ سے نقل کی ہے کہ ابوذرؓ

نے سچ فرمایا کہ علیؑ کی اسلام اور علم میں سبقت ہے۔ حکمت اور فقہ، رائے اور مستحکم نظر خاندان اور غیر خاندان میں فضیلت پر ہیں۔ عمدگی، نجابت اور سہر میں فضیلت رکھتے ہیں۔ جنگ، سخاوت اور روزمرہ کے استعمال کی چیزیں دینے میں فضیلت رکھتے ہیں اور قضاوت کے علم میں ان کو فضیلت ہے، نیز قرابت اور امتحانات دینے میں کامل ہے اور علیؑ ہر بات میں علیؑ ہیں۔ پھر علیؑ پر درود پڑھا اور روئے، حتیٰ کہ ڈاڑھی تر ہوگئی تو میں نے کہا: اے ابوسعید! کیا یہ تم نبیؐ کے علاوہ کسی کے لیے کہہ رہے ہو؟

انھوں نے کہا: مسلمانوں پر رحم طلب کرو جب ان کو یاد کرو اور آلِ محمدؐ پر درود پڑھو اور علیؑ آلِ محمدؐ میں سب سے افضل اور مقدم ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے ابوسعید! کیا علیؑ، حمزہ، جعفر، فاطمہ، حسن اور حسینؑ سے بھی افضل و مقدم ہیں؟ تو انھوں نے کہا: بے شک ایسا ہی ہے، ان سے افضل ہیں اور کون اُن کے اِن پر افضل ہونے میں شک کرتا ہے۔

پھر کہا: آلِ محمدؐ پر شرک، کفر کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا اور نہ اُنھوں نے بتوں کی پرستش کی، نہ شراب پینا اُن میں روا ہے اور علیؑ آلِ محمدؐ سے اسلام میں سبقت اور کتاب وسنت کے علم میں افضل ہیں اور رسولِ پاکؐ نے فاطمہؑ کے لیے فرمایا: آپؑ کے شوہر میری اُمت میں بہتر ہیں اور اگر کوئی ان سے افضل ہوتا تو اس کا استثنا کرتے۔ اور رسولِ پاکؐ نے اصحاب کے درمیان مؤاخات قائم کی اور علیؑ اور اپنے درمیان مؤاخات قائم کی اور لوگوں پر علیؑ کی ولایت کو ایسے واجب کیا جیسے اپنے لیے واجب قرار دیا، اور فرمایا: یا علیؑ! آپؑ میرے لیے ایسے ہیں جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھے۔ اور ایسی فضیلت اہلِ بیتؑ میں سے کسی کے لیے نہیں اور نہ اُمت سے کسی کے لیے فرمایا: پس علیؑ میں کثیر سوابق ہیں، جو کسی میں نہیں ہیں (یعنی علی جامع سوابق کثیر ہیں)۔

اُمت میں سب سے بہتر علیؑ ہیں

پس میں نے کہا: علیؑ کے بعد اُمت میں بہتر کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: ان کی زوجہ اور اولاد۔ پھر میں نے پوچھا: ان کے بعد کون افضل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: جعفر، حمزہ لوگوں سے بہتر ہیں اور اصحابِ کساء جن پر آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور ان میں حضرتؐ نے خود کو، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کو شامل کیا اور فرمایا: یہ میرا ایک ثقل ہے اور میری اہلِ بیتؑ میں میری عترت ہیں۔ میرے اللہ ان سے رجس کو دُور فرما اور پاک رکھ۔

پس اُم سلمہؓ نے کہا: کیا میں تمھارے ساتھ چادر میں داخل ہو سکتی ہوں تو آپؐ نے فرمایا:

اے اُم سلمہؓ! تم بہتر ہو اور بہتری کی طرف ہو لیکن یہ آیت میرے اور ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

میں نے کہا: اے ابوسعید! جو آپ علیؑ کے بارے بیان کر رہے ہیں، میں نے پہلے کبھی نہیں سنا؟ انھوں نے کہا: میں ان ظالم لوگوں کے خطرے سے اپنی حفاظت کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو یہ ظالم اور غاصب لوگ مجھے خشک لکڑی کی طرح جلا دیتے۔ لیکن جو تم نے سنا، یہ بیان کیا ہے۔ جب ان کو یہ خبر پہنچتی ہے تو وہ مجھ سے ہاتھ روک لیتے ہیں اور بُغضِ علیؑ سے میری مراد علی بن ابی طالبؑ کے علاوہ کسی اور علی سے بُغض ہوتی ہے تو وہ ظالم سمجھتے ہیں کہ میں ان کا دوست ہوں اور خدا نے فرمایا: اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ، یعنی تقیہ

اسی طرح سلیم ہلالی سے مروی ہے کہ میں نے ابوذرؓ سے کہا: مجھے کوئی عجیب حدیث سناؤ جو رسالت مآبؐ نے علیؑ کے بارے فرمائی ہو، تو انھوں نے کہا: رسولِ پاکؐ نے فرمایا: عرش کے گرد نوے ہزار فرشتے ہیں، ان کی کوئی عبادت اور تسبیح نہیں مگر وہ علیؑ کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے برأت اور ان کے شیعوں کے لیے

استغفار کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اس کے علاوہ کوئی حدیث سنائیں تو ابوذرؓ نے کہا: میں نے رسالت مآبؐ سے سنا ہے کہ خدا نے جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کو اطاعتِ علیؑ، دشمنوں پر تبرّیٰ اور شیعوں کے لیے استغفار کے لیے مختص کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا: کوئی اور حدیث سنائیں تو ابوذرؓ نے کہا: میں نے رسالت مآبؐ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت میں مجھ علیؑ کے ذریعے حجت تمام کی جس اُمت میں نبی مُرسل تھا اور جسے علیؑ کی معرفت زیادہ تھی وہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا درجہ رکھتی ہے۔

میں نے عرض کیا: کوئی اور حدیث بیان کریں تو انھوں نے کہا: میں نے رسالت مآبؐ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: اگر مَیں اور علیؑ نہ ہوتے تو اللہ کو کوئی نہ پہچانتا، اور اگر میں اور علیؑ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی، اگر ہم دونوں نہ ہوتے تو کوئی ثواب ہوتا اور نہ عتاب۔ علیؑ کے لیے اللہ کے پاس کوئی پردہ نہیں اور نہ کوئی حجاب ہے بلکہ خود علیؑ ہی اللہ اور مخلوق کے درمیان پردہ اور حجاب ہیں۔

آدمؑ کی توبہ نبیؐ و علیؑ کے صدقے میں قبول

جناب سُلیم بن قیس ہلالی لکھتے ہیں کہ میں نے مقدادؓ سے پوچھا: مجھے رسالت مآبؐ کی ایسی حدیث جو علیؑ کے بارے میں سنی ہو بتاؤ۔ تو اُنھوں نے کہا: رسالت مآبؐ نے فرمایا: اللہ اپنے ملک اور ملکیت میں واحد ہے۔ پھر اپنے انوار کو اپنے نفس پر پیش کیا، پھر ان کی سپردیہ کر دیا اور اپنی جنت کو ان کے لیے مُباح کیا، پس جو شخص ارادہ کرے کہ وہ اپنے دل سے جن وانس کو پاک کرنا چاہے تو وہ اپنے دل کو علیؑ کی ولایت کی معرفت دے۔

اور جو شخص اپنے دل کو نجس کر دے تو اس سے معرفتِ علیؑ روک دی جاتی ہے۔

خدا کی قسم! جس کی قدرت میں میرا نفس ہے، آدمؑ کی خلقت اور اس میں روح پھونکنے اور اس کی توبہ قبول کرنے اور اسے دوبارہ جنت میں پلٹانے کا باعث میری نبوت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت ہوئی۔

خدا کی قسم! حضرت ابراہیمؑ کو زمین و آسمان کے ملکوت نہ دکھائے اور اسے خلیل نہ بنایا مگر میری نبوت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت کے اقرار کی وجہ سے۔ خدا کی قسم! اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا یا حضرت عیسیٰؑ کو عالمین کے لیے نشانی بنایا تو میری نبوت اور علیؑ کی ولایت کے اقرار کی وجہ سے۔

خدا کی قسم! کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جب تک میری اور علیؑ کی ولایت کا اقرار نہ کیا۔ خدا کی قسم! خدا نے کسی مخلوق پر نظر رحمت کی ہے تو وہ علیؑ کی ولایت کے اقرار کی وجہ سے ہوا ہے۔

پھر وہ خاموش ہوئے تو میں نے کہا: اس سے مزید سنائیں۔ اُنھوں نے کہا: میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ علیؑ اس اُمت کا نگہبان اور ان پر گواہ ہے اور اُمت کا حساب و کتاب کا متولی ہے۔ وہ صاحبِ عظمت، واضح حق کا راستہ، صراطِ مستقیم الٰہی ہیں، انھی کے ذریعے میرے بعد گمراہی سے نجات اور ہدایت حاصل ہوگی اور انھی کے ذریعے اندھیروں سے بصیرت ملے گی۔ انھی کے ذریعے نجات پانے والے نجات پائیں گے، موت سے نجات پائیں گے، خوف کے وقت امن اور برائیاں انھی کے ذریعے مٹ جائیں گی، غم دُور ہوں گے اور رحمت ان کے صدقے نازل ہوگی۔ وہ اللہ کے دیکھنے کی آنکھ ہیں اور ان کے سننے والے کان ہیں اور مخلوقِ خدا میں خدا کی بولتی زبان ہیں، اللہ کے بندوں پر خدا کی رحمت کا ہاتھ ہیں اور علیؑ زمین و آسمان میں اللہ کا چہرہ ہیں، اور اللہ کا ظاہری دایاں پہلو ہیں اور اللہ کی مضبوط رسّی ہیں اور ایسی مضبوط رسّی ہیں جو کبھی ٹوٹتی نہیں اور اللہ کا دروازہ، اور گھر ہیں، جو اس میں داخل ہوگیا وہ امن میں آ گیا اور اللہ

کا علم ہیں صراط پر، جو اِن کی معرفت رکھے گا وہ جنت تک نجات پائے گا اور جو انکار کرے گا تو وہ جہنّم میں گر جائے گا۔

جنابِ سلیم سے روایت ہے کہ میں نے سلمان فارسیؓ سے سنا کہ علیؑ ایسا دروازہ ہیں جسے خدا نے کھول دیا ہے، جو اس میں داخل ہوا تو وہ محفوظ ہوگیا اور جو اس سے خارج ہوگیا تو وہ کافر ہوگیا۔

ابن دأب کے کسی صحابی نے کہا: میں نے لوگوں کو بحث کرتے دیکھا ہے کہ عرب کہتے ہیں کہ خدا نے ہم میں ایسا نبی مبعوث فرمایا جس کے بعض اصحاب میں دنیا اور آخرت کی صفات سے ستر خصلتیں ہوں گی۔ پس ذرا غور کرو اور تحقیق کرو کہ جو موجود ہے اس میں ستر خصلتیں تو نہیں کیا ان میں سے دس خصلتیں بھی ہیں؟ اُنھوں نے ایسا شخص نہ پایا جس میں دین و دنیا کی یہ خصلتیں جمع ہوں، البتہ ایک شخص میں دنیا کی دس صفتیں جمع پائیں، البتہ دینی صفات سے کوئی صفت نہیں۔

اور یہ دنیاوی خصلتیں زُہیر بن حباب کلبی میں جمع پائیں کہ وہ شاعر، طبیب، شاہ سوار، منجّم، شریف، کاہن، عقیل، انساب کا عارف، پرندوں کے ذریعے کہانت کرنے والا اور رجز پڑھنے والا تھا اور انھوں نے کہا: زُہیر بن حباب تین سو سال تک زندہ رہے اور اس نے چار نسلیں دیکھیں۔

ابن دأب نے کہا: پھر اُنھوں نے عربوں کی تحقیق کی اور تحقیق کرنے والے محققین تھے لیکن ان کو ایک شخص بھی نہ ملا جس میں دین و دنیا کی خصلتیں جمع ہوں سوائے علی بن ابی طالبؑ کے۔ پس لوگوں نے علیؑ سے ایسا حسد کیا کہ دل ان کے فاسد ہوگئے اور اعمال خبط ہوگئے۔ حالاں کہ علیؑ تمام لوگوں سے زیادہ حق دار تھے کیوں کہ اللہ نے مشرکین کے گھروں کو ان کے ذریعے گرایا اور رسولؐ کی مدد کی اور رسولؐ اللہ کی جنگوں میں دشمنوں کو قتل کرکے دین کو ترقی دی۔

حضرت علیؑ جنابِ رسالت مآبؐ کے مددگار

ابن داَب نے کہا: میں نے اُن سے کہا: وہ خصلتیں کیا ہیں؟ اُنھوں نے کہا: رسولؐ کی نصرت، اپنے آپ کو رسولؐ پر قربان کرنا، ان کی حفاظت کرنا، ان سے دشمنوں کو دُور کرنا، رسولؐ اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرنا، زُہد اختیار کرنا، خواہشات کو چھوڑ دینا۔ حیا، کرم، خطابت بلیغانہ، سرداری، حلم، علم، قضاوت، شجاعت، کام یابی پر ترکِ فرج، اور اظہار خوشی کو ترک کرنا، دھوکا نہ کرنا، مکر وفریب سے بچنا، مُثلہ پر قادر ہونے کے باوجود مُثلہ نہ کرنا، اللہ کی طرف خالص رغبت، خدا کی محبت میں کھانا کھلانا اور دنیا سے کوئی شے ان پر کام یابی حاصل نہ کر سکے۔

اپنے نفس کو افضل قرار دینے کو ترک کرنا اور اپنی اولاد کو رعیت پر فضیلت نہ دینا، اور سب کے درمیان برابر تقسیم کرنا، رعیت میں عدالت اور جنگ میں سخت تلوار چلانے والا ہونا، اپنے عوام کے کھانے کے برابر کھانا کھانا اور فقیر ترین شخص کے لباس جیسا لباس پہننا۔ اور لوگوں کے چھوڑ جانے کی صورت میں رسولؐ پر تمام کو جمع کرنے کا باعث ہو اور اللہ کی اطاعت کا حکم دے اور اللہ کے نہی سے نہی کرے اور حفظ جسے عرب عقل کہتے ہیں حتیٰ کہ اسے محافظ کان کہا جائے۔

بزرگی اور حکمت کو پھیلانے والا، اور کلمہ نکالنے والا، موعظہ میں بلیغ، لوگ اس کے محتاج ہوں، جب حاضر ہو تو اس کی بات پر عمل کیا جائے اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے وہ لوگوں پر خرچ کر دے۔ مظلوم کا محافظ، اور مظلوم کا مددگار اور صاحبِ ثروت، شکم اور فرج کے لحاظ سے عفت رکھنے والا ہو۔ اپنے اموال کی خود ایسی اصلاح کرے کہ دوسروں کے مال سے مستغنی ہو جائے، اور ظن اور گمان کو ترک کرنے والا۔ دردوں اور زخموں پر مرہم رکھنے والا تھا۔

سر سے لے کر قدموں تک اپنے جسم میں زخموں کو چھپانے والا ہو، جب کہ ان

(علیؑ) کے جسم پر ہزار زخم تھے، جو فی سبیل اللہ لگے تھے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے اور حدودِ الٰہی قائم کرنے والے تھے، خواہ وہ قیام اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اپنی اولاد پر خدا کی رضامندی کو نہ چھپانے، جو قرآن نے علیؑ کے فضائل بیان کیے، ان کا لوگوں کو اعتراف اور جو رسالت مآبؐ کی طرف سے لوگ احادیث بیان کرتے ہیں کہ علیؑ نے رسولؐ پاک کے ایک لفظ اور کلمہ کو بھی ردّ نہیں کیا اور کسی کام کے لیے بھیجنے پر کبھی ان کے رونگٹے کھڑے نہیں ہوئے اور اس بات کی گواہی وہ لوگ دیتے ہیں جو حضرت علیؑ کے زمانے میں موجود تھے اور ان کی دنیا سے آپ نے اپنا نفس روک دیا اور ان کے احکام میں سے کسی شے کو ترک نہیں کیا اور اس قدر دل اور سینہ کی طاقت رکھتے تھے کہ جب خوارج نے حضرت علیؑ کے خلاف حکم دیا تو سب لوگ مسجد سے بھاگ گئے اور علیؑ منبر پر اکیلے بیٹھے رہے اور لوگوں نے تو یہ باتیں بھی کیں کہ علیؑ کی شہادت پر پرندے بھی روتے تھے۔

ابن شہاب زُہری سے روایت ہے کہ بیت المقدس کی زمین کے پتھر حضرتؑ کی شہادت پر خون کے آنسو رونے لگے، اور ہر پتھر کے نیچے خون دیکھا گیا اور وہ اس قدر عظیم الامر تھے کہ راہبوں نے ان کے بارے میں کلام کی ہے اور حضرتؑ کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور علیؑ نے لوگوں کو بلایا کہ میں تمھیں ہر آنے والی آزمائش اور فتنہ سے آگاہ کر سکتا ہوں جن سے سینکڑوں لوگ گم راہ ہوں گے اور سینکڑوں کو ہدایت ملے گی۔

جو لوگوں نے حضرت علیؑ کے عجائب بیان کیے، جو حضرتؑ خوارج اور ان کے قتل ہونے کے بارے میں مطلع کیا اور اس علم کے باوجود ان کو ترک کر دیا بلکہ حضرتؑ پر گریہ کا غلبہ ہوا حتیٰ کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا:

اے علیؑ! آپ روتے کیوں ہو؟ آپؑ نے عرض کیا: رسولؐ اللہ کی رضامندی

حاصل کرنے کے لیے۔

رسولؐ پاک نے فرمایا: اللہ، اس کے ملائکہ اور رسولؐ تم سے راضی ہیں اور سردیوں میں ان سے سردی دُور اور گرمیوں میں ان سے گرمی دُور ہوگئی۔ پس وہ نہ سردی محسوس کریں گے اور نہ گرمی، اور تلوار فی سبیل اللہ چلائیں گے۔

علیؑ کی نگہبانی

ابن دأب نے کہا: حفیظ اور کرم کیا ہے؟ فرمایا: علیؑ پیدل چلے اور خواتین کو سواریوں پر سوار کیا، دن کو کہیں چھپ کر بیٹھ جاتے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ علیؑ رسولؐ پاک کے پاس آئے تو ان کے پاؤں چھلنی اور خون آلود ہو گئے تھے۔ پس رسولؐ خدا نے فرمایا: یاعلیؑ! تم جانتے ہو کہ خدا نے تمھارے بارے کون سی آیت نازل کی ہے؟ پھر فرمایا وہ یہ ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

پھر تمھاری دعا رب نے قبول کی ہے کیوں کہ اللہ کسی کے عمل کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اور ذکر آپ ہیں اور اُنثیٰ خواتین ہیں، جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (آل عمران آیہ ۱۹۵)

علیؑ کا دشمنوں سے دفاع

اس نے کہا: دفاعِ دشمن کیا ہے؟ ابن دأب نے کہا: جب رسولؐ پاک شعب میں محصور ہوگئے حتیٰ کہ ابوطالبؑ نے اپنا مال خرچ کر دیا اور رسولؐ پاک کو قریش قبیلہ

سے خریداری سے روک دیا گیا تو اس وقت ابوطالبؑ نے علیؑ سے فرمایا: جو اس وقت رسولؐ کے ساتھ ان کے امور اور خدمت، حفاظت اور نگرانی پر مصروف تھے۔ اس نے کہا: رسولِ پاک کے وعدہ کی تصدیق کا مطلب کیا ہے؟

اس نے کہا: رسولِ پاک نے علیؑ سے فرمایا:

جو جہاد کرے اپنے مال، نفس اور خلوص سے تو اسے کثیر ثواب اور کثیر ذخیرہ ملے گا۔ پس علیؑ نے ثوابِ آخرت کے بدلے دنیا کے مفاد کو حاصل نہ کیا اور اپنے آپ کو ایسے شخص پر فضیلت نہ دی جو اہلِ آخرت تھا اور دنیاوی مفاد کو چھوڑ دیا تاکہ قیامت کے دن اکٹھا ثواب حاصل کرے اور اللہ سے عہد کیا کہ دنیا سے قُوتِ لَا یَمُوتُ کے علاوہ کچھ نہ لیں گے اور جو شے بھی حضرتؑ کے جسم کو تھکا دیتی تھی اور آپؑ کے ماتھے پر عرق ریزی کا باعث بنتی تو اسے مقدم کرتے تھے۔ پس خدا نے یہ آیت نازل کی: وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۱۰)

ان سے پوچھا گیا کہ دنیا میں زُہد سے کیا مراد ہے؟ لوگوں نے کہا: علیؑ نے سخت لباس پہنا اور اگر انگلیوں سے قمیص کے بازو طویل ہوتے یا دامن طویل ہوتا تو اس کو تلوار سے کاٹ دیتے۔

ہم نے پوچھا: ترکِ خواہش سے کیا مراد ہے؟ کہا گیا: ایک مرتبہ تمام بنی ہاشم ان کے پاس جمع ہو کر آئے اور طلب کیا تو انھوں نے اپنا لباس دے دیا اور عمومی لباس پہن لیا۔ پھر رونے لگے اور فرمایا: یہ لباس ہدایت ہے جس پر فقیر قناعت کرتا ہے اور مومن اپنا جسم ڈھانپ لیتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا: حیا کیا ہے؟ فرمایا: انھوں نے کبھی کسی پر حملہ نہ کیا جس کے قتل کا ارادہ کرتے تھے، اس نے اپنی شرم گاہ نمایاں کی تو حیا کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔

حضرت علیؑ کا کرم

پوچھا گیا: کرم کیا ہے؟ سعد بن معاذ نے علیؑ سے جب وہ پہلے آنے والا کنوارا تھا، کہا: تجھے کیا مانع ہے کہ رسالت مآبؐ سے ان کی بیٹی کا رشتہ کیوں نہیں مانگتے؟

علیؑ نے فرمایا: میں یہ جرأت کروں کہ رسولؐ پاک سے رشتہ مانگوں؟ اگر ان کی کنیز بھی ہوتی تو جرأت نہ ہوتی یہ تو ان کی بیٹی ہیں۔

پس سعید نے حضرت علیؑ کا یہ قول رسولؐ پاک سے بیان کیا تو رسولؐ پاک نے فرمایا: علیؑ سے کہو کہ وہ رشتہ مانگیں، میں انکار نہ کروں گا۔ جب سعید نے علیؑ سے کہا: تو علی رو پڑے، پھر فرمایا: میں کس قدر سعادت مند ہوں گا کہ قرابت کے ساتھ داماد بھی بن جاؤں اور جو چیز کرم میں معروف ہے وہ اپنے نفس کو پشت کرنا ہے اور کسی پر اپنا شرف ترک کرنا ہے اور ابوطالبؑ کے شرف کو لوگ جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنے باپ اور ماں کے لیے رسولؐ پاک کے عم زاد تھے۔

کیوں کہ ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے اور ان کی ماں فاطمہ بنت اسد بنی ہاشم ہیں، یہ وہ فاطمہؑ ہیں جنھیں لحد میں اُتار کر رسولؐ پاک نے خطاب کیا اور اپنی قمیص کا کفن دیا اور اپنی چادر میں ان کو لپیٹا اور ضمانت دی کہ اللہ آپ کے کفن کو پرانا نہ کرے گا اور آپ کا جسم کبھی ظاہر نہ ہوگا اور قبر کا فرشتہ آپ پر مسلط نہ ہوگا اور رسالت مآبؐ نے حضرت فاطمہؑ بنت اسد کی وقتِ وفات تعریف کی اور ان کی اچھی تربیت کی تعریف کی، جس وقت رسالت مآبؐ ابوطالبؑ کی کفالت میں تھے۔

علیؑ کی بلاغت

البلاغۃ: جب حضرتؑ منبر سے اُترے تو لوگوں نے کھڑے ہوکر کہا: یاامیرالمومنینؑ! ہم نے آج تک آپؑ سے زیادہ بلیغ اور فصیح کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپؑ مسکرائے اور فرمایا: مجھے کون سا مانع ہے جب کہ میں مکّہ میں پیدا ہوا ہوں، ان دوکلموں/

جملوں کے علاوہ کچھ نہ کہا۔

خطابت: کیا اوّلین اور آخرین میں کسی سے ایسے خطاب اور کلام سنا ہے؟ حتیٰ کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر علیؑ کا کلام، ان کے خطبات اور بلاغت نہ ہوتی تو کوئی شخص بہترین تحریر امیر لشکر کو نہ لکھ سکتا اور نہ رعیت کو تحریر کر سکتا۔

ریاست: تمام دشمنانِ علیؑ جو اپنی جہالت، اندھے پن اور گم راہی سے ان سے مقاتلہ و مقابلہ کرتے رہے اور کہتے تھے کہ ہم عثمان کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں حالاں کہ ان کے نفوس اور قلوب میں قدرت نہ تھی کہ وہ حضرت علیؑ کے ساتھ ریاست کا دعویٰ کرتے اور علیؑ نے فرمایا: میں تم سے لڑتا نہیں بلکہ تمھیں اللہ اور رسولؐ کی طرف بلاتا ہوں کہ جو اللہ اور رسولؐ کے لیے اقرار کیا ہے کہ ان کی اطاعت فرض ہے اور رسولؐ پاک کی کتاب اور سنت کا اقرار کر کے اطاعت کرو۔

حلم: صفیہ بنت عبداللہ بن خلف خزاعی نے حضرت علیؑ کے بارے میں کہا کہ خدا تمھاری عورتوں کو کنیزیں بنائے جس طرح تم نے ہماری عورتوں کو کنیزیں بنایا ہے اور خدا تمھارے بچوں کو یتیم کرے جس طرح تم نے ہمارے بچوں کو یتیم کیا ہے۔ لوگوں نے اس عورت پر حملہ کرنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا: اس عورت کو چھوڑ دو اور لوگوں نے چھوڑ دیا تو اس عورت نے اپنے اہل سے کہا کہ برباد ہو تمھارا دین۔ یہ علیؑ کے حلم کا کلام عجب ہے۔

علم: کس قدر عمر کے اقوال ہیں کہ لولا علیٌ لهلك عمر

المشورہ: جس معاملے میں لوگوں نے ان سے مشورہ لیا تو ان کو مشکل سے نکالا۔

القضاۃ: فیصلہ کرنے میں کوئی بھی ان سے مقدم نہ تھا۔

شجاعتِ علیؑ:

وہ شجاعت کے اس مرتبے پر فائز تھے کہ سابقین سے کوئی اس مرتبے پر فائز ہوا

اور نہ آخرین میں سے کسی کو یہ مرتبہ نصیب ہوگا۔ انھوں نے کبھی پشت نہ پھیری تھی اور جوان کے مقابل آیا وہ قتل ہوا اور جب کسی نے مبارزہ کے لیے طلب کیا تو کسی سے کبھی خوف زدہ نہ ہوئے۔

کسی کے طول پر (عمودی) حملہ کیا تو اُسے چیر دیا اور کسی کے عرض پر (اُفقی) ضرب ماری تو دو برابر ٹکڑے کر دیے۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ جب رسولؐ پاک نے علی علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار کیا تو علیؑ نے عرض کیا: میرے ماں باپ اور میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں، مجھے گھوڑوں کی کیا پرواہ ہے؟ میں کسی کے پیچھے نہیں دوڑتا اور نہ کسی سے بھاگتا ہوں اور جب تلوار چلاتا ہوں تو اس پر جو مجھ پر تلوار چلانا چاہتا ہے۔ پھر حضرت نے فرح اور خوش حالی کو ترک کیا اور رسولؐ پاک کی طرف بشارت آئی کہ اُحد میں جس قدر قتل ہوئے ہیں وہ علیؑ نے کیے ہیں تو وہ کبھی خوش نہ ہوئے اور تکبر نہ کیا۔

ابو دجانہ فخریہ طور پر دونوں صفوں کے درمیان چلے تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: یہ انتشار اگرچہ اللہ کو بہت ناپسند ہے البتہ اس طرح کے مقام پر درست ہے۔

علی، اللہ و رسولؐ کے محبوب

پھر خیبر میں مرحب اور دوسروں کے جنگ اور بعض اصحاب کے فرار کرنے پر رسالت مآبؐ نے فرمایا: لاعطین الرأیة رجلا، میں کل علَم سالاری اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اسے محبوب رکھتے ہیں اور کبھی فرار کرنے والا نہیں تو دوسرے دن حضرت علیؑ کو چنا کہ یہ فرار نہیں تاکہ ان سے پہلے فرار کرنے والوں کی مذمت ہو جائے، پس حضرت علیؑ نے خیبر کے دروازے کو اُکھاڑ دیا اور مرحب کو قتل کیا اور اکیلے اس دروازے کو اٹھایا جسے چالیس شخص بھی نہ اُٹھا سکتے تھے۔

جب یہ بات رسولؐ اللہ تک پہنچی تو خوش ہو کر اُٹھے۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا کہ رسولؐ پاک ان کی طرف آرہے ہیں تو وہ دوڑ کر جلدی سے رسولؐ پاک کے پاس پہنچ

گئے۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: مجھے آپ کی شجاعت کا علم ہے، میں تم سے بہت راضی ہوں تو علیؑ رو پڑے۔

رسولؐ پاک نے فرمایا: اے علیؑ! آپ روتے کیوں ہیں؟ عرض کیا: میں خوشی سے کیوں نہ روؤں کہ رسول اکرمؐ مجھ پر راضی ہیں۔ پھر رسالت مآبؐ نے ان سے فرمایا: اللہ، اس کے فرشتے اور اس کے رسولؐ سب آپ پر راضی ہیں۔ پھر رسالت مآبؐ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا: اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمھارے بارے وہ باتیں کریں گے جیسے حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں نصاریٰ نے کہیں تو میں تمھارے بارے ایسی بات کرتا کہ آپ جب بھی مسلمانوں کے پاس سے گزرتے تو لوگ تمھارے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے۔

علیؑ نے کبھی دھوکا نہ کیا

تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ علیؑ نے کبھی دھوکا، مکر اور فریب نہ کیا۔ ایک مرتبہ تمام لوگوں نے کہا کہ جو آپؑ کے مخالف ہیں پہلے ان کی ولایت کا حکم جاری کریں پھر انھیں معزول کر دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: دھوکا، فریب، مکر کرنے والا جہنم میں جائے گا۔

حضرتؑ نے مُثلہ نہ کیا اور اپنے فرزند حسنؑ سے کہا: اے بیٹے! میرے قاتل کو قتل کرنا لیکن اس کا مُثلہ نہ کرنا کیوں کہ رسولؐ خدا نے اسے ناپسند قرار دیا ہے خواہ وہ باؤلا کتا ہی کیوں نہ ہو۔

پھر حضرتؑ نے صدقہ دے کر قربِ خداوندی حاصل کیا۔ رسولؐ پاک نے آپؑ سے فرمایا: یا علیؑ! آپؑ نے رات کو کیا عمل کیا ہے؟ مولا علیؑ نے پوچھا: آپؐ کس لیے پوچھتے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! آپ (کے اس عمل سے آپ) کے لیے چار بلندیاں عطا ہوئی ہیں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے پاس چار درہم تھے۔ ایک درہم رات کو صدقہ دیا اور ایک دن کو، ایک چھپ کر اور ایک ظاہر کر کے صدقہ دیا۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: اللہ نے تمھارے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (البقرہ، آیہ ۲۷۴)

پھر فرمایا: کیا اس صدقے کے علاوہ بھی کوئی کام کیا ہے؟ اللہ نے مجھ پر سترہ آیات نازل کیں پھر بعض آیات کی تلاوت کی: اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا سے لے کر اس قولِ خدا تک اِنَّ هٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا ○ (الدھر، آیہ ۵ تا ۲۲)

اور ارشادِ قدرت کہ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اور علیؑ نے کسی مقام پر یہ نہیں کہا: اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ○

لیکن اللہ نے یہ کہہ دیا کیوں کہ خدا علیؑ کے دل کی بات کو جانتا تھا کہ انھوں نے اللہ کی خوش نودی کے لیے مسکین، یتیم، اسیر کو کھانا دیا اور علیؑ کے بولے بغیر اللہ نے خبر دے دی۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے دنیا! اپنی سفیدی اور زردی سے میرے غیر یعنی امیر شام اور اہلِ شام کو دھوکا دے کل جب وہ تیرے پاس آئیں گے۔ اور فرمایا کہ میں مومنین کا بادشاہ ہوں اور مال ظالموں کا بادشاہ ہے۔

حضرت علیؑ کی تواضع

حضرت علیؑ نے خود اور اپنی اولاد کو کسی دوسرے پر فضیلت دینا ترک کر دیا، ایک مرتبہ آپ کی بہن جنابِ اُم ہانی بنت ابی طالبؑ نے اپنی کنیز کو بھیجا تو حضرت علیؑ نے

انھیں بیس درہم دیے۔ انھوں نے کنیز سے پوچھا کہ کتنے درہم دیے، تو اس نے کہا: بیس تو وہ ناراض ہو کر چلی گئیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ آپ پر رحم کرے کیا واپس جا رہی ہیں۔ ہم نے کتابِ خدا میں اسماعیلؑ کی نسل کی نسلِ اسحاقؑ پر کوئی فضیلت نہیں دیکھی۔

ایک مرتبہ خراسان سے شاہِ ایران کی بیٹیاں قید کر کے لائی گئیں تو حضرت علیؑ نے ان سے پوچھا: میں تمھاری شادیاں کر دوں؟ تو انھوں نے کہا: نہیں، ہمیں ایسی شادیوں کی ضرورت نہیں کیوں کہ ہمارے کفو نہیں، ہاں اگر اپنے بیٹوں سے ہماری شادی کریں تو وہ ہمارے کفو ہیں، یعنی اگر اپنے بیٹوں سے شادی کریں تو ہم راضی ہیں۔ گویا حضرتؑ نے ناپسند کیا کہ وہ دوسرے مسلمانوں پر اپنی اولاد کو فضیلت دیں۔

ایک مرتبہ حضرتؑ کی طرف سمندر سے غوطہ زنی کے بعد نکالے گئے موتی تحفہ میں لائے گئے۔ ان کی قیمت معلوم نہ تھی۔ حضرت علیؑ کی بیٹی اُم کلثومؑ نے عرض کیا: باباؑ! کیا میں ان موتیوں سے اپنے زیور بنوا سکتی ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: اے ابورافع! ان موتیوں کو بیت المال میں جمع کر دو، مجھے ان کی ضرورت نہیں حتیٰ کہ ہر مسلمان عورت کے پاس اس قسم کے زیور ہوں (ورنہ میں اپنی بیٹی کو یہ نہیں دوں گا)۔

جب حضرتؑ خلیفہ بنے تو خطاب کیا: اے مہاجرین و انصار! اے قریش! یہ جان لو کہ میں کبھی تمھاری غنیمت کو ذرا بھر کم نہ کروں گا، جو میرے پاس یثرب کے اموال ہیں اور تم دیکھو گے کہ میں خود کو اور اپنی اولاد کو محروم کر کے تمھیں ضرور عطا کروں گا۔ سیاہ و سرخ برابر ہوں گے۔ پس عقیلؑ بن ابی طالبؑ اُٹھے اور کہا کہ آپؑ مجھے اور ایک سوڈانی حبشی کو برابر سمجھیں گے؟ فرمایا: اے بھائی! اللہ تم پر رحم کرے، بیٹھ جاؤ، میں کسی کو فضیلت نہ دوں گا مگر سابقہ اسلامی خدمات اور تقویٰ کی وجہ سے۔

حضرت علیؑ کا لباس

زیاد بن شداد الحارثی، رسولؐ اللہ کے صحابی نے اپنے بھائی عبداللہ بن شداد پر

نمایش کی اور کہا: اے امیر المومنینؑ! میرا بھائی عبادت میں مصروف ہو کر گھر میں بند ہو گیا ہے اور لباس بھی ادنیٰ سا پہن لیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے امیر المومنینؑ! کیا آپؑ کا لباس پہن سکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ تمھارے لیے جائز نہیں کیوں کہ مسلمانوں کے امیر کے لیے حکم دیں کہ رعیت میں سے فقیر کا سا لباس پہنے تا کہ فقیر کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور تم اپنی شان کے مطابق اچھا لباس پہنو کیوں کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور نعمت کا عملی طور پر اظہار کرنا۔ نعمت کا تذکرہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

برابری کی تقسیم

حضرتؑ رعیت میں عدل و انصاف اور برابری سے تقسیم کرتے تھے۔ مدینہ کے بیت المال کا متولی حضرت عمار بن یاسرؓ اور ابوالہیثم بن نیہان کو بنایا تو ان کو لکھا: عربی، قریشی، عجمی اور اسلام میں تمام قبائل عرب اور عجم برابر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرتؑ کے پاس سہل بن حنیف اپنے سیاہ غلام کو ساتھ لائے اور پوچھا کہ اس کو کس قدر شہریہ دیں؟ آپؑ نے فرمایا: جس قدر تم خود شہریہ لیتے ہو، اسے بھی اتنا ہی ادا کرو۔ اس نے کہا: میں تین دینار لیتا ہوں۔ حضرتؑ نے حکم دیا کہ اس غلام کو بھی تین دینار دیے جائیں۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ اب بعض کو بعض پر فضیلت نہیں سوائے تقویٰ عنداللہ کے، تو طلحہ اور زبیر عمار بن یاسرؓ اور ابوالہیثم بن نیہان کے پاس آئے اور کہا: اے ابویقظان! ہمارے لیے اپنے صاحب و مالک سے اجازت مانگو۔ انھوں نے کہا: علیؑ تو ایک مزدور کے طور پر بیلچہ اُٹھا کر ایک کنویں پر مزدوری کرنے گئے ہیں۔ حضرتؑ نے کنویں سے پانی نکالا اور اس زمین میں کھجوریں کاشت کیں ــــــ تھی حضرتؑ کی رعیت میں عدل اور برابری کی تقسیم۔

علیؑ کا کھانا

ابن داَب نے کہا: ہم نے (کسی) پوچھا کہ رعیت کے کم ترین کھانے سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: وہ گندم کی روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور جَو کی روٹی اور زیتون خود کھاتے تھے اور اپنے کھانے کو کسی برتن میں بند کر دیتے تھے اور مُہر لگا دیتے تھے تا کہ کوئی اس میں اضافہ نہ کر دے۔ حضرت علیؑ رعیت سے ہدیہ نہ لیتے تھے کیوں کہ ہدیہ قبول کرنا مسلمانوں سے خیانت ہے۔

علیؑ کی قاطعیت

داَب سے پوچھا گیا کہ قاطعیت سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: جب حضرت علیؑ جنگ سے واپس ہوتے ہوئے ایک کھجور کے باغ میں آئے اور لوگ اپنے گھروں کو جانے لگے تو انھوں نے پوچھا: اے امیرالمومنینؑ! ہماری تلواریں اور نیزے کند ہو گئے ہیں، ہمیں اجازت دیں کہ ہم جدید اسلحہ سے مسلح ہو کر آئیں۔ حضرت علیؑ نے اسی باغ میں پڑاؤ رکھا اور فرمایا: رات بھر جاگنے والا رات کی جنگ اور دن کی پیاس اور عورتوں اور بچوں کے مفقود ہونے پر شاکی نہیں، جو منحرف ہو جائے وہ واپس نہیں آتا اور جو قائم رہے وہ ثابت قدم رہتا ہے۔ جب کوفہ آئے تو منبر پر یہ خطبہ دیا:

خدا کی قسم! تم آرام پسند شیر ہو جو مکہ کے پہاڑوں میں رہتے ہیں اور دھوکا دینے والی لومڑیوں کی طرح ہو، تم ایسا ستون نہیں جس پر اعتماد کیا جائے اور نہ ایسی پناہ گاہ ہو جو کسی کو امن دے سکے۔

> "اے لوگو! تمھاری جمیعت تو اکٹھی ہے لیکن تمھارے دل اور خواہشات مختلف ہیں۔ جو تمھیں بلائے تم اسے عزت نہیں دے سکتے اور جو تمھارا انتخاب کرے تم اسے سکون فراہم نہیں کر سکتے۔ تم میرے بعد کس امام کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے اور کون سے

گھر کا دفاع کرو گے؟ حضرتؑ اپنی جنگ کے آخر میں بہت
شدت سے افسوس کناں اور غضبناک تھے کیوں کہ لوگ آپ کو
چھوڑ کر چلے گئے تھے"۔

حفظِ علیؑ

اس نے پوچھا: حفظ کیا ہے؟ کہا کہ حفظ وہ ہے جس کو عرب عقل کہتے ہیں۔
رسولؐ پاک نے علیؑ سے جو بات بھی کی تو انھوں نے یاد کر لی اور محفوظ کر لی اور رسولؐ پاک نے علیؑ سے جو بات بھی کی تو انھوں نے یاد کر لی اور محفوظ کر لی اور رسولؐ پاک پر جو بھی نازل ہوا تو مراد وہی علیؑ تھے اور جو کچھ آسمانوں سے زمین کی طرف عجائب نازل ہوئے، ان کے بارے علیؑ سے سوالات ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؑ رسولؐ پاک کے دروازے پر آئے تو ملائکہ حضرت رسولؐ پر درود وسلام پڑھ رہے تھے۔ آپؑ کھڑے رہے یہاں تک کہ ملائکہ فارغ ہو گئے۔ پھر حضرت علیؑ رسولؐ پاک کے پاس داخل ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ پر چار صد سے زیادہ فرشتوں نے درود پڑھا ہے۔
حضورؐ نے فرمایا: تمھیں کیسے پتا چلا کہ وہ چار سو ملائکہ تھے؟ عرض کیا: کہ میں نے ان کی لغات کو شمار کیا وہ چار سو سے زیادہ تھیں کیوں کہ ہر فرشتہ اپنی زبان میں رسالت مآبؐ پر درود بھیجتا ہے اور ہر فرشتے کی زبان الگ ہوتی ہے۔

فصاحتِ علیؑ

لوگوں نے حضرت علیؑ سے یک زبان ہو کر کہا: یاامیرالمومنینؑ! ہم نے آپؑ سے زیادہ فصیح کلام اور عربی کلام بولنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے کون سا مانع ہے میں مکی اور بیت اللہ میں آنے والا ہوں۔
ابن دأب نے کہا: لوگوں نے محسوس کیا اور وہ معیوب سمجھتے تھے اس شخص کو جو

کلامِ مشابہ سے استعانت لیتا۔ اور عتاب کرتے تھے اس شخص کو کلام کرنا اور جسم کے بعض حصوں پر ہاتھ ملتا یا اپنے کلام میں کسی کے کلام سے مدد لیتا۔

لوگ کہتے ہیں: علیؑ چاشت کے وقت سے زوالِ شمس تک کلام کرتے اور تمام کلام فصیح ہوتا اور ہر کلام میں دوبارہ استعمال شدہ کلام داخل نہ ہوتا تھا۔ ایک دن لوگوں نے سنا کہ حضرتؑ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! میں تمھارے پاس اپنے اختیار سے نہیں تمھارے مجبور کرنے پر آیا ہوں، تم میرے بعد قیدی ہوجاؤ گے اور ایسے لوگوں کے قیدی جو تمھاری غیرت سے کھیلیں گے۔

خدا کی قسم! تم اپنے پیچھے کچھ بھی نہ چھوڑ جاؤ گے، نہ تمھارا کوئی شہر اور نہ جنگ کرنے والا ہوگا۔ جس کا قبیلہ وارث ہے اور وہ تمھارے خزانے حجلہ عروسی سے بھی نکال لیں گے اور ہر دوسرا پہلے سے سخت اور ظالم ہوگا۔ جو تمھارے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کردے گا۔

خدا کی قسم! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں جھوٹ بولتا ہوں، جس نے مجھے جھوٹا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں سب سے پہلے ایمان لانے والا، اور رسولؐ پر ایمان کا اظہار کرنے والا اور سب سے پہلے تصدیق کرنے والا ہوں۔

خدا کی قسم! عن قریب تمھارا سورج غروب ہوجائے گا اور بربادی ہے اُس اُمت کے لیے جو بغیر قیمت کے ناپ تول کرے اور اگر ناپ کا کوئی پیمانہ ہے۔ اگر میں تمھیں ناپسند پر مجبور کروں جس کی اللہ نے عاقبت بہتر کی ہے۔ اگر تم ثابت قدم رہو تو کامیاب رہو گے اور اگر تم ٹیڑھے ہوئے تو تمھیں سیدھا کروں گا، اگر تم نے انکار کیا تو تم سے ابتدا کروں گا۔

اے میرے اللہ! یہ فرات اور دجلہ نہریں ہیں جو بہری، اندھی اور گونگی ہیں۔

اے میرے اللہ! ان پر اپنا سمندر مسلط فرما اور ان سے اپنی نصرت سلب فرما۔ لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا گیا۔ انھوں نے اسے قبول کیا اور قرآن کی تلاوت کی اور اسی کو حاکم بنایا۔ اور انھیں جہاد کی طرف برانگیختہ کیا تو وہ جنگ کی طرف بھاگ کر آئے اور تلواریں نیام سے نکالیں، اور نیزوں کو سیدھا کر کے قطاریں بنا دیں۔ ایک صف ہلاک ہوگئی اور ایک صف کامیاب ہوئی اور وہ نجات سے خوش نہیں اور فنا کے قائل نہ تھے۔ یہ ہمارے بھائی ہیں جو چلے گئے پس ان کی تعریف کرنا ان کا حق ہے۔

پھر ہم نے علیؑ کو دیکھا کہ آپؑ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے اور آپؑ فرما رہے تھے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ابن دأب نے کہا: یہ وہ ہے جو میں نے کلام یاد کیا اور جو حضرتؑ کا کلام مجھ سے سقط ہوا، اس سے زیادہ اور لمبا ہے۔

حکمتِ علیؑ

حکمت یعنی اپنی ذہانت سے ایسا کلمہ نکالنا کہ عقل دنگ رہ جائے تو حضرت علیؑ کے حکمت آمیز کلام جیسا کلام آج تک متکلم نہ دے سکے کہ جس میں نصیحت کا سمندر بند ہو، ان کو تمام حکمتیں یاد تھیں۔ ایک شخص نے کہا کہ وہ نہی کرتے تھے لیکن حکمت نہتی نہ ہوتی اور اس کا امر کرتے جو وہ بجا لاتے تھے تاکہ باقی کو بھی ادا کریں اور جو ادا کیا ہے اسے بھول جائیں۔ آپؑ نے فرمایا: کچھ لوگ نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں لیکن ان جیسے اعمال نہیں کرتے۔ ظالموں کو ناپسند کرتے ہیں لیکن خود ظالم ہیں۔ دنیا جو فنا ہونے والی ہے اس کی طرف مبارزت کرتے ہیں اور آخرت جو باقی رہنے والی ہے اس کو چھوڑ دیتے، موت کو اپنے گناہوں کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں لیکن زندگی میں گناہ چھوڑتے نہیں۔

لوگوں سے بے نیاز علیؑ

لوگ سب ان کے محتاج تھے اور وہ کسی کے محتاج نہ تھے وہ کبھی ظالم کے پاس نہ جاتے لیکن ہر ایک کی مدد کرتے جیسے یہودیوں کا آنا اور سوال پوچھنا اور حضرتؑ کی تعریف کرنا۔ حضرتؑ نے یہودیوں کو اُس تورات کے احکام بتائے، جو تورات ان یہودیوں کے پاس نہ تھی۔ اور کس قدر یہودی تھے جو مسلمان ہو گئے اور ان کے اسلام لانے کا سبب خود مولا علیؑ تھے۔

حضرت علیؑ کبھی کسی کے دروازے پر جا کر کسی سے ایک کلمہ تک نہ پوچھا اور نہ کسی سے ایک حرف کا استفادہ نہ کیا۔

مظلوم کی مدد

آپؑ مظلوم اور مسکینوں کی مدد کرتے۔ کوفیوں نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن قیس ہمدانی نے ایک دن حضرت علیؑ کو ایک کھلی جگہ پر دھوپ میں کھڑے دیکھا تو عرض کیا: یا علیؑ! آپؑ اس گرمی میں یہاں کیسے؟ آپؑ نے فرمایا: میں یہاں نہیں آیا مگر مظلوم کی اعانت کرنے کے لیے اور فریادی کی فریادرسی کے لیے۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک عورت آئی، اس کی فریادسنی۔ وہ عورت نہ جانتی تھی کہ وہ دنیا میں اب کیسے زندہ رہے گی۔

اس عورت نے کہا: یا امیر المومنینؑ! مجھ پر میرے شوہر نے ظلم کیا اور مجھ پر تجاوز کیا۔ اُس نے قسم اٹھائی کہ مجھے ضربیں لگائے گا۔ آپؑ میرے ساتھ آئیں تا کہ اس کا غضب ٹھنڈا ہو جائے۔

حضرتؑ نے ایک لحظہ سر جھکایا اور پھر اٹھایا اور فرمایا: اب میں مظلوم کو اس کا حق دلاؤں گا۔ پھر عورت سے پوچھا کہ تمھارا گھر کہاں ہے؟ اس نے گھر کا محلِ وقوع بتایا۔ حضرتؑ اس کے ساتھ چل پڑے اور اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک جوان رنگ دار چادر لپیٹے دروازے پر آیا۔ حضرتؑ نے اسے فرمایا: خوفِ خدا کرو تم

نے اپنی بیوی کو ذلیل وخوار کر رکھا ہے۔ اس شخص نے کہا: تم کون ہو اور یہ کون شکایت کرنے والی۔ خدا کی قسم! میں اسے اب تمھاری سفارش کی وجہ سے آگ میں جلاؤں گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرتؑ کسی مکان میں جاتے تو ایک درّہ تازیانہ اپنے ہاتھ میں رکھتے اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ اس جوان سے فرمایا کہ میں تجھے امر بالمعروف کر رہا ہوں اور منکر سے نہی کر رہا ہوں جب کہ تو نیکی کو رد کرتا ہے ابھی توبہ کرو، ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔

لوگ اِدھر اُدھر کی گلیوں سے وہاں جمع ہو گئے اور حضرت علیؑ سے سوال کرنے لگے۔ اس جوان کے ہاتھوں سے تلوار گر پڑی اور عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! مجھے معاف کر دیں، اللہ آپ کو اجر عطا کرے گا۔ خدا کی قسم! اب میں اس زمین کی طرح ہو جاؤں گا جو مالک کی اطاعت کرتی ہے۔ حضرتؑ نے عورت کو اپنے گھر جانے کا حکم دیا اور خود واپس آنے لگے تو یہ فرما رہے تھے: ہزاروں مناجات سے صدقہ، نیکی کا حکم اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ثواب زیادہ ہے اور خدا کی حمد ہے کہ اس بیوی اور اس کے شوہر کے درمیان میری کوشش سے خدا نے صلح کرا دی اور خدا فرماتا ہے:

کثیر مناجات میں اتنی بھلائی نہیں مگر صدقہ، نیکی کے حکم کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے کا ثواب اور بھلائی بہت زیادہ ہے۔ اور جو شخص خوش نودیٔ خدا کے لیے یہ کام کرے تو عنقریب ہم ان کو اجر عظیم عطا کریں گے۔

حضرت علیؑ کی مروت

علیؑ کی مردانگی، بطن اور فرج کی عفت اور مال کی پاکیزگی ایسی صفات کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے پہاڑوں سے قیمتی معدنیات نکالی ہوں اور ان کو صدقہ وخیرات میں تقسیم کر دیا ہو تا کہ اپنے آپ کو آگ سے محفوظ رکھیں۔ اور اہلِ زمین سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جس کے نبات سے ایک نخلہ پی جائے۔

ابن دأب کہتے ہیں: حضرت علیؑ ایک بوری اُٹھاتے جس میں تین لاکھ گٹھلیاں ہوتیں تو آپؑ سے پوچھا جاتا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کرتے کہ اس میں تین لاکھ کھجوریں ان شاء اللہ ہیں تو ان تمام گٹھلیوں کو کاشت کرتے اور کسی گٹھلی کو ضائع نہ ہونے دیتے۔

پھر حضرتؑ نے کسی کو حقیر اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھا۔ آپؑ جنگِ اُحد سے واپس آئے تو آپؑ کے جسم میں اسّی گہرے زخم لگے ہوئے تھے کہ دوا ایک طرف سے داخل کرتے تو دوسری طرف سے نکل جاتی۔ پس رسولؐ پاک واپس آئے تو دیکھا کہ علیؑ کا جسم مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا بن گیا ہے تو رسالت مآبؐ نے گریہ کیا اور فرمایا: جس شخص کو خدا کی راہ میں یہ تکلیفیں ملیں اللہ کا حق ہے کہ وہ اسی طرح کرے۔

حضرت علیؑ نے رسالت مآب کو جواب دیتے ہوئے عرض کیا اور رو پڑے۔

یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور حمدِ خدا ہے جس نے مجھے آپ کو چھوڑ کر بھاگتے نہیں دیکھا اور نہ میں نے فرار کیا۔ میرے والدین آپؐ پر قربان ہوجائیں۔ میں شہادت سے کیوں محروم ہوا ہوں؟

رسالت مآبؐ نے فرمایا: وہ شہادت بھی کبھی مل جائے گی۔ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ابوسُفیان نے ہمارے پاس وعدہ بھیجا ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: میرے ماں باپ قربان ہوجائیں اگر دنیا کے تمام لوگ مجھ پر حملہ کردیں تب بھی آپ کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران، آیہ ۱۴۵)

علیؑ اور دردوں کا چھپانا

پھر کبھی علیؑ نے اپنے زخموں کی شکایت کسی سے نہ کی، اور روایت میں ہے کہ دو

عورتیں جو زخمیوں کا جنگ کے میدان میں علاج کرتی تھیں۔ ان دونوں نے رسالت مآب کو شکایت کی: یارسولؐ اللہ! ہم تو علیؑ کے زخموں سے ڈر گئی ہیں کہ دوائی ایک طرف سے ڈالتی ہیں تو دوسری طرف سے نکل آتی ہے اور علیؑ اس قدر زخموں کے دردوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔

راوی کہتا ہے: حضرت علیؑ کے دنیا سے جاتے وقت ان کے جسم کے زخم شمار کیے گئے تو تقریباً ہزار زخم تھے جو سر سے لے کر قدموں تک لگے ہوئے تھے۔

علیؑ اور امر بالمعروف

ایک دن حضرتؑ نے خطاب فرمایا: اے لوگو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، کیوں کہ امر و نہی ادا کرنے سے موت قریب نہیں آتی اور رزق جلدی اور زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرتؑ نے ایک مسجد کے حوض سے وضو کیا تو ایک شخص نے حضرتؑ کو دھکا دے دیا اور درّے سے مارا۔ حضرتؑ نے فرمایا: جو تو نے کیا ہے اچھا نہیں کیا۔ ابھی مجھ سے کم زور آئے گا تو کیا تو اس سے بھی یہی کرے گا؟

حضرتؑ نے حدودِ الٰہی کو ایسا جاری کیا کہ تمام لوگوں کو چاہے وہ بڑے سے بڑے تھے یا چھوٹے سے چھوٹے، سب پر حدودِ الٰہی جاری کیں۔

کسی نے سنا ہے کہ کسی بڑے آدمی پر حد جاری ہوئی ہو؟ وہ صرف علیؑ تھے جنھوں نے حدّ جاری کی۔ ان میں سے ایک عبیداللہ بن عمر بن خطاب، قدامہ بن مظعون، ولید بن عقبہ، جنھوں نے شراب پی اور لوگ چلے گئے لیکن حضرتؑ نے اپنے ہاتھ سے ان پر حدّ جاری کی حالاں کہ ڈر یہ تھا کہ شاید یہ حدودِ الٰہی کی بغاوت نہ ہو جائے۔

حضرتؑ نے امر و نہی کے لیے قرآن میں وہ آیات جو رسولؐ پاک کی جنگوں سے متعین تھیں اور جن میں فضائلِ رسولؐ تھے، لوگوں میں ذکر کیں اور لوگوں کو سمجھائیں

اور ایسے فضائل بتائے کہ جنھیں شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حرف بہ حرف نبیؐ کی اتباع

پھر لوگوں نے اجتماع کیا اور رسولؐ اللہ پر رد نہ کیا اور اپنے مقام پر قائم رہے۔ سفر میں رسالت مآبؑ کی خدمت کرتے اور حضرتؑ کی مشک بھر کر لاتے اور ہر وقت تلوار لے کر رسولؐ پاک کے سر پر کھڑے رہے جب تک رسالت مآبؐ بیٹھنے کا حکم نہ دیتے۔ اور کئی مرتبہ دوسروں کو پانی کے لیے بھیجتے لیکن وہ نہ لا سکتے تو حضرت علیؑ پانی لاتے۔ آپ صاف ستھرا پانی لاتے اور ارواح ان کا استقبال کرتیں۔ جب نبی پاک کو یہ حالات بتائے تو آپؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ آپؐ کے دائیں کیا تھا، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ ہزاروں ملائکہ کے ساتھ آپؐ کے ساتھ تھے۔



دشمنوں کا اعتراف

علیؑ کو دُکھ دینا نبیؐ کو دُکھ دینے کے مترادف ہے

جناب عُروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عمر بن خطاب کے دربار میں حضرت علی علیہ السلام سے نزاع کیا تو عمر نے کہا: اے شخص! کیا اس قبر والے کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ عمر نے کہا: علیؑ کا ذکر اچھے انداز میں کیا کرو اور اگر تم نے ان کی تنقیص کی تو اس صاحبِ قبر (حضور نبی کریمؐ) کو بہت تکلیف اور دُکھ ہوگا۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ کسی طرح اسے یہ خبر پہنچی کہ کسی کا خیال ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو تنقیص کرتا ہے تو اپنے اصحاب میں کھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنے گھر کا دروازہ ایسا بند کردوں کہ پھر زندگی بھر نہ کھولوں یہاں تک کہ مرجاؤں، کیوں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ کسی نے کہا کہ میں رسولؐ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ہستی رسولؐ اللہ کے انیس، صحابی، جاںنثار، رسولؐ پاک سے مصائب اور تکالیف کو دُور کرنے والے حضرت علیؑ کی تنقیص کرتا ہوں حالاں کہ وہ علیؑ ہی تھے جنھوں نے قرآن کی قرأت کی تو اس کو عزت دی اور علم حاصل کیا تو اسے ذخیرہ بنایا اور اسے اطاعت رب میں استعمال کیا۔ جو جنگی سختیوں میں صابر تھے۔ اور مصیبتوں اور تکالیف کے وقت اللہ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔

انھوں نے کتابِ خدا پر عمل کیا اور اپنے نبیؐ، عم زاد بھائی کے لیے مخلص تھے۔ رسالت مآبؐ نے ان کو اپنا بھائی کہا اور ان کو اپنا رازدان بنایا۔ انھوں نے بچپن ہی میں

رسولؐ اللہ کے ساتھ جہاد کیا اور جوان ہو کر جنگیں کر کے رسالت مآبؐ کے دشمنوں کو قتل کیا۔ اور دین خدا کے لیے بڑے بڑے بہادروں اور شہسواروں کو قتل کیا، حتیٰ کہ جنگیں فتح ہوئیں اور وہ ہمیشہ نبی اکرمؐ کے نقشِ قدم پر ایسے چلنے والے تھے کہ کوئی شے مانع نہ تھی اور نبی آخر الزمانؐ اس دنیا سے چلے گئے تو علیؑ پر راضی اور خوش تھے۔ وہ تمام مسلمانوں سے اعلم، تمام سے زیادہ فہیم، سب سے سابق الاسلام اور بے مثال فضائل کے حامل تھے۔ آپؑ کی شجاعت بے مثال تھی، اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے والے تھے، غفلت کے مقام پر عمل کرنے والے، سردیوں میں پاک اور صاف ستھرے رہنے والے، نمازوں میں خشوع کرنے والے اور نفس کو لذات سے دُور رکھنے والے، متواضع، اچھے اخلاق کے مالک، کریم الطبع اور نبیؐ کی سنت کی اتباع کرنے والے تھے۔ ایسے شخص کے بارے میں مَیں کیا کچھ کہہ سکتا ہوں جو مجھے ہلاکت میں ڈال دے۔ میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص ایسے فضائل کے مالک حضرت علی علیہ السلام کی تنقیص کرے۔ پس ہمیں اذیت نہ دو اور ہلاکت کے راستے پر چلنے سے اجتناب کرو۔

اعلم العلماء علیؑ

ابی الزعراء سے مروی ہے کہ عبداللہ نے کہا: زمین کے عالم صرف تین ہیں: ایک شام میں، ایک حجاز میں اور ایک عراق میں ہے۔ یعنی شامی عالم ابودرداء ہیں اور حجازی عالم حضرت علی بن ابی طالبؑ ہیں اور عراقی عالم کوفہ میں تمھارا بھائی ہے۔ البتہ عراقی اور شامی عالم دونوں حجازی عالم کے ہمیشہ محتاج ہیں، جب کہ حجازی عالم کبھی ان کے محتاج نہیں ہوئے۔ (الخصال، ج ۱، ص ۸۲)

حبشی بن جنادہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا: یاخلیفة رسول اللہ۔ میرے ساتھ رسالت مآبؐ نے وعدہ کیا تھا، مجھے تین میٹھی کھجور عطا فرمائیں تو حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو بلایا اور کہا:

یا ابا الحسنؑ! یہ شخص کہتا ہے کہ رسولؐ پاک نے مجھے کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ علی علیہ السلام نے اسے کھجوریں دے دیں۔

ابوبکر نے کہا: ان کھجوروں کو شمار کرو تو ہر مٹھی میں کھجوروں کے ساٹھ دانے تھے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: رسولؐ پاک نے سچ فرمایا تھا۔ ہجرت کی رات میں نے سنا جب ہم مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: میری مٹھی اور علیؑ کی مٹھی برابر ہیں۔

علیؑ کا ایمان آسمانوں سے زیادہ

جناب عبداللہ بن حوبۃ العبدی سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس دو شخص آئے جنھوں نے کنیز کی طلاق کے بارے میں پوچھا تو اس نے علیؑ کی طرف دیکھا اور کہا: آپ کنیز کی طلاق کے بارے کیا کہتے ہیں؟ جناب امیرؑ نے بڑی انگلی اور ساتھ والی (یعنی دو انگلیاں) دکھا کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ عمر نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ کنیز کی دو طاقتیں ہوتی ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں کیوں کہ آپ امیر المومنینؑ بنے ہوئے ہیں اور ہم نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے اس شخص سے پوچھا: جس نے کلام نہ کیا بلکہ صرف اشارہ کیا۔ عمر نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں جانتے۔ اس نے کہا: یہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ میں نے رسالت مآبؐ سے خود سنا ہے:

"اگر سات زمین اور سات آسمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور علیؑ کے ایمان کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ایمانِ علیؑ والا پلڑا جھک جائے گا"۔

نبی کے بعد سب سے بہتر علیؑ

ابن عمر سے روایت ہے کہ مجھ سے عمر نے پوچھا کہ رسولؐ اللہ کے بعد سب سے

بہتر شخص کون ہے؟ میں نے کہا: وہ شخص جس کے لیے اللہ نے جو چیز حلال کی وہی چیز لوگوں کے لیے حرام کر دی۔ جو لوگوں کے لیے حلال کی وہ اس کے لیے حرام کر دی۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! تم نے سچ کہا ہے کیوں کہ علیؑ کے لیے صدقہ حرام قرار دیا اور لوگوں کے لیے صدقہ لینا جائز قرار دیا اور جب کی حالت میں لوگوں کا مسجد میں داخل ہونا حرام قرار دیا اور علیؑ کے لیے جائز قرار دیا۔ اس لیے مسجد میں کھلنے والے دروازے سب لوگوں کے لیے بند کر دیے لیکن علیؑ کا دروازہ کھلتا رہا۔

نبیؐ کے محبوب علیؑ

جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ میری پھوپھی نے عائشہ سے کہا اور یہ بات میں سن رہا تھا کہ تمھارا علیؑ کی طرف جانا کیوں ہے؟ اس نے کہا: مردوں میں سب سے زیادہ رسول اللہؐ کے محبوب علیؑ تھے اور عورتوں میں سے محبوب جناب فاطمۃ الزہراءؑ تھیں۔

جمیع بن عمیر تیمی سے روایت ہے کہ میں اپنی ماں اور خالہ کے ساتھ عائشہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ تمھارے نزدیک علیؑ کا کیا منزلت و مقام ہے؟

عائشہ نے کہا: سبحان اللہ! تم کیسے اس مرد کے بارے میں پوچھتی ہو کہ جب رسولؐ پاک نے وصال فرمایا تو لوگوں نے پوچھا کہاں دفن کریں گے تو علیؑ نے فرمایا: تمھاری زمین میں ایسا کوئی ٹکڑا نہیں جو اللہ کو زیادہ محبوب ہو، اس زمین کے ٹکڑے سے جہاں اس کی روح قبض ہوئی ہے اور اس شخص کے بارے میں پوچھتی ہو جس نے اپنا ہاتھ وہاں رکھا جہاں کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

قال المجلسی: یہ آخری جملہ رسول اللہؐ کے غسلِ میت سے کنایۃً ہے کہ اس کا گمان تھا کہ شرم گاہ کو مس کیا، پس اس نے خیال کیا کہ ایسا ہوا ہے۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: عمر نے کہا کہ بنی ہاشم کی عبادت

سنتِ رسولؐ اوران کی زیارت مستحب ہے۔

جناب یزید بن اصم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عمر بن خطاب سے پوچھا کہ امیر! سبحان اللہ کی تفسیر کیا ہے؟ عمر نے کہا: اس گھر میں ایک شخص ہے کہ اس سے جو سوال بھی کیا جائے تو وہ جواب دیتے ہیں اور اگر سوال نہ کیا جائے تو وہ خود بخود بتا دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ اس مجلس میں تشریف لائے تو عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! سبحان اللہ کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ اللہ کی جلالت کی تعظیم اور مشرکین کے عقائد کی اللہ سے پاکیزگی ہے۔ پس جب عبد کہے تو ایک فرشتہ اس پر درود پڑھتا ہے۔

حضرت علیؑ جنابِ رسالت مآبؐ کے اسرار کا خزانہ ہیں

قاضی کبیر ابی عبداللہ محمد بن علی بن محمد المغازلی نے مرفوعہ روایت حارثہ بن زید سے بیان کی ہے کہ میں عمر کی خلافت میں عمر کے ساتھ حج بیت اللہ کے وقت ساتھ تھا کہ وہ دعا مانگ رہا تھا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ تو نے مجھے بیت اللہ کے حج کی توفیق دی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گیا لیکن میں نے اس کی دعا کے جملے یاد کر لیے۔ جب حج تمام ہوئی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جب میں نے عمر کو سواری پر تنہا دیکھا تو عرض کیا:

اے امیرؓ! تجھے اس خدا کی قسم، جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں تو اس نے کہا: پوچھو جو چاہو۔ پس میں نے کہا: میں نے تجھ سے دعا سنی تھی تو عمر ایسا خاموش اور سخت ہوا جیسے پتھر ہوتا ہے۔ میں نے کہا: میں نے یہ سوال صرف رضائے خدا کی غرض سے کیا، آپ ناراض ہو گئے تو عمر مسکرایا اور کہا: اے حارثہ! میں ایک مرتبہ رسولؐ پاک کے پاس آیا جب اُن کو شدید درد تھا۔ میں ان سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا تھا جب کہ حضرت علیؑ وہاں بیٹھے تھے اور فضل بن عباس بھی موجود تھے۔

میں وہاں بیٹھا تھا یہاں تک کہ ابن عباسؓ چلے گئے اور میں اور علیؑ وہاں تھے۔ میں نے رسالت مآبؐ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو حضرتؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عمر! تم اس لیے آئے ہو کہ پوچھو کہ میرے بعد میرا خلیفہ کون ہوگا؟

میں نے عرض کیا: ہاں! یہی مقصد ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمر! یہ میرے وصی اور میرے بعد خلیفہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: ہاں یہ ٹھیک ہے؟ پھر رسالت مآبؐ نے فرمایا: یہ میرے رازوں کا خزانہ ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ جو علیؑ سے مقدم ہوا تو اس نے میری نبوت کو جھٹلایا۔ پھر علیؑ کو اپنے قریب کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر ان کو سینے سے لگایا اور دعا کی کہ خدا تمھارا ولی و ناصر ہو۔ جو تمھارا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے اور جو تمھارا دشمن ہے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ تم میرے وصی اور میرے بعد اُمت کے خلیفہ ہو۔ پھر رسالت مآبؐ بلند آواز سے ایسے روئے کہ آنکھوں سے موسلا دھار بارش کی طرح آنسو نکلنے لگے اور رخساروں پر جاری ہوئے اور اپنا رخسار علیؑ کے رخسار پر رکھا اور کہا: اس ذات کی قسم! جس نے اسلام کے ذریعے مجھ پر احسان کیا۔

عمر نے کہا: اس وقت مجھے تمنا ہوئی کہ کاش علیؑ کے مقام پر مَیں ہوتا۔

پھر رسالت مآبؐ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا: اے عمر! جب بیعت توڑنے والے بیعت توڑیں اور تجاوز کرنے والے تجاوز کریں اور گم راہ لوگ منحرف ہوجائیں تو یہ علیؑ میرے قائم مقام ہوں گے اور اللہ ان کے ذریعے فتح نصیب فرمائے گا یہ خیرالفاتحین ہوں گے۔

حارثہ کہتے ہیں: مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا: اے عمر! افسوس ہے تم پر کہ اس بات کو جاننے کے باوجود پھر تم علیؑ سے کیوں مقدم ہوئے۔ اس نے کہا:

ایک وجہ تھی۔ میں نے کہا: وہ وجہ اللہ کی طرف سے تھی، یا رسالت مآبؐ کی طرف سے تھی، یا پھر علیؑ کی طرف سے تھی؟ اس نے کہا: نہیں، نہ خدا، نہ رسولؐ، نہ علیؑ کی وجہ ہے بلکہ الملك عقيم اس مسئلہ میں حق علیؑ کے ساتھ ہے۔

عمر ہمیشہ علیؑ سے سوال کرتے تھے

حکم بن مروان نے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس پر عمر بہت پریشان ہوئے اور اپنے ماحول کو دیکھتے ہوئے کہا: اے مہاجرین اور انصار کے لوگو! تم اس بارے کیا رائے دیتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ آپ امیر و حاکم ہیں اور رسولؐ کے خلیفہ ہیں اور تمام اختیار آپؐ کے پاس ہیں۔ حضرت عمر غضبناک ہوئے اور کہا: اے ایمان اور تقویٰ والو! صحیح اور درست بات کرو۔ خدا کی قسم، تم جانتے ہو کہ اس واقعہ کو کون حل کر سکتا ہے اور کون اس کے بارے زیادہ جانتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تمھاری مراد علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ عمر نے کہا: اگر ہم علیؑ سے عدول کر جاتے تو کیا ان جیسا جوان کسی عورت نے پیدا کیا۔ وہ بنی ہاشم کے بزرگ اور اُن کا نسب رسولؐ اللہ سے ملتا ہے۔ وہ اس منصب کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

لوگوں نے کہا: ہم لاتے ہیں۔ عمر نے کہا: اُٹھو ان کے پاس جاتے ہیں۔ پس عمر اُٹھا اور لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا جب کہ وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ○ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ○ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ○

اور اس کے آنسو جاری تھے، اور لوگ بھی اس کو روتا دیکھ کر رونے لگے۔ پھر وہ خاموش ہوا تو لوگ بھی خاموش ہو گئے۔

عمر نے اس مسئلے کے بارے میں حضرت علیؑ سے پوچھا تو حضرت علیؑ نے جواب دیا۔

عمر نے کہا: یا ابوالحسنؑ! حق کے لیے اللہ آپ کو چنا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے ابا حفص! تجھے قسم ہے کہ کبھی یہ بات کرتے ہو اور کبھی وہ بات کرتے ہو۔

اِنَّ یَومَ الفَصلِ کَانَ مِیقَاتًا تو عمر نے ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور سیاہ رنگ ہوگیا اور منہ لٹکائے باہر چلا گیا۔ (اعلام النبوۃ، قائمہ اولی)

احمد بن حنبل اور فضائلِ علیؑ

ابی عمر الزاہد سے روایت ہے کہ مجھے بعض موثق لوگوں نے بتایا ہے کہ احمد بن حنبل جب کوفہ آئے تو کوفہ میں ایک شخص تھا جو امامت کو ثابت کرتا تھا۔ اس شخص نے احمد حنبل سے کہا: تم میرے پاس کیوں نہیں آتے ہو؟ لوگوں نے اس شخص سے کہا: احمد تیرے دعوے سے متفق نہیں، وہ تیرے پاس اس وقت تک نہ آئیں گے جب تک اپنی امامت کے تذکرے کو ترک نہیں کرو گے۔ اس نے کہا: دین کے لیے امامت کا دعویٰ کرنا ضروری ہے۔

احمد بن حنبل نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور جب احمد نے کوفہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو شیعوں نے کہا: اے اباعبداللہ! کیا تم کوفہ جا رہے ہو اور اس شخص جو امامت کو ضروری سمجھتا ہے اس سے بات نہیں کرتے؟ احمد نے کہا: اگر وہ امامت کے ضروری ہونے کا دعویٰ چھوڑ دے تو میں بات کروں گا۔ شیعوں نے کہا: ہم کو یہ پسند نہیں کہ اس جیسے شخص سے کوئی بات نہ کی جائے۔

احمد حنبل نے ان کو ایک وعدہ دیا کہ اس کی طرف جائیں تو وہ فوری اس شخص کے پاس گئے جب کہ احمد حنبل ان کے ساتھ نہ تھا۔ انھوں نے کہا کہ احمد حنبل بغداد کے سب سے بڑے عالم ہیں، جب وہ کوفہ سے جائیں گے اور تم سے کوئی بات نہ کریں گے تو ضرور اہلِ بغداد ان سے پوچھیں گے کہ انھوں نے فلاں شخص سے بات کیوں نہیں کی تو بغداد کے لوگ اس کے خلاف ہوں گے اور اس پر لعنت کریں گے۔ پس ہم تمھارے

پاس آئے ہیں، تمھاری کیا حاجت ہے؟ شیعوں نے اس سے وقت لیا اور احمد حنبل کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمھارے لیے کافی ہیں، اب ہمارے ساتھ آؤ۔

وہ اُٹھے اور لوگوں کے ساتھ اس شخص مدعی امامت کے پاس آئے تو اس نے احمد کو مرحبا کہا۔ مجلس عظیم منعقد ہوئی۔ جو احمد نے سوال کیے، وہ بات چیت ہوئی۔ جب فارغ ہوئے تو احمد نے قلم بند کیا اور اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے کہا: اے ابوعبداللہ! مجھے تم سے ایک حاجت ہے۔ احمد نے کہا: بتاؤ۔ اس نے کہا: مجھے پسند نہیں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور میں تمھیں اپنا مذہب نہ بتا سکوں۔ احمد نے کہا: بتاؤ۔ اس شیخ محدث نے کہا کہ میرا عقیدہ ہے کہ رسالت مآبؐ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت علیؑ ہیں اور وہ سب سے افضل اور اَعلم ہیں اور وہ نبیؐ کے بعد امامؑ ہیں۔

جب اس کی بات تمام ہوئی تو احمد نے جواب دیا: اے شخص! یہ عقیدہ بالکل صحیح ہے اور تم سے پہلے یہی عقیدہ رسول اکرمؐ کے چار اصحاب کا تھا۔ جناب جابرؓ، ابوذر غفاریؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ۔ شیخ خوش ہوا اور مسکرایا اور احمد کے قبول سے مسرور ہوا۔ پس ہم جب وہاں سے نکلے تو احمد حنبل کا شکریہ ادا کیا اور اس کے لیے دعا کی۔

علیؑ افضل الصحابہ

تفسیر ثعلبی میں ابی منصور جشازی، محمد بن منصور الطوسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے احمد حنبل کو یہ کہتے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: رسولؐ اللہ کے کسی صحابی کے وہ فضائل نہیں جو علیؑ کے ہیں۔

سالم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر سے کہا گیا کہ تم علیؑ کا اس قدر احترام کرتے ہو کہ اتنا کسی اور صحابی کا نہیں کرتے۔ اس نے کہا: وہ میرے مولاؑ ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ دو دیہاتی جھگڑتے ہوئے عمر کے پاس آئے کہ فیصلہ کرو۔ عمر نے کہا: یاعلیؑ! ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ علیؑ نے ایک

کے حق میں فیصلہ دیا۔ مخالف شخص نے کہا کہ یہ شخص ہمارے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ عمر نے اس کو جھڑکا اور اسے گریبان سے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور کہا: اے ظالم! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ تو میرے مولاؑ اور ہر مومن کے مولا ہیں اور جس کا مولا علیؑ نہ ہو وہ مومن نہیں ہے۔

جناب زبیر بن بکار زبیری نے اپنی کتاب "الموفقیات" میں اپنے رجال کے ذریعے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں عمر کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں چل رہا تھا کہ اس نے مجھے کہا: اے ابن عباسؓ! میں تیرے صاحب کو مظلوم سمجھتا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب میں اسے حق بات کہہ دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! علیؑ پر ہونے والے ظلموں کو رد کر دو، تو اس نے میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور چلا گیا اور کافی دیر تک گنگناتا رہا۔ پھر ایک جگہ رُکا اور میں اس سے جا ملحق ہوا۔ اس نے کہا: اے ابن عباس! لوگوں نے علیؑ کو بہت حقیر سمجھا ہے، لہٰذا اسے امر خلافت سے روک دیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ تو پہلے جملے سے بھی بڑا جملہ ہے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! اللہ نے تو ان کو حقیر نہ سمجھا بلکہ عظیم سمجھا، جب حکم دیا کہ تیرے ساتھی (ابوبکر) سے سورۂ برأت حاصل کرے۔ پس عمر نے منہ پھیر لیا۔

علیؑ کا ہر متکلم کا امتحان لینا

عبدالوہاب بن ابی جبہ وراق الجاحظ سے روایت ہے کہ میں نے جاحظ عمرو ابن سحر کو یہ کہتے سنا کہ نظام یہ کہتا تھا کہ علیؑ نے ہر متکلم کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔ اگر وہ ان کا حق پورا کر دے تو غالی ہو جاتا ہے اور اگر ان کے حق میں بخل کرے تو گویا بہت پست ہو گیا جب کہ درمیانی منزل بڑی دقیق ہے اور زیادہ کو محدود کرتی ہے اور اس منزل علیؑ کو سمجھنے کے لیے کوئی ترقی نہیں کر سکتا مگر جو ماہر اور ذہین ہو۔

جناب حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ میں نے رسالت مآبؐ سے سنا: اللہ

تعالیٰ نے علیؑ کے چہرے کے نور سے ایسے ملائکہ پیدا کیے جو تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں اور اس کا ثواب علیؑ کے محبوں اور ان کی اولاد کے محبوں کے لیے لکھتے رہتے ہیں۔

خلقتِ ملائکہ نورِ علیؑ سے ہوئی

عمر بن خطاب نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت علیؑ کے چہرے کے نور سے پیدا کیا ہے۔ غزالی نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں لکھا ہے کہ عقل مند سید العقلاء حضرت علیؑ کی اقتداء کرتا ہے، کیوں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: لوگوں کے ذریعے حق کی معرفت نہیں ہوتی بلکہ پہلے حق کو پہچانو تو پھر اہلِ حق کو پہچانو۔

غزالی اپنے رسالہ العلم الدنی میں حضرت امیر المومنینؑ کا یہ فرمان لکھتے ہیں: رسولؐ پاک نے اپنی زبان میرے منہ میں دی تو اس سے میرے دل میں ہزار علم کے باب ظاہر ہوئے اور ہر بابِ علم سے ہزار ہزار دروازے کھلے۔ اور اسی طرح آپؐ نے فرمایا: اگر میرے لیے تکیۂ علم لگا دیا جائے تو میں وہاں بیٹھ کر اہلِ تورات کے لیے تورات کے مطابق، اہلِ انجیل کے لیے انجیل کے مطابق، اہلِ قرآن کے لیے قرآن کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

اور یہ مرتبۂ علم صرف تعلم سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس مرتبہ میں علمِ لدنی کی قوت سے ترقی ہوتی ہے۔ اس طرح غزالی نے کہا جب عہدِ موسیٰؑ کے بارے حکایت کی اور یہ شرح کتاب چالیس ورق تھی۔ غزالی نے کہا: یہ کثرتِ علم اور وسعت اور علم میں ابواب کا کھلنا، علم الٰہی لدنی کے بغیر ممکن نہیں۔



حضرت علیؑ نے نبی پاک ﷺ سے ہزار ابوابِ علم کی تعلیم حاصل کی

ابن نباتہ نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! رسولؐ پاک نے مجھے ہزار حدیث راز کی تعلیم دی اور ہر حدیث میں ہزار باب ہیں اور ہر باب کی ہزار چابیاں ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: رسالت مآبؐ نے علیؑ کو ہزار بابِ علم کا تعلیم فرمایا، جس کے ہر باب سے ہزار باب کو کھولا جاسکتا ہے۔

قال علامہ مجلسی: اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: شیخ مفیدؒ نے کہا کہ اہلِ سنت کی کم زور (عقیدہ) لوگوں کی قوم نے اس حدیث سے متعلق اعتراض کیے ہیں اور ان کا جواب دیتے ہوئے اس حدیث کی کئی تاویلیں کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) معلم کے لیے ابواب تھے اور وہ معلم رسولؐ پاک ہیں۔ اُنھوں نے حضرت علیؑ کے ہر باب سے ہزار باب کھول دیے اور علیؑ کو ہر ایک باب سے ہزار ہزار باب نکالنے کی توفیق دی۔

(۲) رسالت مآبؐ کے ہر باب کے بارے میں علم حاصل کرنا واجب قرار دیا کہ اس میں فکر کریں، پس انھوں نے فکر کو اس مسئلہ پر اپنے شعبوں اور متعلقات پر لگایا اور فکر کرنے سے ہر بابِ علم سے ہزار ابوابِ علم کا استفادہ کیا۔ جیسے فرمانِ رسولؐ ہے کہ

جو شخص اپنے علم پر عمل کرے، خدا اسے نامعلوم کا علم بھی عطا کر دیتا ہے۔

(۳) رسالت مآبؐ نے علیؑ کو نصوص بتائیں اور حوادثات کی علامات بتائیں اور ہر حادثہ ایک حادثہ پر مشتمل ہوتا ہے حتیٰ کہ ہزاروں حادثات ظاہر ہوئے ہیں۔ پس جب وہ ہزار علامت جان لیتے ہیں تو پھر ہر علامت سے ہزار علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور جو چیز بہت صحیح ہے کہ علیؑ نے ہمیں کئی چیزوں کے ہونے سے پہلے مطلع کر دیا۔ پھر ان خبروں کے دینے کے بعد فرمایا: یہ علامات مجھے رسولؐ پاک نے تعلیم دی ہیں۔

بعض شیعہ حضرات نے کہا ہے کہ اس قول سے مراد یہ ہے کہ نبی پاکؐ نے ان واقعات پر نص بیان کی جو ان میں حکمتیں ہوتی ہیں، وہ فی الجملہ بتائیں لیکن تفصیل نہیں بتائی جیسے فرمایا: جو نسب میں محرمات ہیں وہ رضاعت سے بھی محرمات ہیں۔ یہ ایک باب ہے۔ اس سے رضاعی ماں، بہن، خالہ، پھوپھی، بھانجی اور بھتیجی کا استفادہ ہوتا ہے یا جیسے امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: "ہر مکیل اور موزون میں سود ہے"۔ اب اس باب سے مکیلات اور موزونات کی اصناف کا حکم نکلتا ہے" (انتہی کلامہ الفصول المختار، ص ۱)

اقول: ابن نباتہ وغیرہ کی روایت "رسالت مآبؐ نے مجھے حلال وحرام کا ہزار باب تعلیم دیا۔ اور جو قیامت تک ہونا ہے اور جو ماضی میں ہوا وہ سب مجھے تعلیم دی"۔ یہ تیسری تاویل کے منافی ہے اور آخری تاویل کی موسیٰ بن بکر کی روایت تائید کرتی ہے جس میں حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب اللہ کسی پر امر غالب کر دے تو اپنے بندے کی معذرت جلدی قبول کر لیتا ہے۔ پھر فرمایا: یہ ان ابواب سے ہے جس کے ہر باب سے ہزاروں باب نکلتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب کی مراد ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؑ کو استنباطِ علوم کی ہزاروں اقسام و انواع کی تعلیم دی۔ جس کی ہر نوع سے ہزاروں مسائل استنباط ہوتے ہیں اور اجتہاد اس میں ممنوع ہے کیوں کہ اجتہاد ظن پر مشتمل ہے۔ جب رسالت مآبؐ استخراج کی ایسی کیفیت تعلیم عمل میں آئی

کہ جس سے اللہ کی اجازت سے علم حاصل ہو تو یہاں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور میں نے اس قسم کی روایات کتاب العقل والعلم اور وصیتِ النبیؐ کے باب اور علومِ آئمہ علیہم السلام کے ابواب میں ذکر کی ہیں۔

میرے سینے میں علم کے سمندر ہیں

بعض اصحاب امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے سینہ میں علم کا سمندر ہے جو رسولؐ اللہ نے تعلیم دیا۔ اگر آج مجھے کوئی اس علم کو حاصل کر کے محفوظ رکھنے والا ایک شخص بھی ملتا جسے میں تعلیم دوں تو میں ضرور تعلیم دیتا۔ اور وہ کثیر علم کو حاصل کر لیتا اور ہر علم کے دروازے کی چابی ہے اور ہر باب کھلتا ہے تو علم کے ہزار دروازے اور نظر آتے ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے علیؑ کو وصیت کی ہزار باب کی اور ہر باب سے ہزار ہزار باب نکلتا ہے۔

جناب عمر بن یزید سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو ایسے ہزار باب علم کے تعلیم کیے کہ ہر باب سے ہزاروں باب کھلتے ہیں تو امامؑ نے فرمایا: رسالت مآبؐ نے ایک بابِ علم تعلیم دیا جس سے ہزاروں علم کے دروازے کھلتے ہیں اور پھر ہر باب سے ہزار باب علم کے حضرت علیؑ نے کھول دیے۔

علوم کی مختلف اقسام

جناب اصبغ بن نباتہ نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ علیؑ فرماتے تھے کہ رسالت مآبؐ نے مجھے حلال و حرام کے ہزار باب کی تعلیم دی نیز جو اب تک ہوا اور جو قیامت تک ہوگا سب کا علم دیا۔ ان کے ہر باب سے ہزار باب کھلتا ہے اور یہ

ہزار ہزار باب ہیں حتیٰ کہ آئندہ حوادثات میں اور لوگوں کی اموات کا علم حاصل کیا۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے شیعہ کہتے ہیں کہ رسالت مآبؐ نے علیؑ کو ایسا علم کا باب تعلیم دیا جس سے ہزار باب علم کھلے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابومحمد! خدا کی قسم رسالت مآبؐ نے علیؑ کو ہزار باب علم کے تعلیم دیے کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب کھلے۔ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم واقعاً یہی علم ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں یہی علم ہے اور اس کے علاوہ کوئی علم نہیں۔

جناب عبایہ بن ربعی سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ اکثر یہ فرماتے تھے: سَلُونِی سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی خدا کی قسم کوئی ایسی سرسبز اور بنجر زمین نہیں اور نہ کوئی ایسا گروہ ہے جو سینکڑوں کو گمراہ کرے یا ہدایت دے گا جسے میں نہ جانتا ہوں بلکہ میں تو اس گروہ کے قیامت تک کے قائدین اور ہانکنے والوں کو جانتا ہوں۔

اسرارِ نبیؐ کے عالم علیؑ

جناب عیاض نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ ایک اجتماع سے گزرے جس میں سلیمان بیٹھے تھے تو ان لوگوں کو سلیمان نے کہا: اُٹھو اور اس شخص کے دامن کو پکڑ کر پوچھو: خدا کی قسم! ان کے علاوہ تمھیں کوئی شخص رسولِ پاکؐ کے اسرار کی خبر نہیں دے سکتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے رسولِ پاکؐ نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی اور ہر باب سے ہزار بابِ علم کھلتا ہے۔

جناب عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ رسالت مآبؐ نے علیؑ کو ایسا علمی باب تعلیم دیا کہ جس

سے ہزار باب علم کھلتے تھے اور ہر باب سے ہزار باب کھلے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے علیؑ کو ہزار بابِ علم تعلیم دیے جس کے ہر باب سے ہزار باب کھلا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو ہزار حرف کی تعلیم دی اور ہر حرف ہزار حرف کو کھولتا تھا اور ان ہزار حروف سے ہر حرف ہزار حروف کا علم رکھتا تھا۔

ہزار کلمہ اور ہزار باب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو ہزار کلمات اور ہزار ابواب علم کی تعلیم دی جب کہ ہر کلمہ اور ہر باب سے ہزار کلمہ اور ہزار باب نکلتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآبؐ کی تلوار کے غلاف میں ایک چھوٹا سا صحیفہ تھا تو میں نے پوچھا کہ اس صحیفہ میں کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: وہ حروف تھے جن کے ہر ایک حرف سے ہزار حرف نکلتے تھے اور امامؑ نے فرمایا: قیامت تک ان حروف سے صرف دو حرفوں کا علم ظاہر ہوا ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ پر چادر ڈالی اور چادر کے نیچے بیٹھ کر ہزار کلمہ کی کلام کی کہ ایک کلمہ سے ہزار کلمہ نکلتا ہے۔

ابوجعفر ثانی سے روایت ہے کہ رسولؐ پاک نے حضرت علیؑ کو ہزار ایسا کلمہ تعلیم فرمایا کہ ہر کلمہ سے ہزار کلمے کا افتتاح ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ سے ہزار کلمہ بیان کیا اور ہر کلمہ سے ہزار کلمہ نکلتا تھا۔ پس لوگوں کو علم ہی نہیں کہ رسولؐ

نے کیا کلمات تعلیم فرمائے۔

جناب ذریح محاربی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ ہم انبیاؑ کے وارث ہیں اور ایک مرتبہ رسولؐ پاک نے اپنے اور علیؑ پر چادر ڈالی اور ان کو خصوصی تعلیم دی۔ اور یہ وہی بات ہے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ رسالت مآبؐ نے ہزار کلمے کی تعلیم دی اور ہر کلمہ سے ہزار کلمہ نکلتا تھا۔

لوگوں کا علم دو باب اور علیؑ کا علم ہزار باب

جناب سالم بن ابی حفصہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو علم کا ہزار باب تعلیم دیا کہ ہر باب سے ہزار باب کا افتتاح ہوا۔ ہمارے بزرگوں نے امامؑ سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: سالم نے سچ کہا ہے اور لوگوں پر ان ابوابِ علم سے دو حرف دو دروازے کھلے۔

جناب ثمالی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے علیؑ کو ہزار کلمہ کی تعلیم دی اور ہر کلمے سے ہزار کلمے کا افتتاح ہوا اور ہزار کلموں سے ہزار کلمہ نکلا۔

ابن نباتہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے رسولؐ پاک نے علم کا ہزار باب تعلیم دیا اور ہزار حدیث بیان فرمائی جس میں سے ہر حدیث سے ہزار باب نکلتے ہیں۔

زر بن حبیش سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ جناب رسالت مآبؐ کے خچر پر سوار ہو کر گزرے۔ لوگوں میں سلمان بیٹھے تھے۔ سلمان نے کہا: تم کیوں نہیں اُٹھتے اور ان کے دامن سے لپٹ جاتے اور ان سے تمام حالات قیامت تک کے پوچھ لیتے۔ خدا کی قسم! ان کے علاوہ تمھیں نبیؐ کے اسرار کا علم اور کوئی شخص نہ دے سکے گا کیوں کہ وہ زمین اور اس کے مالکوں، تمام کے عالم ہیں۔ اگر تم نے ان پر کسی کو مقدم

سمجھا تو علم کو ضائع کر دیا اور لوگوں کا انکار کر دیا۔ (امالی صدوق، ص ۳۲۷)

اعلم اُمت علیؑ

جناب سلمان نے رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے کہ میری اُمت کے سب سے بڑے قاضی اور میرے بعد میری اُمت کے سب سے بڑے عالم علیؑ ہیں۔ (امالی صدوق، ص ۳۲۸)

جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نبی پاکؐ پر دن کو وحی نازل ہوتی تو آپؐ فوراً علیؑ کو خبردار کرتے اور جب رات کو وحی ہوتی تو صبح سب سے پہلے علیؑ کو مطلع کرتے۔

جناب عبدالرحمٰن بن یزید نے عبداللہ سے روایت کی کہ ہم ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ اہلِ مدینہ میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔

جناب زرارہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تھا کہ ایک کوئی شخص نے عرض کیا اور حضرت امیرالمومنینؑ کے دعویٰ سَلُونِی سَلُونِی کے بارے میں سوال کیا۔

امامؑ نے فرمایا: جس شخص کے پاس بھی علم ہے وہ حضرت امیرالمومنینؑ سے آیا ہے۔ پس لوگ جہاں جانا چاہیں جائیں، خدا کی قسم! ان کو مدینہ سے ہی حکم آئے گا کہ علیؑ کو اختیار کرو۔ (امالی طوسی، ص ۲۴۷)

اگر علمی تکیہ لگا دیا جائے

عمرو بن ابی المقدام نے مرفوع روایت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے بیان کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر میرے لیے پُرسکون علمی تکیہ لگا دیا جائے تو میں اہلِ قرآن کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلہ کروں۔ اہلِ تورات کے درمیان تورات کے

مطابق، اہلِ انجیل کے درمیان انجیل کے مطابق اور اہلِ زبور کے لیے زبور کے مطابق ایسے فیصلے کروں گا کہ ہر کتاب خود بول اُٹھے کہ علیؑ نے حق اور سچ فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلہ میں اُلوہیت نظر آئے گی۔ اگر قرآن میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمھیں قیامت تک کے حالات فرداً فرداً بتاتا۔ (بصائر الدرجات، ص ۳۶)

اور وہ آیت يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (سورۂ رعد، آیہ ۳۹)

علیؑ تمام کتب سماوی کے عالم

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھ سے اگر اہلِ تورات سوال کریں، اہلِ انجیل پوچھیں، اہلِ زبور مطالبہ کریں اور اہلِ قرآن بھی معلوم کرنا چاہیں تو ہر کتاب والے کو اس کی کتاب کے وہی جواب اور حکم دوں گا جو ان کی کتاب میں ہے۔ (بصائر الدرجات، ص ۳۶)

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ہم اہلِ تورات سے زیادہ اَعلم تورات میں اہلِ انجیل سے زیادہ اَعلم انجیل میں ہیں۔ (بصائر الدرجات، ص ۳۶)

جناب حارث بن حصیرۃ المزنی نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ کوفہ تشریف لائے تو آپؑ نے چالیس دن نماز پڑھائی۔ اس میں سورۂ اعلیٰ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھی۔ منافقوں نے کہا: علیؑ اس سورہ کے علاوہ دوسری سورہ قرآنی نہیں پڑھ سکتے اگر ان کو باقی قرآن یاد ہوتا تو کبھی کوئی سورہ بھی نماز میں پڑھتے۔ یہ بات علیؑ تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا:

اے بدبخت منافقو! میں قرآن کے ناسخ، منسوخ، محکم، متشابہ، فصل، فصل، حروف اور معانی کو سب سے زیادہ جانتا اور یاد رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم جو ایک حرف بھی رسالت مآبؐ پر نازل ہوا تو میں اس حرف کو بھی جانتا ہوں کہ کب، کہاں اور کس کے

بارے میں نازل ہوا؟

اے بدبختو! کیا تم نے نہیں پڑھا: ان ھذا لفی الصُحف الاولی، صحف ابراھیمؑ و موسٰیؑ۔ خدا کی قسم! ان کتابوں اور صحائف کا میں وارث ہوں اور یہ وراثت مجھے رسالت مآبؐ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور رسولِ پاکؐ کو یہ وراثت ابراہیمؑ اور موسٰیؑ سے ملی ہے۔

اے بدبختو! خدا کی قسم میں وہ ہوں جس کے بارے میں قرآن نے یہ کہا: وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کیون کہ ہم ایک مرتبہ رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپؐ نے ہمیں اس آیت کی شانِ نزول سے آگاہ فرمایا۔ پس میں نے یاد کرلیا اور دوسروں نے شان نزول بھلا دی۔ جب رسالت مآبؐ کی خدمت سے اُٹھے تو لوگوں نے کہا کہ رسولؐ نے کیا کہا؟

میرے پاس نبیؐ کا صحیفہ ہے

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس رسالت مآبؐ کا ایک مُہر شدہ صحیفہ ہے جس میں ستر ایسے قبائل کا ذکر ہے کہ جن کا اسلام سے کوئی تعلق بھی نہیں، ان قبائل سے ایک غنی اور دوسرا باہلہ ہے اور فرمایا کہ اے غنی اور باہلہ والو! اپنے عطیے میرے پاس لاؤ تا کہ مقامِ محمود پر تمھاری گواہی دے سکوں کہ تمھیں مجھ سے کوئی محبت نہ تھی اور مجھے تم سے کوئی محبت نہ تھی۔

فرمایا کہ میں قبیلہ غنی کو پکڑوں گا اور باہلہ سے ٹکراؤں گا اور ایامِ زنا کے حق مہر کی رقم بیت المال سے لے کر ان قبائل میں تقسیم کردی جائے گی۔ (بصائر الدرجات، ص ۴۲)

قال المجلسی : بیان الھرج، یعنی باطل ردی المباح۔

جناب سُلیم بن قیس نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب میں رسولُ اللہ سے سوال کرتا تو وہ جواب دیتے اور جب میرے سوال ختم

ہو جاتے تو وہ خود دیگر مسائل بیان فرماتے، اور جو آیت بھی آپؐ پر نازل ہوتی رات میں یا دن میں، آسمان پر یا زمین پر دنیا کے بارے میں یا آخرت کے بارے میں، جنت کے بارے میں یا جہنم کے بارے میں، خشکی میں یا پہاڑوں پر، روشنی میں یا سیاہی میں، وہ سب مجھے بتایا اور لکھوایا جاتا اور میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ ہر آیت کی تاویل، تفسیر، محکم، متشابہ، خاص و عام تفصیل سے بتایا کہ کب، کہاں اور کس پر نازل ہوئی؟؟ اور خدا سے میرے لیے دعا کی، مجھے فہم اور حفظ کی توفیق دے۔ پس میں نے کوئی آیت نہیں بھلائی اور نہ اس کا شانِ نزول بھولا اور رسولؐ نے مجھے اِملا کرائی۔

جناب عبایہ بن ربعی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

میں سب سوالوں کا جواب دوں گا۔ خبردار! مجھ سے علمِ اموات، علم بلایا اور علمِ انساب کے بارے پوچھنا چاہو تو پوچھو۔

جناب بکیر بن اعین نے کہا کہ مجھے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: ان ابوابِ علم سے جو رسالت مآبؐ نے علیؑ کو تعلیم دیے، صرف ایک یا دو باب لوگوں کو معلوم ہوئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ پاکؐ نے علیؑ کو حرفِ واحد کی تعلیم دی جس سے ہزار حرف نکلتا تھا اور ہر حرف سے ہزار حرف نکلتا تھا۔

تمھیں اسرارِ نبیؐ پر مطلع نہیں کرتا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر دفنِ رسولؐ اللہ کے وقت حضرت علیؑ کے پاس آئے تو حضرت امیرالمومنینؑ نے اُن سے فرمایا کہ رسولِ پاکؐ نے مجھے فرمایا تھا کہ جس نے میری شرم گاہ پر نظر کی وہ اندھا ہو جائے گا، لہٰذا میں کبھی تمھیں رسولؐ اللہ کے راز پر مطلع نہ ہونے دوں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کسی نے بیان کیا کہ مولا علیؑ اور امام حسینؑ دونوں حدیث بیان کرتے ہیں تو میں نے کہا: یہ کیسے ہے وہ تو ان کے کانوں میں القا کرتے تھے۔

عبداللہ بن ابی یعفور سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ہمارا خیال ہے کہ علیؑ کے دل اور صدر میں القا ہوتا تھا اور علیؑ محدث تھے۔ اور ایک دن علیؑ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے درمیان تھے کہ جبرئیلؑ دائیں جانب اور میکائیلؑ بائیں جانب سے حضرتؐ کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔

علیؑ اور ایک عورت

جناب اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت امیر المومنینؑ کے سرہانے کوفہ میں کھڑے تھے کہ وہ مسجد میں عطا کر رہے تھے تو ایک عورت آئی اور کہا: امیر المومنینؑ! تم نے تمام زندوں کو عطا کر دی مگر مجھے کچھ نہ دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے بد اخلاق اور زبان دراز عورت جسے عورتوں کی طرح حیض نہیں آتا۔ پس وہ عورت مسجد سے چلی گئی۔ اس کے بعد عمرو بن حریث آیا اور اس عورت کو آواز دی کہ اے عورت! جو علیؑ نے کہا وہ سمجھی۔ عورت نے کہا: خدا کی قسم! انھوں نے جھوٹ نہیں کہا اور جو کچھ انھوں نے مجھے کہا وہ مجھ میں ہے اور اس چیز پر سوائے خدا اور میری ماں کے اور کوئی مطلع نہ تھا۔

عمرو بن حریث پلٹ گیا اور کہا: یا امیر المومنینؑ! میں عورت کے پیچھے گیا اور اس سے پوچھا جو آپؑ نے اس کے بارے میں کہا تھا تو اس نے آپؑ کے تمام فرمودات کا اقرار کیا۔ آپ کو ان سب چیزوں کا علم کیسے ہوا؟

حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ پاک نے مجھے قیامت تک کے لیے حلال و حرام کے ہزار باب تعلیم دیے اور کُل باب سے ہزار باب کھلتا ہے حتیٰ کہ مجھے علمِ ابواب، مصائب حوادث اور واقعات کا علم حاصل ہو گیا حتیٰ کہ میں عورتوں سے مذکر اور مردوں سے

مؤنث کو بھی جانتا ہوں۔

حضرت علیؑ محدث تھے

حمران سے منقول ہے کہ مجھے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: علیؑ محدث تھے۔ میں نے کہا: کیا وہ نبی ہیں۔ تو انھوں نے ہاتھ کو نفی میں ہلایا اور کہا: سلیمانؑ کے یا موسیٰؑ کے صحابی یا ذی القرنین کی طرح تھے۔

جناب حارث بصری سے روایت ہے کہ علی بن الحسینؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ کا تمام علم ایک آیت میں ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا جانتے ہو کہ وہ کیا تھی۔ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: وہ قولِ خدا ہے: وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کہ قولِ خدا اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ سے مراد ہے کہ اللہ نے قرآن کی تعلیم دی۔ پھر فرمایا کہ قولِ خدا خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ یعنی وہ علیؑ ہیں کہ جن کو ہر شے کے بیان کا علم دیا جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی۔

عبدالرحمٰن بن کثیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قولِ خدا وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: حضرت امیر المومنینؑ کے کانوں نے ماضی اور قیامت تک کے علم اور واقعات کو سُن کر محفوظ رکھا ہے۔

عفیف بن ابی سعید سے روایت ہے کہ ہمارے پاس حضرت امیر المومنینؑ آئے تو ہم میں سے کسی نے کہا کہ ہمارے پاس بڑے بطن والا شخص آیا ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! میرے بطن کا نیچے والا حصہ محلِ طعام ہے اور اس کے اُوپر والا حصہ محلِ علوم واحکام ہے۔

رسولِ پاکؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چھے اجزا سے علم فرض کیا تو اللہ نے ان

سے علیؑ کو پانچ اجزا عطا کیے اور آخری جز میں بھی علیؑ لوگوں کے ساتھ شامل ہیں۔

جناب ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: علیؑ میری اُمت کے اَعلم اور سب سے بڑے قاضی ہیں اور ان امور میں جو میرے بعد ہوں گے۔

جناب عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسولؐ پاک نے علیؑ کو بلایا اور خلوت میں باتیں کیں۔ جب علیؑ ہماری طرف آئے تو ہم نے ان سے سوال کیا۔ تو انھوں نے فرمایا: رسولؐ خدا نے مجھے علم کا ہزار باب تعلیم دیا ہے اور ہر باب سے ہزار باب کا افتتاح کیا ہے۔

اگر ایک آیت نہ ہوتی

ابن نباتہ نے روایت کی کہ جب علی علیہ السلام کی خلافت کی بیعت کی گئی تو علیؑ مسجد میں رسولؐ پاک کا عمامہ اور قبا پہنے ہوئے آئے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ پھر اللہ کی حمد بیان کی اور وعظ و نصیحت فرمائی، پھر اطمینان سے بیٹھے اور فرمایا: اے لوگو! سَلُونِی سَلُونِي قَبلَ اَن تَفقِدُونِي کیوں کہ میرے پاس اوّلین اور آخرین کا علم ہے۔ پوچھو، پوچھو اس سے پہلے کہ میں نہ رہوں۔

خدا کی قسم! اگر میرے لیے علمی مسند بچھا دی جائے تو اہلِ تورات کے درمیان تورات کے مطابق، اہلِ انجیل کے درمیان انجیل کے مطابق، اہلِ زبور کے درمیان زبور کے مطابق اور اہلِ قرآن کے درمیان قرآن کے مطابق فتویٰ دوں گا حتیٰ کہ ہر کتاب بول کر کہے گی کہ یا رب! علیؑ نے تیرے قضاء کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں قرآن کے علم کا عالم اور اس کی تاویل کو (سب سے) زیادہ جانتا ہوں۔ اگر کتابِ خدا میں ایک آیت نہ ہوتی تو تمھیں قیامت تک کے حالات سے آگاہ کرتا۔ پھر فرمایا:

سَلُونِي قَبلَ اَن تَفقِدُونِي

خدا کی قسم! اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے بارے میں پوچھو تو تمھیں بتاؤں

گا کہ یہ آیت کب اور کہاں اور کس کی شان میں نازل ہوئی؟؟ تمھیں ناسخ کو منسوخ سے، خاص کو عام سے، محکم کو متشابہ سے، مکّی کو مدنی سے تمیز کر کے بتا سکتا ہوں۔ خدا کی قسم مکہ میں کوئی گروہ نہ گم راہ کرے گا اور نہ ہدایت کرے گا کہ جسے میں نہ جانتا ہوں۔ اس کے قائد، سائق اور ہانکنے والے کو قیامت تک جانتا ہوں۔

ابی اراکہ کی روایت ہے کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ ایک مسکن میں تھے کہ علی علیہ السلام رسولؐ خدا کی تلوار کے وارث ہوئے۔ ہم میں سے کسی نے کہا کہ رسولؐ اللہ کا خچر اور صحیفہ جو سیف کے ساتھ حمائل ہے کہاں ہے؟ جب وہ ہمارے پاس آئے تو فرمایا: اگر میں بیان کروں تو سال گزر جائے گا اور ایک حرف کا اعادہ نہ ہوگا اور یہ سب کچھ میں نے رسولؐ اللہ سے وراثت میں پایا ہے۔ خدا کی قسم! میرے پاس بہت سے صحیفے ہیں اور ان سے ایک صحیفہ "عبیط" ہے جس سے زیادہ عربوں پر سخت کوئی صحیفہ نہیں ہے اور اس میں قبائلِ عرب کی تمیز کی جاتی ہے جن کا دین خدا میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

علیؑ میں علم وایمان جمع ہیں

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ (سورۂ روم، آیہ ۵۶) کی تفسیر میں فرمایا کہ کبھی کوئی شخص مومن ہوتا ہے لیکن عالم نہیں ہوتا اور خدا کی قسم! یہ دونوں چیزیں علیؑ کے لیے جمع ہیں: علم اور ایمان۔

اسی طرح آیت اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۂ فاطر، آیہ ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا: علیؑ اللہ سے خشوع کرنے والے اور مراقبہ کرنے والے ہیں اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض پر عمل کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

جناب صفوانی نے اپنی کتاب الاحن والمحن میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حم اللہ کے اسما میں سے ایک اسم ہے۔ عسق علمِ علیؑ ہے جو ہر جماعت کو محیط اور ہر فرقے سے بالا ہے۔

اور حضرت امام محمد باقر، جعفر صادق اور امام رضا علیہم السلام سے روایت ہے:

مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

تفسیر ثعلبی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کا خیال ہے: مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ سے مراد عبداللہ بن سلام ہے لیکن یہ درست نہیں بلکہ حضرت علیؑ ہیں۔

مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ

روایت میں ہے کہ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ سے مراد عبداللہ بن سلام ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کیوں کہ یہ سورہ مکی ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم! کوئی اور مراد نہیں بلکہ یہاں مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں کیوں کہ وہ تفسیر کے عالم، تاویل کے عالم، ناسخ و منسوخ کے عالم اور حلال و حرام کے عالم ہیں۔

جناب ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ علیؑ کے پاس علمِ کتاب اوّل سے لے کر آخر تک ہے۔ نظری نے خصائص میں بیان کیا ہے کہ یہ محال ہے کہ خدا یہودی کو شاہد اور رسول کا نفس قرار دے۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ

حافظ نے کہا ہے کہ اُمت کا اجماع ہے کہ تمام اصحاب چار شخصوں سے علم حاصل کرتے تھے: حضرت علیؑ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ سے۔

ایک گروہ نے عمر بن خطاب کا بھی اضافہ کیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اجماع کیا کہ یہ چاروں شخص کتابِ خدا کا علم عمر سے لیتے تھے۔ پھر اسی پر بھی اجماع کیا کہ رسولِ پاک نے ایک دن فرمایا: وہ شخص امامت کرائے گا جو سب سے بڑا قاری ہوگا تو عمر گر گیا۔ پھر اجماع کیا کہ رسولِ پاک نے فرمایا: تمام کے تمام آئمہ قریش سے ہوں گے تو ابن مسعود اور زید اس سے نکل گئے اور باقی علیؑ اور ابن عباسؓ رہے۔ کیوں کہ وہ

دونوں عالم، فقیہ اور قریشی تھے۔ اور ان دونوں سے عمر کے لحاظ اور ہجرت کے لحاظ سے علیؑ مقدم اور افضل ہیں۔

پھر ابن عباسؓ بھی یہاں رہ جاتے ہیں۔ پس اجماعی طور پر اُمت میں امامت کے سب سے بڑے حق دار علی بن ابی طالبؑ ہیں کیوں کہ تمام اصحابِ علیؑ سے پوچھتے تھے اور علیؑ نے کبھی کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔

نبی پاکؐ نے فرمایا: جب تم میرے بعد کسی مسئلہ میں اختلاف کرو تو علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ رہنا۔

جناب عبادہ بن صامت نے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا: ہمیں خدا کے رسول کا حکم ہے کہ اگر کسی امر میں اختلاف ہو تو علیؑ کو حاکم بنائیں اسی لیے صحابہ سے مذکور افراد نے علم کے ذریعے علیؑ کی اتباع کی ہے جیسے سلمان، عمار، حذیفہ، ابوذر، جابر بن عبداللہ انصاری، ابن عباس، ابن مسعود، زید بن صوحان۔

اور متاثر نہ ہوئے زید بن ثابت، ابوموسیٰ، معاذ، عثمان، یہ سب صحابہ حضرت علیؑ کے علم کے معترف اور فضلِ علیؑ کے قائل تھے۔

علمِ علیؑ سات سمندروں کی مقدار میں

نقاش نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے علم رسولؐ پاک سے حاصل کیا اور رسولؐ نے خدا سے علم حاصل کیا۔ پس علمِ نبی معلمِ عبداللہ ہے اور علمِ علیؑ علمِ نبیؐ ہے اور میرا علم علیؑ کے علم سے ہے اور میرا اور تمام صحابہ کا علم علیؑ کے علم کے مقابل ایسے ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے مقابل ہوتا ہے۔

جناب ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ علیؑ کو ۱۰/۹ حصّہ علم عطا ہوا ہے اور باقی ۱۰/۱ حصّہ میں بھی وہ تمام لوگوں سے زیادہ اعلم ہیں۔

جناب یحییٰ بن معین نے عطاء بن ابی ریاح سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا

گیا کہ علیؑ سے زیادہ اَعلم کسی کو جانتے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں، میں کسی کو نہیں جانتا۔

ہاں حضرت عمر کا قول اس مقام پر اکثر موجود ہے جو خطیب نے ''اربعین'' میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ علم کے چھے حصّے ہیں، علیؑ کے پاس پانچ حصّے علم کے ہیں اور باقی چھٹا حصّہ لوگوں کا اور وہ اس میں بھی شریک ہیں بلکہ تمام سے اَعلم ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: امیرالمومنینؑ جب آپ سے کوئی سوال کیا جائے تو آپ بہت جلدی فیصلہ کر دیتے ہیں اور فوراً جواب دیتے ہیں۔ عمر نے کہا: علیؑ نے اپنا ہاتھ ظاہر کیا اور فرمایا: اے عمر! اس کی کتنی انگلیاں ہیں؟ عمر نے فوراً کہا: پانچ۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: جواب بہت جلدی دے دیا۔ عمر نے کہا: کیوں کہ یہ کبھی مجھ پر مخفی نہیں ہوئی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بھی جلدی اس لیے جواب دیتا ہوں کہ مجھ پر کوئی شے مخفی نہیں۔

عمر پر کوئی مشکل آئی اور عبدالرحمٰن نے اس سے نزاع کیا تو انھوں نے علیؑ کی طرف دیکھا۔ علیؑ نے جواب دیا کہ علم چل کر نہیں آتا علم کے پاس خود جانا پڑتا ہے۔ پھر جب علیؑ نے جواب دیا۔ عمر نے کہا: آپؑ کی قوم آپؑ سے عدول کر گئی ورنہ امامت کے حق دار آپؑ تھے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ہمارا فیصلہ قیامت کو ہوگا۔

یونس عن عبید قال الحسن کہ عمر نے کہا: اے اللہ! میں اس وقت سے پناہ مانگتا ہوں جب مجھ پر کوئی مشکل آ جائے اور میرے پاس علیؑ نہ ہوں۔

مجھے خدا باقی نہ رکھے

اکثر اوقات حضرت عمر جب علیؑ سے سوال کرتے تھے اور علیؑ جواب دیتے تو کہتے کہ خدایا! مجھے اس وقت باقی نہ رکھنا جب علیؑ نہ ہوں۔

تاریخ البلاذری میں ہے: میرے اللہ! مجھے اس مشکل کے وقت زندگی نہ دینا جب علیؑ نہ ہوں اور عمر کا علیؑ کی طرف ۲۳ مسئلوں اور سوالوں میں رجوع کرنا ثابت ہے

حتیٰ کہ اُنھوں نے کہا: لولا علی لھلك عمر

اور اس کو اکثر لوگوں نے ذکر کیا ہے جیسے ابوبکر بن عیاش، ابوالمظفر السمعانی۔
اسی طرح حضرت ابوبکر کا یہ قول مشہور ہے کہ اگر میں سیدھا رہوں تو میری اتباع کرنا اور اگر گم راہ ہو جاؤں تو اصلاح کرنا۔ ابوبکر کا یہ قول کہ فاطمہؑ کو میں جانتا ہوں اور باپ کے بارے میں خدا جانے۔

اسی طرح کلالہ کے بارے کہا کہ میں اس کے بارے اپنی رائے سے حکم دیتا ہوں۔ اگر صحیح حکم ہوا تو وہ خدا کی طرف سے ہوگا اور اگر غلط حکم جاری ہو تو وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگا۔ اور کلالہ بیٹے اور والد کے علاوہ رشتہ دار ہیں۔

اور رسولؐ پاک نے علیؑ کے علم کی گواہی دے کر فرمایا: علی عیبة علمی علی اعلمکم علما اقدمکم سلمًا، اور فرمایا: اعلم اُمتی من بعدی علی بن ابی طالبؑ۔

سلمان نے روایت کی ہے کہ اللہ نے علیؑ کو ایسی فضیلت دی ہے کہ اگر اس کی ایک چیز اہلِ زمین پر تقسیم کی جائے تو ان پر وسیع ہوگی اور علیؑ کو اس قدر فہم عطا کیا کہ اگر ایک جز بھی لوگوں کو دیا جائے تو ان کو محیط ہوگا۔

حکمت کی دس اجزائی تقسیم

حلیۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ سے علیؑ کے بارے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: حکمت کو اگر دس اجزا میں تقسیم کیا جائے تو علیؑ کو نو اجزا حکمت کے عطا ہوئے اور باقی لوگوں کو ایک حصہ حکمت عطا ہوئی۔

ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے محبت کرنے والے شخص کو علیؑ سے شدید محبت کرنے والا دیکھا اور رسولؐ سے بُغض رکھنے والے کو علیؑ سے شدید بُغض رکھنے والا دیکھا۔ پھر فرمایا کہ جسے حکمت عطا ہوئی گویا اسے کثیر خیر عطا ہوئی اور حساب سے استدلال کیا تو انھوں نے کہا: علی اعلم اُمت ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ نبیؐ نے

فرمایا: تم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابی لیلیٰ سے فرمایا: کیا تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہو، اے عبدالرحمٰن! اس نے عرض کیا: ہاں فرزندِ رسولؐ خدا! امامؑ نے پوچھا: کس طرح قضاوت کرتے ہو؟ اس نے کہا: کتابِ خدا سے۔ امامؑ نے فرمایا: اگر کتاب میں وہ حل موجود نہ ہو تو پھر؟ کہا کہ سنتِ رسولؐ سے حل کرتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: اگر سنتِ رسولؐ میں بھی ایسا واقعہ نہ ہو تو؟ اس نے کہا: پھر اصحاب سے حل کروں گا جس پر ان کا اجماع ہوگا۔ امامؑ نے پوچھا: اگر اس مسئلہ میں اصحاب کا اختلاف ہو تو پھر کیا کرو گے؟ اس نے کہا: جس قول کا ارادہ کروں گا اس پر عمل کروں گا اور باقی کی مخالفت کروں گا۔

امامؑ نے پوچھا: اگر اس مسئلہ میں علیؑ کا فیصلہ بھی ہو تو اس کی مخالفت کرو گے؟ اس نے کہا: کبھی کبھی علیؑ کی مخالفت کر کے دوسری رائے پر عمل کروں گا۔ امامؑ نے فرمایا: بروزِ قیامت کیا جواب دو گے جب رسولؐ اللہ کے سامنے کہیں گے کہ اے میرے رب! اس شخص کے پاس میرا قول اور حکم پہنچا تھا لیکن اس نے اس قول کی مخالفت کی۔ تو اس نے کہا: یہاں میں قولِ رسولؐ کی کیسے مخالفت کروں گا اے فرزندِ رسولؐ! امامؑ نے فرمایا: تجھے اس فرمانِ رسولؐ کا علم ہے کہ اقضاکم علی؟ اس نے کہا: ہاں جانتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: جب تم علیؑ کے قول اور حکم کی مخالفت کرو گے تو کیا رسولؐ اللہ کے اس فرمان کی مخالفت نہ ہوگی؟ پس ابن ابی لیلیٰ کا چہرہ زرد ہوگیا اور وہ خاموش ہوگیا۔

علی اعلمِ سنتِ رسولؐ

ابوامامہ نے کہا کہ رسولِ پاکؐ نے فرمایا: میرے بعد میری سنت اور قضا کا اَعلم میرا بھائی علی بن ابی طالب ہے۔

کتاب جلا و شفا والا رحمن وجن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی

ہے کہ علیؑ نے یمن کے فیصلے کیے اور یمنی نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور کہا کہ علیؑ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: علیؑ کبھی ظالم نہیں ہو سکتے اور نہ وہ ظلم کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ علیؑ میرے بعد تمھارے ولی ہیں، ان کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے، ان کا قول میرا قول ہے۔ ان کے حکم کو رد نہیں کرے گا مگر کافر اور ان کے حکم پر راضی نہ ہوگا مگر مومن۔ جب یہ ثابت تھا تو لوگوں کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ رسولؐ کے بعد غیر علیؑ کے پاس فیصلہ کرانے جاتے۔

قضاوت تمام علوم دینی کی جامع ہے، جو علیؑ اعلم علوم ہیں تو کسی غیر کے پاس جانا جائز نہ تھا کیوں کہ فاضل پر مفضول کو ترجیح دینا امر قبیح اور بُری بات ہے۔

جو شخص نبی پاکؐ کے ساتھ گھر اور مسجد میں ہو گیا وہ لوگوں سے اعلم نہیں ہو سکتا۔ آپ پر نازل ہونے والی وحی کا کاتب اور ترجمان ہوا اور نبیؐ کے سوالوں کے جواب سنے اور خود سوال کرتا رہا ہو۔

روایت میں ہے کہ جب رات کو نبیؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ صبح سویرے سب سے پہلے علیؑ کو وحی کے پروگرام سے آگاہ فرماتے اور جب وحی دن کو نازل ہوتی تو فوراً علیؑ کو مطلع کرتے۔

مشہور ہے کہ علیؑ نے مناجات رسولؐ سے پہلے ''دینار'' کا انفاق کیا اور حضرتؐ سے دس سوالوں کے بارے میں پوچھا کہ حضرتؐ نے اس کے لیے ہزار باب کھول دیا اور ہر دروازے سے ہزار دروازہ کھلا۔ اور اسی طرح جب نبیؐ نے وحی کو اپنی وفات سے پہلے وصیت کی۔

ابو نعیم حافظ زین بن علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ علیؑ نے فرمایا: مجھے رسول اللہؐ نے ہزار باب کی تعلیم دی کہ ہر باب سے ہزاروں ابواب کھل گئے۔ اور اسی روایت کو خصال میں چوبیں طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور بصائر الدرجات میں چھتیس

طریقوں سے نقل کی گئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ پاک کی تلوار کے ساتھ چھوٹا سا صحیفہ تھا اور اس میں حروف تھے کہ ہر حرف سے ہزار حروف کھل جاتے ہیں اور ان حروف سے صرف دو حرف دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب امام حسینؑ کو حروف کا وہ تحفہ دیا تو انھوں نے انھیں پڑھا اور پھر وہ حروف محمدؑ کو عطا کر دیے اور پھر ان کو کھلنے پر قادر نہ ہوئے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسولؐ پاک کا وقتِ وصال قریب آیا تو علیؑ اُٹھے اور اپنا سر ان کی چادر میں لے گئے تو رسولؐ پاک نے فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں تو تم مجھے غسل و کفن دینا پھر فرمایا کہ اب مجھے سہارا دے کر بٹھاؤ اور سوال کرو اور لکھ لو۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کفن میں ملبوس ہونے کے بعد مجھے بٹھا دو۔ پھر جو سوال کرنا چاہو کرو میں ہر سوال کا جواب بتاؤں گا۔ اور ابی عوانہ کی روایت میں ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا: میں نے ایسا ہی کیا تو رسولؐ پاک نے مجھے قیامت تک ہونے والے واقعات سے آگاہ کیا۔

نفسِ نبیؐ اور علیؑ

جمیع بن عمیر تمیمی نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ کا نفس (سانس) علیؑ کے ہاتھ میں تھا جسے انھوں نے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ صفوانی نے اُم سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نبی اکرمؐ کے پاس تھی۔ انھوں نے مجھے کتاب دی اور فرمایا: جو میرے بعد میرا قائم مقام ہوگا تو وہ یہ کتاب تجھ سے طلب کرے گا، یہ اُسے دے دینا۔ پھر ابی بکر، عمر، عثمان نے اپنے زمانے میں مجھ سے اس کتاب کا مطالبہ نہ کیا

لیکن علیؑ کی بیعت ہوئی تو علیؑ میرے پاس آئے اور کہا: یا اُم سلمہ! مجھے وہ کتاب دو جو رسولؐ اللہ نے آپ کو دی تھی۔ میں نے عرض کیا: کیا اس کتاب کے مالک آپ ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں پس میں نے وہ کتاب انھیں دے دی۔

پوچھا گیا کہ اس کتاب میں کیا تھا۔ اُم سلمہؓ نے کہا: قیامت تک کے تمام حالات وواقعات اس میں درج تھے۔ حضرتؑ نے وہ کتاب کھولی اور فرمایا: یہ علمِ ابد ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: گڑھے میں جمع شدہ پانی کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ حضرتؑ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: تمام انبیاؑ کا علم اللہ نے محمدؐ کو وحی کے ذریعے عطا کیا اور حضرت محمدؐ نے یہ سارا علم علی علیہ السلام کو عطا کر دیا۔ اسی لیے حضرت علیؑ علی طور پر ایسا دعویٰ کرتے تھے کہ کسی سے ایسا دعویٰ نہیں سنا گیا۔

حبیش الکنانی نے روایت کی ہے کہ میں نے علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کی قسم! میں تمام رسالتوں کی تبلیغ اور تمام وعدوں کی تصدیق اور تمام کلمات کو جانتا ہوں اور میری پسلیوں میں علم کا سمندر ہے۔ کاش کوئی اس علم کو برداشت کرنے والا ہوتا اور فرمایا: اگر پردے ہٹا بھی دیے جائیں تو بھی میرے یقین میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔

جناب ابن ابی البختری نے چھے طرق، ابن المفضل نے دس طرق اور ابراہیم ثقفی نے چودہ طریق سے روایت کی ہے اور ان طرق میں عدی بن حاتم، اصبغ بن نباتہ، علقمہ بن قیس، یحییٰ بن اُم الطویل، زر بن حبیش عبایہ بن ربعی، عبایہ بن رفاعہ، اور ابو طفیل ہیں کہ حضرت علیؑ نے مہاجرین اور انصار کے اجتماع میں فرمایا: سَلُونِي سَلُونِي قَبلَ اَن تَفقِدُونِي اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کس قدر علم عظیم سے پُر ہے کہ کاش کوئی اس علم کا طالب ہو۔ یہ علم کا ظرف ہے، یہ لعاب رسولؐ اللہ، یہ علم مجھے رسولؐ نے پرندے کے اپنے بچہ کو چوگ دینے کی طرح دیا۔ مجھ سے سوال کرو کہ میرے

پاس اوّلین اور آخرین کا علم ہے۔

خدا کی قسم! اگر میرے لیے علمی مسند بچھا دی جائے اور کتبِ اربعہ کے ماننے والے اپنے فیصلے لے کر آئیں اور میں ہر ایک کے مذہب کے مطابق صحیح اور سالم ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر کتاب خود میری تائید اور تصدیق میں بولے گی۔ اور اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کا پوچھو تو بتاؤں گا کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ مکّی ہے یا مدنی، سفر میں نازل ہوئی یا گھر میں، ناسخ ہے یا منسوخ۔ محکم ہے یا متشابہ اور اس کی تاویل اور تفسیر کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

سَلُونِی سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی

غرر الحکم میں آمدی نے روایت درج کی ہے کہ حضرت علیؑ نے دعویٰ کیا: سَلُونِی سَلُونِی۔ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمانوں کے راستے جانتا ہوں۔

نہج البلاغہ میں فرمایا: خدا کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم قیامت تک کے حالات پوچھو تو بتاؤں گا۔ اگر آیندہ آنے والے گروہوں کے بارے میں جو گم راہ کریں گے یا ہدایت کریں گے پوچھو گے تو ان کو جانتا ہوں، ان کے قائد، سائق اور پس پردہ ہانکنے والوں کو بھی جانتا ہوں اور ان فتنوں میں کتنے قتل ہوں گے اور کتنے مر جائیں گے۔

ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو تمھیں ہر ایک کے داخل اور خارج ہونے اور تمام حالات کو بتاؤں تو بتا سکتا ہوں۔

جناب سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا: میرے پاس اموات جو اوقات، اوصیا، انساب کا علم ہے اور اسلام کی مقامِ ولادت اور کفر کے مقام کو جانتا ہوں۔ میں فاروقِ اعظم ہوں۔ پس مجھ سے سوال کرو، قیامت تک کے حالات پوچھو، پہلے کے واقعات، آج کے حالات اور قیامت تک کے احوال پوچھو۔

ابن میسّب نے کہا کہ اصحاب رسولؐ سے کسی نے سوائے علی علیہ السلام کے سَلُوْنِی سَلُوْنِی کا دعویٰ نہیں کیا اور ابن شرمہ کہتے ہیں کہ آج تک کسی نے منبر پر بیٹھ کر سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی کا دعویٰ سوائے علیؑ کے کسی نے نہیں کیا۔

علیؑ کے پاس علم الکتاب ہے

خدائے متعال نے فرمایا: تِبْيَانًا لِّكُلِّ (سورۂ نحل، آیہ ۸۹)، وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (سورۂ یٰس، آیہ ۱۲) اور فرمایا: وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (سورۂ انعام، آیہ ۵۹) جب ایسا ہے تو ظاہر میں موجود نہیں سب کچھ تاویل میں موجود ہے۔

جس طرح ارشاد قدرت ہوتا ہے: مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (سورہ آل عمران، آیہ ۷) اور اس کے مصداق علیؑ ہیں۔ چنانچہ علیؑ ہی امامت کے حق دار ہیں کیوں کہ ان کی امامت کی کوئی نظیر اور مثال نہیں۔

تعجب ہے کہ علوم سے کوئی شے ان سے مخفی نہیں، حتیٰ کہ اہلِ علم نے علی علیہ السلام کو بزرگوار علم کہا ہے اور وہ شریعت میں قبلہ بن گئے اور انھی سے قرآن سنا جاتا تھا۔

شیرازی نے نزولِ قرآن میں اور ابو یوسف یعقوب نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے اس آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ (سورۂ قیامہ، آیہ ۱۶) کی تفسیر سے آیا ہے کہ نبی پاکؐ وحی کے دوران اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے تاکہ وحی کو یاد کرلیں تو کہا گیا کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ یعنی قرآن پڑھنے کی جلدی نہ کرو، وحی کے مکمل ہونے سے پہلے اور علیؑ نے اسی قرآن کو جمع کیا اور پڑھا۔

اور کہا کہ اللہ نے محمدؐ کو ضمانت دی کہ رسول اللہؐ کے بعد علیؑ قرآن کو جمع کرے گا۔ ابن عباس نے کہا: خدا نے علیؑ کے دل پر قرآن کو جمع کیا اور علیؑ نے رسولؐ کے بعد چھ ماہ میں قرآن کو جمع کر دیا۔

جامع قرآن علیؑ / موٴلفِ قرآن علیؑ

ابی رافع کی اخبار میں ہے کہ نبی پاکؐ نے اپنی مرضِ موت میں علیؑ سے فرمایا: یاعلی هذا كتاب الله۔ اس کو لو، تو علیؑ نے اس کو ایک کپڑے میں اکٹھا کیا اور اپنے گھر گئے اور جب رسولِ پاکؐ کی وفات ہوگئی تو علیؑ بیٹھ گئے اور قرآن کو ایسے تالیف کیا جیسے نازل ہوا تھا اور نزولِ قرآن کو علیؑ جانتے تھے۔

ابوالعلاء العطار اور الموفق خطیب خوارزم نے اپنی کتابوں میں علی بن رباح کی سند سے روایت نقل کی ہے کہ نبی پاکؐ نے علیؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ قرآن کی تالیف کریں تو علیؑ نے تالیف کی اور تحریر کی۔

جبلہ بن سحیم نے حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت نقل کی ہے کہ اگر میرے لیے علمی مسند بچھائی جائے اور لوگوں کو میرے حق کی معرفت ہو تو میں ان کے لیے ایسا مصحف دوں گا جس کو میں نے لکھا ہے اور مجھے رسولِ پاکؐ نے لکھوایا ہے۔ روایت ہے کہ علیؑ نے ابوبکر کی بیعت سے انکار بھی اس لیے کیا کہ وہ تالیفِ قرآن میں مصروف تھے۔

قرآن جمع کرنے تک عبا نہ ڈالوں گا

ابونعیم نے حلیہ میں اور خطیب نے اربعین میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب رسولِ پاکؐ کی وفات ہوگئی تو میں نے قسم کھائی کہ اس وقت تک اپنے کندھوں پر عبا نہ رکھوں گا حتیٰ کہ قرآن کو جمع کرلوں۔ اور میں نے عبا کاندھوں پر نہیں رکھی جب تک قرآن کو جمع نہ کرلیا۔

اخبارِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے کندھوں پر عبا نہ رکھیں گے مگر نماز کے لیے جب تک قرآن کو جمع کر کے تالیف نہیں کر لیتے۔ پس حضرتؑ ایک مدت تک لوگوں سے دُور رہے یہاں تک کہ قرآن کو جمع کرلیا۔ پھر حضرتؑ

چادر کر کے لوگوں کے پاس آئے اور وہ مسجد میں جمع تھے تو لوگوں نے حضرتؑ کے اجتماع میں آنے پر پوچھا کہ اب کیوں آئے ہیں یا علیؑ؟ آپؑ نے ان لوگوں کے درمیان قرآن جمع شدہ رکھا اور فرمایا: رسولؐ پاک نے فرمایا: میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر ان سے تمسک رکھو گے تو کبھی گم راہ نہ ہو گے۔ کتاب اللّٰہ وعترتی اھل بیتی اور یہ کتابِ خدا ہے۔

اور میں عترت اور اہلِ بیت ہوں۔ عمر اُٹھا اور کہا: اگر آپؑ کے پاس قرآن ہے تو ہمارے پاس بھی قرآن ہے۔ ہمیں اب دو قرآنوں کی ضرورت نہیں۔ پس حضرتؑ نے اپنا قرآن اُٹھا لیا اور ان پر حجت تمام کرنے کے بعد واپس گھر لائے اور اپنے حجرے میں پہنچے تو یہ فرما رہے تھے کہ انھوں نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور اس کو بیچ کر تھوڑی قیمت لے لی ہے۔ انھوں نے بہت بڑا سودا کیا ہے۔ لہٰذا ابن مسعود نے پڑھا کہ علیؑ نے قرآن کو جمع کیا اور پڑھا، تم بھی اسی قرآن کو پڑھو اور اس کی اتباع کرو۔

جو روایت ہے کہ قرآن کو ابوبکر، عمر اور عثمان نے جمع کیا ہے تو ابوبکر نے اقرار کیا جب انھوں نے ابوبکر سے قرآن کے جمع کرنے کا کہا تو اس نے کہا: میں یہ کیسے جمع کر سکتا ہوں جسے رسولؐ اللّٰہ نے جمع نہیں کیا اور نہ مجھے جمع کرنے کا حکم دیا اور بخاری نے صحیح میں ذکر کیا کہ علیؑ نے دعویٰ کیا کہ نبیؐ نے مجھے تالیف جمع کا حکم دیا تھا۔ پھر اُنھوں نے زید بن ثابت، سعید بن عاص، عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور عبداللّٰہ بن زبیر کو جمع قرآن کا حکم دیا اور قرآن ان تمام کے جمع کرنے سے جمع ہوا۔

علیؑ اعلمِ قرآن

سوادِ اعظم کے قرأت کے علماء سے احمد بن حنبل، ابن بطہ، ابویعلیٰ نے اپنی کتب میں اعمش سے روایت کی ہے کہ دو شخصوں نے سورۂ احقاف کی تیس آیات کی تلاوت کی

اور دونوں کی قرأتوں میں اختلاف تھا۔

ابن مسعود نے کہا: یہ خلاف قرآن پڑھ رہے ہیں تو دونوں رسول اکرمؐ کے پاس گئے۔ حضرتؐ نے سنا تو غضب ناک ہوئے اور اس وقت علیؑ پاس تھے اور علیؑ نے حکم دیا کہ تم ایسے قرآن پڑھو جیسے تم علم رکھتے ہو۔ اور یہ دلیل ہے کہ علیؑ کو تمام قرأت مختلفہ کی وجوہات کا علم تھا۔

روایت ہے کہ جب زید نے التابوہ پڑھا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اسے التابوت لکھو تو ایسے لکھا گیا اور سات قاری ہمیشہ اپنی قرأتوں میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ پس حمزہ اور کسائی ہمیشہ قرأت علیؑ اور قرأت ابن مسعود پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ دونوں قاری حضرت علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ابن مسعود کے موافق ہوتے اور اعراب کے مقام پر ہوتے۔

البتہ نافع اور ابن کثیر، ابوعمرو ان کی قرأت ابن عباس تک جاتی ہے اور ابن عباس شاگرد ہے حضرت علی علیہ السلام کا اور ان قاریوں سے جس نے اُبی بن کعب کی قرأت کی مخالفت کی وہ بھی علیؑ سے اخذ کرنے والا ہے۔

ہاں عاصم نے ابی عبدالرحمٰن السلمی پر قرأت کی اور ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے تمام قرآن علی علیہ السلام کے پاس پڑھا۔ لوگوں نے کہا کہ افصح قرأت عاصم کی قرأت ہے کیوں کہ وہ اصل سے لایا ہے جب کہ دیگر ان پر ادغام کرتے ہیں، اور جو ہمزہ دوسرے نرم کر کے پڑھتے ہیں یہ ہمزہ کو تحقیق سے پڑھتے ہیں اور افتتاح الف سے کرتا ہے جسے دوسروں نے ترک کر دیا ہے۔

کوفی عدد قرآن میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے اور صحابہ سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی طرف عدد کی نسبت دی جائے اور ہر شہر کا عدد بعض تابعین نے لکھ دیا ہے۔

علیؑ معلمِ المفسرین

بہترین مفسرین سے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، ابی ابن کعب اور زید بن ثابت ہیں۔ یہ تمام علیؑ کے ہر لحاظ سے مقدم ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔

تفسیر نقاش میں جناب ابن عباسؓ کا جملہ ہے کہ تفسیر کا علم میں نے علیؑ سے حاصل کیا ہے اور کچھ باتیں ابن مسعود سے سیکھی ہیں اور قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور حضرت علیؑ علمِ ظاہر اور باطن دونوں رکھتے ہیں۔

شعبی نے کہا ہے کہ نبی پاکؐ کے بعد اللہ کی کتاب کا سب سے بڑا عالم علیؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

تاریخ بلاذری اور حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! جو بھی آیات نازل ہوئی ہیں، ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں کب اور کہاں نازل ہوئی۔ رات کو یا دن کو نازل ہوئی؟ خشکی میں یا سمندر میں، صحرا میں یا پہاڑ پر نازل ہوئی اور خدا نے مجھے قلبِ عقلمند اور فرمانِ رسا عطا فرمائی۔

قوت القلوب میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو ستر اُونٹ سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے لا دسکتا ہوں۔ جب مفسرین نے حضرت علیؑ کا یہ قول پایا تو اس کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔

حضرت علیؑ منبر پر تھے اور ابن کواء نے پوچھا: وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا کی تفسیر کیا ہے؟ فرمایا کہ ہوائیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: بادل۔ پھر فرمایا: فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا سے مراد کشتیاں اور فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا سے مراد فرشتے اور تمام مفسرین اسی قول کے قائل ہیں اور قولِ خدا: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (سورۂ آل عمران، آیہ ۹۶) کی تفسیر بھول گئے کیوں کہ ایک شخص نے حضرت

امیرالمومنینؑ سے کہا کہ اوّل بیت آپ ہیں تو آپؑ نے فرمایا: نہیں اس سے پہلے بھی بیوت تھے لیکن یہ پہلا گھر تھا جو لوگوں کے لیے بابرکت تھا کیوں کہ اس میں ہدایت، رحمت اور برکت ہوتی ہے۔ اور سب سے پہلے اسے ابراہیمؑ نے بنایا اور پھر جرہم قبیلہ کے عربوں کی ایک قوم نے دوبارہ بنایا، پھر گر گیا تو عمالقہ نے بنایا، پھر گر گیا تو قریش نے بنایا۔

احمد حنبل اپنی مسند میں رقم طراز ہے کہ جب نبی پاکؐ فوت ہوئے تو ابن عباسؓ دس سال کے تھے لیکن مفصل قرآن پڑھا۔

علیؑ استاذ الفقہاء

فقہاء میں بھی سب سے بڑے فقیہہ مولا علیؑ تھے کیوں کہ جو علم ان سے تمام فقہا سے ظاہر ہوا، تو اس سے کہیں زیادہ تنہا علی علیہ السلام سے ظاہر ہوا۔ پھر تمام شہروں کے فقہا حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے اور حضرتؑ کے علمی سمندر سے موتی چنتے تھے۔ ہاں اہلِ کوفہ کے فقہاء سے سُفیان ثوری، حسن بن صالح بن حی، شریک بن عبداللہ اور ابن ابی لیلیٰ، یہ لوگ مسائل کی ضروریات نکالتے تھے اور کہتے تھے: یہ قول علیؑ کے مطابق قیاس ہے اور ابواب کی یوں ترجمانی کرتے۔

اہلِ بصرہ کے فقہاء حسن ابن سیرین تھے، ان دونوں نے علم اس شخص سے حاصل کیا جس نے حضرت علیؑ سے حاصل کیا تھا اور ابن سیرین زیادہ فصیح تھے کیوں کہ انھوں نے کوفیوں سے اخذ کیا اور عبیدہ سمعانی سے علم حاصل کیا۔ یہ سمعانی علیؑ کے خواص میں سے تھے۔

اہلِ مکہ نے علمِ تفسیر ابن عباسؓ اور حضرت علیؑ علیہ السلام سے حاصل کیا اور حضرت ابن عباسؓ نے تمام تفسیر کا علم علی علیہ السلام سے حاصل کیا۔

اہلِ مدینہ نے تو علمِ تفسیر حاصل ہی علی علیہ السلام سے کیا تھا۔ اور شافعی نے

ایک کتاب علیحدہ لکھی جس میں ثابت کیا کہ اہلِ مدینہ نے علیؑ اور عبداللہ بن عباس کی اتباع کی۔ اور محمد بن الحسن فقیہ کہتے ہیں کہ اگر علیؑ بن ابی طالبؑ نہ ہوتے تو اہلِ بغاوت کا حکم ہمیں معلوم نہ ہوتا اور موسیٰ محمد بن حسن کی کتاب تین صد مسائل پر مشتمل ہے جو اہلِ بغاوت سے جنگ کرنے کے بارے میں ہے جس کے حضرت علیؑ نے اصول بتائے ہیں۔

مسند ابی حنیفہ میں ہشام بن حکم کی روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابی حنیفہ سے فرمایا: تم نے یہ قیاس کہاں سے لیا ہے؟ اس نے کہا: حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ اور زید بن ثابت کے قول سے۔ جب عمر نے وراثتِ حد جمع بھائی کے مسئلہ میں ان دونوں سے گواہی لی تو عمر سے حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر ایک درخت کی شاخ نکلے اور پھر اس شاخ سے دو شاخیں اور نکلیں تو آخری دو شاخوں سے کوئی شاخ اس درخت کے قریب ہوگی؟ کیا وہ جو اس شاخ کی ساتھی ہے یا درخت؟ زید نے کہا: اگر سمندر سے ایک بڑی نہر نکالی جائے اور پھر اس نہر سے دو اور چھوٹی نہریں نکالی جائیں تو کون سی زیادہ قریب ہوگی کیا دو نہروں کے قریب یا سمندر کے قریب؟

حضرت علی معلّم الفرائض

وراثت کے تمام حصوں کو جاننے والوں میں حضرت علیؑ زیادہ مشہور ہیں۔

فضائلِ احمد حنبل میں ہے کہ عبداللہ نے کہا: اہلِ مدینہ میں فرائض کا اعلم حضرت علی بن ابی طالبؑ ہے۔ شعبی نے کہا: میں نے علیؑ سے زیادہ افرض، زیادہ مناسب کسی کو نہیں دیکھا۔ جب حضرتؑ سے سوال ہوا وہ منبر پر تھے کہ ایک شخص مر گیا جس کے پیچھے بیوی، والدین اور دو بیٹیاں ہیں۔ تو ان میں سے اس کی بیوی کا کس قدر حصّہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے تمام ترکہ کی قیمت ۹ حصّے ہوئے تو اس مسئلہ کو لقب ملا مسئلہ منبری یعنی والدین کے لیے چھٹا حصّہ، اور دو بیٹیوں کے لیے دو ثلث اور عورت

کے لیے آٹھواں حصّہ۔ یہاں فریضہ بڑا ہوگا کیوں کہ اس عورت کے لیے ۲۴ حصوں سے تین ہوں گے۔ پس جب ستائیس تک ہوں گے تو اس کی قیمت نو ہو جائے گی؟ کیوں کہ تین ستائیس سے نواں حصّہ ہے اور باقی چوبیس رہیں گے اور بیٹیوں کے لیے ۱۶ حصّے اور آٹھ والدین کے لیے جو برابر ہوگا۔

راوی نے کہا کہ یہ اس استفہام کی بنیاد پر ہے یا ان کے قول پر کہ اس کی قیمت نو ہو جائے گی یا پوچھا گیا کہ جو غول کا قائل ہے اس کے مذہب پر حکم کیسے لگے گا تو حضرتؑ نے جواب دیا: حساب بتایا، تقسیم کرکے دکھایا اور نسبت بھی بتائی اور اسی طرح دینارِ واحد مسئلہ ہے۔

علیؑ اصحاب الروایات کے معلّم ہیں

اصحابِ روایات تقریباً بیس کے قریب ہیں۔ ان سے ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابن عبداللہ جابر انصاریؓ، ابوایوبؓ ابوہریرہ، انس، ابوسعید الخدریؓ، ابورافع وغیرہ تھے۔ ان تمام نے کہا کہ حضرت علیؑ موثق ہیں اور مکمل حجت ہے اور آپؑ کے باطن کی تصدیق ہے کیوں کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: علی مع الحق۔

ترمذی اور بلاذری میں ہے کہ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ تمام اصحابِ رسولؐ سے زیادہ آپؑ کی احادیث ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جب میں رسولؐ پاک سے سوال کرتا تھا تو وہ بتاتے تھے اور اگر میں سوال نہ کرتا تو بھی وہ خود بتاتے تھے۔

کتاب ابن مردویہ میں ہے کہ جب میں سوال کرتا ہوں تو عطا کیا جاتا ہوں اور جب خاموش ہو جاؤں تو میں ابتدا کر دیتا ہوں۔

حضرت علیؑ متکلمین کے سردار ہیں

متکلمین میں حضرت علیؑ کلام میں اَجل ہیں کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: علیؑ اس

اُمت کی تربیت کرنے والے ربانی ہیں اور اخبار و روایات میں ہے کہ مناظرہ اور مجادلہ کے ذریعے کسی کو حق کی طرف بلانے میں سب سے بڑا کردار علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہے اور حضرتؑ سے نقائصِ قرآن میں ملحدوں نے مناظرہ کیا اور جاثلیق کے مشکل سوالات کا جواب دیا جس سے وہ جاثلیق مسلمان ہو گیا۔

ابوبکر ابن مردویہ اپنی کتاب میں سُفیان سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا: علیؑ نے جب بھی کسی سے احتجاج کیا تو دلیل و حجت کے ساتھ کیا۔

ابوبکر شیرازی نے اپنی کتاب میں مالک سے اور وہ انس سے اور وہ ابن شہاب سے اور ابو یوسف یعقوب بن سُفیان اپنی تفسیر میں، احمد بن حنبل اور ابویعلیٰ نے اپنی مسندوں میں کہا ہے کہ ابن شہاب کہتا ہے کہ مجھے امام زین العابدینؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ نے فرمایا: رسولؐ پاک رات کو میرے پاس آئے اور جنابِ زہراءؑ بھی آئیں تو رسولؐ پاک نے فرمایا: کیا ہمارے ساتھ نہیں چلتے؟ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمارے نفوس خدا کے پاس ہیں، جب وہ ہمیں بھیجنا چاہے گا بھیجے گا اور اس کا ہم پر لطف زیادہ ہوگا اور حضرتؐ واپس چلے گئے۔ پھر میں نے سنا کہ حضرتؐ فرما رہے تھے: علیؑ حق و صداقت کا کلام کرنے میں لاجواب ہے اور ان کا سا کلام کوئی نہیں کر سکتا۔

جب رأس الجالوت نے حضرت علیؑ سے کہا کہ تم نبی کے بعد تیس سال زندہ رہو گے حتیٰ کہ تم میں سے بعض دوسروں پر تلوار کھینچیں گے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: تمھارے قدم دریا کے پانی سے کبھی خشک نہ ہوں گے حتیٰ کہ تم نے موسیٰؑ سے کہا: ہمارا بھی خدا ہو جس طرح ان کا خدا ہے۔

اہلِ بصرہ نے حضرت امیرؑ کی طرف کلیب جرمی کو جمل کے بعد بھیجا تا کہ لوگوں کے بارے میں حضرت علیؑ کے شبہات زائل ہو سکیں تو حضرتؑ نے اسے یاد دلایا جو حق تھا۔ پھر فرمایا کہ بیعت کرو۔ اس نے کہا: میں ایک قوم کا قاصد ہوں کوئی نئی بات نہ

کروں گا جب تک اس قوم کی طرف واپس نہ پہنچ جاؤں۔ آپؑ نے فرمایا: تم نے دیکھا ہے کہ جس قوم نے تجھے بھیجا ہے ان کے لیے سہولت اور رحمت کے نزول کو چاہتے ہوئے ان کو خبر دو کہ یہاں کھانا بھی ہے اور پینا بھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ کلیب نے کہا: خدا کی قسم! میری یہ استطاعت نہیں کہ جب مجھ پر حجت قائم ہوجائے تو میں امتناع کروں، پس اس نے بیعت کی۔

حضرتؑ کا یہ فرمان کہ خدا کی ابتدائی معرفت توحیدِ خدا ہے اور اصل توحید تو اس ذات سے صفات کی نفی ہے اور جو متکلمین نے اصول میں طناب کھینچی ہے تو وہ ان جملوں سے زیادہ ہے اور ان اصول کی شرح سے زیادہ ہے۔

امامیہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی رجوع طرف کرتے ہیں اور معتزلہ اور زیدیہ کے لیے قاضی عبدالجبار بن احمد بیان کرتا ہے: عن ابی عبداللہ الحسین البصری وابی اسحاق عباس عن ابی ہاشم الجبائی ...... الی...... ان وصل بن عطاء ...... الی...... محمد حنفیہ بن علیؑ.

علیؑ علمِ نحو کے بانی اور مؤسس

ان نحویوں میں علیؑ کا مقام واضعِ نحو (نحو کو وضع کرنے والے) کا ہے۔ علی نحو بنانے والے ہیں، کیوں کہ تمام نحوی خلیل بن احمد بن عیسیٰ بن عمرو الثقفی سے اور وہ عبداللہ بن اسحاق الحضرمی سے اور وہ ابن عمرو بن العلاء عن میمون الاقرن سے اور وہ عنبۃ الفیل سے، اور وہ ابوالاسود دئلی سے اور وہ علیؑ سے روایت کرتے ہیں: اس نحو کے بانی اور مؤسس علیؑ ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ قریش انباط کے علاقہ والوں سے شادی کرلیتے تھے تو ان سے اولاد ہوتی تو ان کی اصل زبان فاسد ہوجاتی، حتیٰ کہ خویلد اسدی کی بیٹی کی شادی ایک نبطی سے ہوئی تو اس نے کہا: ان ابوی مات وترك علی مالِ کثیر۔ جب اس قسم کی فاسد اور غلط زبان بولنے لگے تو علمِ نحو کی بنیاد رکھی گئی۔

روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے ایک بازاری سے سنا کہ وہ پڑھ رہا تھا: ان اللّٰہ بریٌ من المشرکین ورسوله، اس نے اپنا سر زخمی کر دیا اور اسے علیؑ کا دشمن سمجھ لیا۔ حضرتؐ نے فرمایا: اس نے قرأتِ قرآن میں اللّٰہ کا انکار کیا ہے مگر علی علیہ السلام نے فرمایا: اس نے عمداً ایسا نہیں کیا۔

روایت ہے کہ ابوالاسود کی آنکھ میں تکلیف تھی، اس کی ایک بیٹی تھی جو اسے حضرت علیؑ کے پاس لے جارہی تھی۔ اس نے کہا: اے بابا! موسم رمضان کی گرمی کس قدر شدید ہے۔ اس بات سے وہ تعجب کا اظہار کر رہی تھی تو باپ نے اسے اپنی بات کرنے سے روک دیا۔ حضرت علیؑ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے علمِ نحو کی اساس ڈالی۔

روایت ہے کہ ابوالاسود جنازہ کے پیچھے چلتا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ کون فوت ہوا ہے یا کس نے مارا ہے؟ اس نے کہا: خدا نے۔ جب علیؑ کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے علمِ نحو ایجاد کی۔ بہرصورت جو وجہ بھی ہو، حضرتؑ نے یہ نحو ابوالاسود دوئلی کے سپرد کیا اور فرمایا: یہ نحو کا علم کس قدر خوب صورت ہے اور اس پر کئی مسائل کا حاشیہ لگ سکتا ہے۔ اسے نحو کہا جاتا ہے۔ اور ابن سلام نے کہا: کلام تین چیزوں کا نام ہے: اسم، فعل اور حرف، جو کسی معنی کے لیے آتا ہے۔ پس اسم وہ ہے جو مسمّٰی کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو مسمّٰی کی حرکت سے مطلع کرے اور حرف وہ ہے جس کا معنی اس کے غیر میں پایا جاتا ہو۔ اس کو علیؑ نے لکھا اور باقی لوگ عاجز ہو گئے۔ سب نے کہا: ابوطالب اسمه اس کی کنیت نہیں اور کہا کہ یہ ترکیب حضرموت کی طرح ہو گی۔

زمخشری نے فائق میں کہا ہے کہ حالت جر میں لفظ پر حالت رفع کو چھوڑ دیا جائے کیوں کہ زیادہ معروف اور مشہور یہی ہے اور اس کے مثل ہو گا جس کے مثل میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

علیؑ سب خطیبوں سے بڑے خطیب

عرب کے کئی خطیب تھے اور سب سے بڑے خطیب حضرت علیؑ تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علیؑ کے خطبۂ توحید، خطبۂ شقشقیہ، خطبہ ہائے ہدایۃ، ملاحم، والولوۃ والغراء والقاصعہ والافتخار والاشباح والدرۃ الیتمیہ والاقالیم والوسیلۃ والجالوتیہ والقصبیہ والتخیلیہ سلیمانیہ وناطقہ والدامغہ والفاضحہ بلکہ پوری نہج البلاغہ کو دیکھیں اور اسماعیل بن مہرانی سکونی کی کتاب ''خطباتِ امیر المومنینؑ'' کو دیکھیں۔

عربوں میں کئی فصیح و بلیغ اشخاص تھے مگر سب سے ہر لحاظ سے کامل اور بلیغ و فصیح حضرت علیؑ تھے۔ سید رضی کا قول ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فصاحت شروع کی اور مقامِ درود فصاحت کو شروع کی اور علیؑ بلاغت کے انشا اور اس کی ولادت گاہ ہیں اور علیؑ سے بلاغت کے راز نیز فصاحت کے اسرار ظاہر ہوئے اور علیؑ نے ہی فصاحت و بلاغت کے قانون بنائے۔

جاحظ نے کتاب الغرہ میں ایک خط ہے وہ علیؑ نے معاویہ کو لکھا کہ تجھے تیری عزت نے دھوکا دیا اور تو بہت چھوٹا ہوگیا ہے، یہ تیری ذلت اور خواری ہے ڈرو اور وحشت کرو۔ تیرے فعل نے تجھے بیمار کر دیا ہے۔ اس خط سے ہدایت حاصل کرلو، حضرتؑ نے فرمایا: من اٰمِن اٰمَن۔ ''جو ایمان لائے، اسے امن مل جائے گا''۔

کلبی نے ابی صالح اور ابوجعفر بن بابویہ نے امام رضا علیہ السلام کے وسیلے سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کا اجتماع تھا اور تذکرہ تھا کہ الف کلام میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے اور الف کے بغیر ہم کوئی کلام نہیں کرسکتے تو فوری طور پر حضرتؑ نے ایک خطبہ دیا جس میں الف کا نام تک نہ تھا:

حمدت من عظمت منته وسبغت نعمته وسبقت
رحمة وتمت كلمته ونفذت مشيته وبلغت

قضيته...... الى آخرها

پھر حضرتؑ نے دوسرا خطبہ فی البدیہہ پڑھا جس میں ایک بھی نقطہ نہیں:

الحمدللہ اهل الحمد وما واہ وله او کد الحمد واحلاہ

واسرع الحمد واسراہ واطهر الحمد واسماہ واکرم

الحمد واولاہ ...... الى آخرها

اور ان دونوں خطبات کو محزون اور مکنون کلام سے ظاہر کیا ہے اور حضرتؑ کے کلام سے ہے کہ ہلکے ہوکر جاؤ اور ملحق ہوجاؤ گے کیوں کہ تمھارے پہلے سے آخری کا انتظار کر رہا ہے اور جو اس کے حاشیہ میں نرمی کرے تو ہمیشہ اس کی قوم میں مودت رہے گی۔

حضرتؑ کا قول کہ جو شخص کوئی شے بھول جائے تو اسے واپس کردے اور یہ فرمان کہ المرء مخبوء تحت لسانہ جب وہ بولے گا تو ظاہر ہوگا اور اس پر قرآن شاہد ہے۔ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (سورۂ محمدؐ، آیہ ۳۰) اور حضرتؑ کا یہ قول .... کل امری وہ جو اچھا کام کرتا ہے اور قرآن اس کی تائید کرتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۲۴۷) اور حضرتؑ کا یہ فرمانا کہ قتل قتل کم کرتا ہے اور اس کی مثال قرآن میں ہے کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۷۹)

علیؑ سب سے اعلم شاعر

آپؑ تمام شعراء سے بڑے شاعر تھے۔ ''الجاحظ'' نے اپنی کتاب البیان اور التبیین اسلام اور کتاب فضائلِ بنی ہاشم میں اور بلاذری نے انساب الاشرف میں لکھا ہے کہ علیؑ تمام عرب سے بڑے شاعر تھے اور سب سے بڑے فصیح اور کاتب (لکھاری) تھے۔ تاریخ بلاذری میں ہے کہ ابوبکر شعر کہتے تھے اور عمر بھی شعر کہتے تھے اور عثمان نے

بھی شعر پڑھے (کہے) اور علیؑ ان تینوں سے بڑے شاعر تھے۔ اور عروضیوں سے مقدم علیؑ ہیں کیوں کہ ان کے گھر سے عروض کا علم نکلا۔

روایت ہے کہ خلیل بن احمد نے اصحابِ محمد باقر میں سے کسی شخص نے علمِ عروض حاصل کیا اور یا امام محمد باقر علیہ السلام سے لیا ہوتا تو بہتر تھا۔ ان اصحاب عربیہ میں علیؑ سب سے زیادہ مستحکم ہیں۔

ابن الحریری البصری نے اپنی کتاب ذرہ الغواص میں اور ابن فیاض شرح اخبار میں منقول ہے کہ اصحاب نے مودۃ کے معنی میں اختلاف کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہ موودۃ نہیں حتیٰ کہ اس پر سات قربانیاں آ جائیں۔

عمر نے کہا: آپ نے سچ فرمایا خدا آپ کی عمر دراز عطا کرے۔

حضرتؑ دوسرے واعظوں کی طرح نہ تھے لیکن بہت ہی مخلص، جاں سوز اور حساس تھے اور کسی سے ضرب الامثال، مواعظ اور عبرتیں اس قدر ظاہر نہیں ہوئیں جس قدر حضرت علیؑ کی ہوئیں۔ جیسے قولِ علیؑ: من زرع العدوان حصد الخسروان، ''یعنی جو دشمنی کاشت کرے گا وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے''۔ جسے موت یاد ہو وہ خواہشاتِ نفس کے بھلاوے میں ہے۔ جس کی عقل بیٹھ جائے، اس کی جہالت اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اے اہلِ مکہ! تم کو کس نے اس سے اچھے گھر کے بدلے دھوکا دیا جس کی اچھائی پاک اور بڑائی سخت ہے، اس کی نعمتیں چھن جانے والی، اور اس کا پیارا ذلیل ہونے والا ہے۔ مالک غلام بن جائے اور وراثت ترک کر جاتے ہیں۔

فلاسفہ کے استاد علیؑ

علیؑ سب سے بڑے فلاسفر تھے کیوں کہ آپؑ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں ایک نقطہ ہوں اور میں ایک لکیرِ خط ہوں۔ میں خط ہوں اور نقطہ ہوں، میں نقطہ ہوں اور خط ہوں۔

ایک جماعت نے کہا کہ قدرت ہی اہل ہوتی ہے اور جسم اس کا حجاب ہوتا ہے اور صورت جسم کا حجاب ہوتی ہے کیوں کہ نقطہ اصل ہے اور خط اس کا حجاب اور قائم مقام ہے اور حجاب حسد ناسوتی نہیں ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ سے عالمِ علوی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: مواد سے خالی خوشے مراد ہیں جو قوت اور استعداد سے بلند ہے اور اس کی تجلّی اس کا چمکنا ہے اور اس کا طالع روشن ہوتا ہے۔ اس کی حدیت میں اس کی مقال ڈال دی گئی اور اس سے اس کے افعال ظاہر کیے اور خلق کیا انسان کو نفسِ ناطقہ اور اسے علم کی زکات دی اور اب جواہر مشابہت رکھتے ہیں جب اس کا مزاج اعتدال میں زیادہ اور اضداد جدا ہوئیں تو اس میں سات سخت چیزیں شامل ہوگئیں۔

اگر کوئی بہادر فلاسفر تھا تو وہ علیؑ تھے

شریف رضی کہتے ہیں کہ جس نے بھی ان کا کلام سنا تو بلاشک ایسا کلام ہے جو پہاڑ سے جدا ہو رہا ہو اور صرف اس کا احساس ہوتا ہے اور صرف اپنا نفس نظر آتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو جنگ میں کود چکا ہے اور تلوار تانے ہوئے ہے اور گردنیں اُڑا رہا ہے اور باطل سے جدال کر رہا ہے اور خون کے قطرے جاری ہیں۔ وہ اس کے باوجود بہت بڑے زاہد و پرہیزگار ہیں اور ابدال کے ابدال ہیں اور حضرتؑ کے عجیب فضائل اور خصائص ہیں کہ تمام ضِدوں کو جمع کر دیا ہے۔

علیؑ علمِ ہندسہ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں

عرب میں بہت بڑے مہندس تھے لیکن سب سے اَعلم حضرت علیؑ ہیں۔ حفص بن غالب نے مرفوعہ روایت کی ہے کہ عمر کے زمانے میں دو شخص بیٹھے تھے کہ ایک عبدِ مفید (غلام) وہاں سے گزرا تو ان دو میں سے ایک نے کہا: اگر اس کے پاؤں میں

بیڑیوں کا وزن اس قدر ہوا تو میرے اُوپر میری بیوی حرام ہو جائے گی اور دوسرے نے اس کے خلاف قسم اٹھائی۔ غلام کے مالک سے کہا کہ اس کی زنجیر کھولے تاکہ وزن کریں تو اس نے انکار کر دیا۔ یہ دونوں عمر کے پاس آئے۔ عمر نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں اپنی عورتوں سے جدا ہو جاؤ اور پھر حضرت علیؑ کی طرف قاصد بھیجا تاکہ اس کا فیصلہ کریں۔ حضرت علیؑ نے کپڑے دھونے والا بڑا سا برتن منگوایا اور غلام سے کہا کہ اپنا پاؤں اس تھال میں رکھے، پھر حکم دیا کہ اس پر پانی ڈالے، تاکہ زنجیر اور پاؤں میں فاصلہ ہو جائے۔ پھر اس برتن میں ایک علامت رکھی اور فرمایا: اپنے زنجیر کو ساق سے اُوپر کرے اور علامت سے بھی پانی نازل ہو۔ پھر لوہا منگوایا اور اسے برتن میں رکھا حتیٰ کہ پانی اس کے مقام پر آ گیا۔ پھر فرمایا: اب اس لوہے کا وزن کرو۔ پس وزن کیا گیا تو اس کا وزن زنجیر کے وزن کے برابر تھا۔ پس زنجیر نکالی اور اسے وزن کیا تو اس کا بھی وہی وزن تھا۔ عمر نے اس پر تعجب کیا۔

التہذیب: ایک شخص نے حضرت امیرالمومنینؑ سے عرض کیا: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ہاتھی کا وزن کروں گا تو آپؑ نے فرمایا: جس کی تم قدرت نہیں رکھتے اس کی قسم کیوں کھاتے ہو۔ اس نے کہا: یا علیؑ! اب تو قسم کھا بیٹھا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: ایک کشتی سے ''قصب'' نکال دو، پھر پانی جہاں تک آتا ہے کشتی پر نشان لگا دو اور پھر ہاتھی کو اس میں سوار کرو اور اب پانی جہاں تک آئے تو اس کا نشان لگاؤ۔ پھر ان ''قصب'' لکڑیوں کا وزن کرو۔ جب وزن کرو گے تو خود بخود ہاتھی کا وزن معلوم ہو جائے گا اور حضرتؑ نے کشتی بنائی اور سبھی لکڑیاں اس کے ایک طرف کیں، تاکہ اسے چلایا جا سکے اور صفین کے دنوں میں یہ کام کیا۔

حضرت علیؑ سب سے بڑے عالمِ نجوم تھے

منجم تو بہت ہوئے ہیں البتہ سب سے اَعلم اور لائق منجم حضرت علیؑ ہیں۔ سعید

بن جبیر سے روایت ہے کہ انھوں نے دہقان جا کر حضرتؑ کا استقبال کیا اور دوسری روایت میں قیس بن سعد نے کہا کہ مدائن کے پُل بوزان پر استقبال کیا تو اس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! طلوع کرنے والے ستارے منحوس ہیں اور ان کا صعود نجس ہے۔ جب اس قسم کا دن ہو اور ستاروں کی یہ حالت ہو تو عقل مند پر واجب ہے کہ وہ کہیں چھپ جائے۔ پس آج کا دن آپ کے لیے بہت سخت دن ہے، کیوں کہ آج جو ستارے ملاقات کر رہے ہیں اور ان میں میزان آ رہا ہے اور آپؑ کے برج سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور آج آپؑ کے لیے جنگ کرنا مناسب نہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے دہقان! جو تو خطرناک آثار کی خبر دے رہا ہے صبح دیکھنا کہ صاحبِ میزان نہ ہوگا اور صاحبِ سرطان کسی اور برج میں ہوگا اور اسد سے کس قدر طالع ہوں گے اور ساعات حرکت میں ہوں گی۔

سراری اور زراری میں کتنا فاصلہ رہتا ہے۔ اس نے کہا: میں اپنے اسطرلاب میں دیکھ رہا ہوں۔ حضرتؑ مسکرائے اور فرمایا: اے بدبخت دہقان! تو ثابت ستاروں کو بھی چلاتا ہے اور ان جاری سیاروں پر اپنے احکام کیسے جاری کرتا ہے؟ اور اب اسد کی مطالع سے وہ ساعات کہاں گئیں اور توالع اور جوامع سے زہرہ کیا ہوا؟ اور محرکات کا دور کہاں ہے؟ اور میزان کی شعاع کس قدر ہے؟ اور صبح کے لیے کیا حاصل کیا جاتا ہے؟ اس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے دہقان! کیا تیرے علم کا نتیجہ ہے کہ چین کے بادشاہ کا گھر منتقل کر دیں اور زنج سے اردگرد ہل جائے اور فارس کے گھر کی آگ بجھ جائے اور ہندی منارہ گر جائے اور سراندیپ غرق ہو جائے اور اُندلس کا قلعہ ٹوٹ جائے اور رومی لوگ روم کو چھوڑ دیں اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ صبح چین میں گھر واقع اور برج جدا ہو جائے گا۔ اور سراندیپ کی دیواریں گر جائیں گی اور ارمینہ کے ذریعے ادم اور چیونٹیاں اپنی وادی میں جائیں گی اور ملک

افریقہ ہلاک ہوجائے گا۔ کیا تم جانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں یا امیرالمومنینؑ!

ایک روایت میں ہے کہ میں تو اس میں حکمت سمجھتا ہوں کہ مُشتری اور زحل کا اختلاف ہے اور شفق میں چمک ہوگی اور وقتِ سحر مریخ کی شعاعیں تجھے نظر آئیں گی اور مریخ کا بدن قمر کے بدن سے متصل ہوجائے گا۔

آپؑ نے پھر فرمایا: آج صبح ستر ہزار عالم سعادت مند ہوئے، اور تمام عوالم میں ستر ہزار بچہ پیدا ہوا ہے اور رات کو ان کی طرف مل جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے سعد بن مسعدہ حارثی کی طرف اشارہ کیا جو خوارج کا لشکر جاسوس تھا۔ پس اس ملعون نے یہ گمان کیا کہ آپؑ کہہ رہے ہیں کہ اسے پکڑو، بس جوں ہی پکڑا تو وہ مر گیا۔ پس دہقان سجدہ ریز ہوگیا اور جب افاقہ ہوا تو حضرت امیرالمومنین نے فرمایا:

کیا عین توفیق سے نہیں دیکھا، تو اس نے کہا: ہاں دیکھا، آپؑ نے فرمایا: میں اور میرا صاحب نہ شرقی نہ غربی بلکہ قطب کا مرکز اور کشتی کی نشانی میں اور تیرا یہ کہنا کہ تیرا برج آگ نکال رہا ہے اور اس سے سرطان ظاہر ہے، تو تجھ پر واجب تھا کہ میرے حق میں فیصلہ کرتا لیکن تو نے میرے خلاف کہا۔ ہاں! اس کا نور اور روشنی تو میرے پاس ہے لیکن اس کا جلانا اور شعلے مجھ سے دُور ہیں۔ یہ بڑا دقیق مسئلہ ہے اگر حساب کرسکتا ہے تو حساب کر۔ پس دہقان نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ

علیؑ سب سے بڑے حساب دان

عربوں میں حساب دان بہت تھے لیکن سب سے اَعلم حساب دان علی علیہ السلام تھے۔ ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں ہے کہ دو شخصوں نے سفر میں کھانا کھایا۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں...... ان کا فیصلہ آئندہ باب قضائے علیؑ میں آئے گا۔

علیؑ کیمیا میں اَعرفُ الخلق تھے

عربوں میں اہلِ کیمیا بھی بہت تھے لیکن کیمیا میں سب سے زیادہ معرفت حضرت علیؑ کی تھی مثلاً ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے صنعت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ نبوت کی بہن اور مروۃ کی عصمت ہے اور لوگ اس کے بارے میں ظاہری باتیں کرتے ہیں اور میں اس کے ظاہر کے ساتھ اس کے باطن کو بھی جانتا ہوں، خدا کی قسم! یہ ایک جامد پانی، رُکی ہوئی ہوا اور آگ بھڑکانے والی اور بہنے والی زمین ہے۔

دورانِ خطبہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ کیا کیمیا بھی ہوسکتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: کیمیا تھی، اور ہے اور ہوتی رہے گی۔ پوچھا گیا کہ یہ کس شے سے بنتی ہے؟ جواب مرحمت فرمایا لیکن لوگوں کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔

پوچھا گیا کہ ہمارے فہم میں یہ بات نہیں آئی۔ آپؑ نے فرمایا: بعض کو زمین بناؤ اور بعض کو پانی بناؤ اور زمین کو پانی سے مغلوب کر دو تو وہ تمام ہو جائے گا۔

عرض کیا گیا: ذرا مزید وضاحت فرمائیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے زیادہ نہیں کیوں کہ قدیمی حکیم اس سے زیادہ نہیں بتاتے تھے تا کہ لوگ کھیل نہ بنالیں۔

سب سے بڑے طبیب علیؑ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اکثر کہا کرتے تھے۔ جب بچہ ازار بند باندھنے لگے اور آلہ ذکوریت بہت چھوٹا ہو اور نظر ساکن رکھتا ہو، تو اس بچے سے اچھائی کی امید اور برائی سے بچنے کا امکان ہوتا ہے اور جب غلام سخت تہبند باندھے اور ذکوریت کا آلہ بڑا ہو جائے اور نظر تیز رکھتا ہو تو اس سے اچھائی کی امید نہیں اور برائی کا امکان ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: بچہ چھے ماہ کا یا سات یا آٹھ ماہ کا (حمل کا) ہو تو بچ سکتا ہے لیکن آٹھ ماہ کا بچہ زندہ نہیں رہے گا۔ اسی طرح فرمایا کہ لڑکی کا دودھ اس کی ماں کے

مثانے سے نکلتا ہے اور لڑکے کا دودھ بازوؤں اور کاندھوں سے نکلتا ہے۔

بچہ سال میں چار انگلیوں کے برابر نشوونما کرتا ہے

ایک شخص نے حضرت امیرالمومنینؑ سے سوال کیا کہ بچہ کبھی تو اپنے باپ یا ماں سے مشابہت رکھتا ہے اور کبھی ماموں اور پھوپھی کے مشابہ رکھتا ہے۔ امامؑ نے اپنے بیٹے حسنؑ سے فرمایا کہ آپ جواب دیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا: اگر مرد اپنی بیوی سے ساکن نفس سے جماع کرے اور غیر مضطرب جوارح سے جماع کرے تو دونوں نطفوں میں ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آ جائے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوگا اور اگر مرد کے نطفہ پر عورت کا نطفہ غالب ہو جائے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوگا۔ اور جب مضطرب نفسوں اور غیر ساکن جوارح سے جماع کرے تو دونوں نطفے مضطرب ہوتے ہیں اور رحم کے دائیں یا بائیں طرف سے گر جاتے ہیں۔ اگر رحم کی دائیں طرف سے گرے تو چچاؤں اور پھوپھیوں کے عروق پر گرتا ہے، لہٰذا بچہ چچاؤں اور پھوپھیوں کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر نطفہ رحم کی بائیں طرف گرے تو ماموں اور خالاؤں کے عروق پر گرتا ہے اور بچہ ماموں یا خالہ کے مشابہ ہوتا ہے۔

پس وہ سائل شخص اُٹھا اور کہہ رہا تھا:

اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

اور یہ بھی روایت ہے کہ پوچھنے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

رسولؐ پاک سے پوچھا گیا کہ رحم میں مؤنث اور مذکر کیسے بنتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

رحم میں دونوں پانی اکٹھے ہوتے ہیں اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو مونث ہوتا ہے اور اگر عورت کے پانی پر مرد کا پانی غالب آ جائے تو مذکر پیدا ہوتا ہے۔

علیؑ تمام لغات کے اَعلم تھے

کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے صوفیہ کے طریقے پر کلام کی اور ان کا اعتراف ہے کہ ان کے علوم میں اصل علمِ کلام ہے اور یہ علیؑ کے پاس ہے اور کسی غیر کے پاس اگر ہے تو بہت کم ہے۔ حتیٰ کہ صوفیوں کے مشائخ نے کہا: اگر اپنے علوم سے علم کے اظہار کو ترک کیا جائے تو بھی اس باب میں کافی نہیں۔ حسن نے اپنی حکمت میں اقرار کیا جو اسامہ بن زید، ابی رافع سے مروی ہے کہ جبرئیلؑ کا ایک مرتبہ رسالت مآبؐ پر نازل ہوئے اور کہا: یا محمدؐ! کیا آپ کو اپنی ذُریت کے بارے میں بشارت دوں؟ شانِ تورات بیان کی اور اسے پایا۔ اہلِ یمن کے ایک گروہ نے جو دو سیاہ پتھروں کے درمیان تھے اور جب وہ رسولِ پاک کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا:

کیا میں تمھیں اپنے اسما اور اپنے آبا کے نام بتاؤں اور تم نے تورات پائی ہے اور اب تم اپنے ساتھ لائے ہو، انھوں نے تورات حضرت کو دی اور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت نے وہ اپنے پاس رکھی اور خدا سے دعا کی تو وہ عربی میں ہوگئی۔ اسے کھولا اور اس میں دیکھا پھر وہ علیؑ کو دے دی اور فرمایا کہ اس میں آپؐ کا اور میرے بعد آپ کی ذُریت کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے خدائے متعال کے اس قول: وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (سورۂ نساء، آیہ ۱۶۴) کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سیاہ نبی بھی بھیجا جس کا قصہ ہمیں بیان نہیں کیا۔

حضرت علیؑ تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے

حضرتؑ کے وافر علم سے ہے کہ حضرتؑ پرندوں، وحوش اور دواب کی زبان جانتے تھے۔ جناب زرارہؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی جس طرح سلیمان بن داوُدؑ کو

سکھائی گئی تھی اور کل چوپاؤں کی زبان خواہ وہ خشکی کے ہوں یا سمندر کے (بھی سکھائی گئی)۔

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: مرغ کی اذان "اے غافلین! اللہ کو یاد کرو" ہے اور گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں کہتا ہے: اے اللہ! اپنے مومن بندوں کی کافروں کے خلاف مدد فرما اور گدھا ہینگنے میں عشارین پر لعنت کرتا ہے اور وہ شیطان کی آنکھ میں ہینگ مارتا ہے اور مینڈک اپنی بولی میں کہتا ہے: سبحان ذی المعبود اور کبوتر اپنی آواز میں کہتا ہے: اللھم اللعن مبغضی آلِ محمدؑ

لغاتِ ملائکہ کے عالم، علیؑ

سعد بن ظریف نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو تمام لوگ مبارک دینے آئے۔ پھر لوگوں کے درمیان سے ایک شخص اُٹھا اور کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یارسولؐ اللہ! آج ہم نے علیؑ سے عجیب بات دیکھی ہے۔ آپؐ نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ کیا ہم آپ کو سلام کرنے اور آپ کو اپنے نور سے نور کی ولادت کی مبارک دینے آئے ہیں اور علیؑ نے ہمیں بتایا کہ آج رسولؐ پاک پر ایک لاکھ فرشتے نازل ہوئے ہیں اور پھر چوبیس ہزار فرشتے آئے اور ہم نے علیؑ کے ملائکہ کو شمار کرنے پر تعجب کیا۔

حضرت نبیؐ نے ہماری طرف رُخ کر کے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ مجھ پر ایک لاکھ چوبیس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں؟ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار لُغات سنیں، لہٰذا میں نے علم حاصل کر لیا کہ نازل ہونے والے ملائکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: خدا تمھارے علم اور حلم میں اضافہ کرے۔

جنابِ فائق جناب زمخشری سے روایت کرتے ہیں کہ قاضی شُریح سے اس

عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کو طلاق دی جاچکی تھی۔ اس عورت نے کہا: ایک ماہ میں تین مرتبہ حیض دیکھا ہے۔ شریح نے کہا: اگر تین عورتیں اس کے خاندان سے گواہی دیں کہ طلاق سے پہلے ہر ماہ اسے حیض آتا تھا تو عورت کا قول معتبر ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: قالون یہ رومی زبان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت پر اتہام لگے۔

بصائر الدرجات میں سعد قمی سے روایت ہے کہ جب امیرالمومنینؑ اہلِ نہروان کے پاس آئے تو قطقطنا میں اُترے۔ اہلِ شہر جمع ہوگئے اور اُنھوں نے اپنے مقام کی سختی کی شکایت کی۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے یزدجرد کی بیٹی سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: جہاں بانو۔ آپؑ نے فرمایا: آپ شہربانو ہیں اور حضرتؑ نے عجمی زبان میں جواب دیا۔

مفسرِ ناقوس علیؑ

حضرت علیؑ نے ناقوس کی آواز کی تفسیر کی اور اسے مصباح الواعظ کے مصنف نے ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر صحابہ نے حارث اعور سے اور زید وصعصعہ ابنائے صوحانؑ، براء بن سبرہ، اصبغ بن نباتہ، محمود بن الکواء نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: ناقوس کی آواز یہ ہوتی ہے:

سبحان الله حقًّا حقًّا ان المولٰی صمد یبقی یحلم عنا رفقًا رفقًا لولا حلمه کنا نشقی حقًّاحقًّا صدقًا صدقًا، ان المولٰی یسائلنا ، یوافقنا ویحاسبنا یامولانا لا تهلکنا وتدارکنا ، واستخدِ منا واستخلصن وحلمك عنّا قد جر أنا یا مولانا عفوك عنا ان الدنیا قد غُزننا واشتغلتنا واستهوتنا واستلهتنا واستغو تنا یابن

الدنیا جمعًا جمعًا یابن الدنیا مهلًا مهلًا یابن الدنیا
دقًا دقًا وزنًا وزنًا تغنی الدنیا قرنًا قرنًا ما من یوم
یمضی عنا الا تهوی منا رکنا وقد ضیعنا دارًا تبقٰی
واستوطنا دارًا اتفنٰی تغنی الدنیا قرنًا قرنًا قرنًا ،
کلًا موتًا کلًا موتًا کلًا دفنًا کلًا فیها موتًا ،
نقلًا نقلًا دفنًا دفنًا یابن الدنیا مهلًا مهلًا زن ما یأتی
وزنًا وزنًا لولا جهلی ما ان کانت عندی الدنیا الا
سبحنًا خیرًا خیرًا شرًّا شرًّا شیئًا شیئًا حزنًا حزنًا ، ماذا
من ذا کم ، ذا ام هذا اسنا ترجوا تنجوا تخشٰی تردیٰ
عجّل قبل الموت الوزنا ، ما من یوم یمضی عنّا الا
اوهن منا رکنًا ان المولی قد انذرنا انّا نحشر غمر لا
بهما (النهایه)

راوی کہتا ہے کہ پھر ناقوس کی آواز منقطع ہوگئی۔ ایرانی نے یہ سنا اور اسلام لایا اور کہا کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کہ آخر نبی کے زمانے میں ایک شخص آئے گا جو ناقوس کی آواز کی تفسیر پیش کرے گا۔ اس پر اتفاق ہے کہ اللہ کی مخلوق سے بہترین وہ متقی ہیں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (سورۂ حجرات، آیہ ۱۳) پھر اتفاق ہے کہ بہترین متقی وہ ہیں جو خشوع کرتے ہیں، جیسے ارشادِ قدرت ہے: اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ (سورۂ ق، آیہ ۳۱) الی قوله منیب پھر اس پر اجماع ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ خشیت علما کی ہے جیسے ارشادِ قدرت ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۂ فاطر، آیہ ۲۸)

اس پر اجماع ہے کہ اعلم الناس وہ ہیں جو حق کی طرف زیادہ ہدایت یافتہ ان کا حق ہے کہ ان کی اتباع کی جائے اور وہ کسی کی اتباع نہ کریں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى

اس پر اتفاق ہے کہ اعلم الناس وہ ہے جو عدل کی طرف سب سے زیادہ دلالت کرے تو ان کا حق ہے کہ ان کی اتباع کی جائے اور وہ کسی کی اتباع نہ کریں جیسے ارشادِ قدرت ہے: يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ ۔ پس اللہ کی کتاب نے اور نبی پاکؐ کی سنت نے اور اجماعِ اُمت نے اس پر دلالت کی ہے کہ نبیؐ کے بعد پوری اُمت سے افضل حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

قال المجلسی: یہ جان لو کہ ہمارے علما کا طریقہ حضرت علیؑ کے فضائل کے اثبات میں یہ ہے کہ ان منقولات پر اکتفا کیا جائے جو ہر فرقہ کی طرف سے حضرت امیرؑ کی طرف منسوب روایات ملتی ہیں، کیوں کہ واقع ہے کہ حضرت علیؑ علم میں مشہور ہیں اور ان کے فضائل مسلّم ہیں۔ اگر ان کے خلاف ذکر ہو تو امامیہ جانتے ہیں کہ ظلمت اور نور کا بیان ہے۔ اسی وجہ سے ابن شہر آشوب نے حضرتؑ کے فلسفہ کے بارے میں کلام سے نقل کیا ہے اور ان کی غرض یہ ہے کہ یہ تمام اشاعرہ، ابوحنیفہ اور دیگر گروہ حضرت علیؑ کی طرف منسلک ہوتے ہیں۔ اور حضرتؑ سے روایت کرتے ہیں ورنہ جسے ذرا بھر کلامِ علیؑ میں تحقیق ہے اس پر مخفی نہیں کہ حضرتؑ کا کلام کسی شے سے مشابہ نہیں بلکہ صاحبانِ شریعت کی کلام بھی اس کے برابر نہیں کیوں کہ ان میں متاخرین کی اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔ کیا آپؑ نے کسی صحابی یا تابعی یا بعض فرقوں کے آئمہ کے کلام میں لفظ ھوی مادہ، صورۃ، استعداد و ثوق کا استعمال دیکھا ہے۔

اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو خود گم راہ ہیں اور کثیر لوگوں کو گم راہ کر رہے ہیں۔ وہ تمسک کرتے ہیں جو ان پر الزام ہوتے ہیں کہ جو ضرورتِ دین کے مخالف ہیں وہ ان

عبادات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہ نہیں اس شخص کی طرح جو عنکبوت کے تانے متعلق ہوتا کہ اسباب سماوات کی طرف عروج کرے۔ جانتے ہیں کہ جو ضرورۃ الدین کے مخالف ہیں اگر تمام اسناد کے ساتھ وارد ہوں تو بھی ان کی تاویل ہوگی یا ان کو پھینک دیا جائے گا۔ ان امثال کے باوجود ان کو نفع نہ ہوگا، کیوں کہ وہ قواعدِ دین کے خراب کرنے کی دلیل ہیں۔ پس خدا ہمیں اور ان کو متقیوں کے راستے پر چلنے کی ہدایت دے اور ہمیں اور تمام مومنین کو گم راہ کرنے والوں کے فتنوں سے نجات دے۔

عمر کو شرمندگی اور علیؑ کا جواب

سدی سے روایت ہے کہ میں عمر کے پاس تھا جب کعب ابن اشرف اور مالک بن صیفی اور حی بن اخطب آئے اور انھوں نے کہا: آپ کی کتاب میں ہے: وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ (سورہ آل عمران، آیہ ۱۳۳) اگر ایک جنت کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے تو دیگر جنتیں بروز قیامت کہاں ہوں گی۔

عمر نے کہا: مجھے تو علم بھی نہیں، اس دوران میں علیؑ مسجد میں آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ یہودی نے اپنا سوال بتایا۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا: مجھے بتاؤ کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ کہا گیا: اللہ کو علم ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس طرح جنتیں بھی علمِ الٰہی میں ہیں۔ حضرت علیؑ آئے اور رسولؐ پاک کو یہودیوں کے سوال کے بارے میں بتایا تو آیت نازل ہوئی: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل، آیہ ۴۳)

جابرؓ اور ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ابی بن کعب نے رسولؐ اللہ کے پاس یہ آیت پڑھی: وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (سورہ لقمان، آیہ ۲۰) تو نبی پاکؐ نے اپنے پاس بیٹھے لوگوں سے فرمایا: ان لوگوں میں ابوبکر، عبیدہ، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن بھی تھے۔ پوچھا کہ بتاؤ وہ کون سی نعمت ہے جو اللہ نے تمھیں سب سے پہلے

عطا کی اور تجھے عزت دی تو انھوں نے معاش، رہائش، اولاد اور ازواج کے بارے میں گفتگو کی۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! آپؐ بتائیں۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے مجھے خلق کیا جب کہ میں کوئی شے نہ تھا۔ پھر مجھ پر احسان کیا کہ مجھے زندہ بنایا، مُردہ نہ بنایا۔ اس نے پیدا کیا تو اس کی حمد ہے اور خوب صورت بنایا اور مناسب ترکیب سے بنایا اور شکر ہے کہ مجھے مفکر اور متحرک بنایا اور بے فکر و بے پروا نہ بنایا۔ مجھے شعور دیا ان چیزوں کا جنھیں چاہتا ہوں اور مجھ میں سراج منیر رکھ دیا اور مجھے اپنے دین کی ہدایت کی اور اپنے راستے سے گم راہ نہ ہونے دیا۔ اس نے مجھے مالک بنایا عبد نہیں بنایا۔ میرے لیے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور تمام مخلوق کو مسخر کر دیا۔ حمد ہے خدا کی کہ اس نے ہمیں مرد اور قوی بنایا اور ہمیں عورتیں نہ بنایا اور حضرت رسالت مآبؐ نے اس حکم پر فرمایا: آپؑ نے سچ کہا یا علیؑ! پھر فرمایا: اس کے بعد کیا ہوا؟ علیؑ نے فرمایا: ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها، پس رسول اللہؐ مسکرائے اور فرمایا: یا علیؑ! تجھے حکمت اور علم عطا ہونے کی مبارک ہو۔ اور آپ میرے علم کے وارث اور میرے بعد اُمت کے اختلاف کرنے میں راہِ حق کو بیان کرنے والا ہے۔

حلیہ میں ابو صالح حنفی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسالت مآبؐ سے عرض کیا: مجھے وصیت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: پہلے کہو قل ربی الله اور پھر اس پر استقامت دکھاؤ۔ میں نے عرض کیا:

ربی الله وما توفیق الا بالله علیه توکلت والیه انیب۔

پس رسالت مآبؐ نے فرمایا: اے علیؑ! علم کی مبارک ہو، تم نے علم لیا ہے جیسے لینے کا حق ہے۔

علیؑ کے فیصلے پر نبیؐ کا تعجب

فضائلِ علیؑ میں احمد حنبل اسماعیل بن عباس سے اور وہ حضرت علیؑ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عہدِ رسولؐ میں فیصلہ کیا تو رسولؐ پاک نے بہت تعجب کیا اور فرمایا: خدا کی حمد ہے کہ اس نے حکمت ہم اہلِ بیتؑ کے گھر میں رکھی ہے۔

جناب یحییٰ بن اُم الطّویل روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے سنا کہ میرے مصحف کی لوح میں جو آیت ہے اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ کب، کیوں اور کس پر نازل کی ہے اور میری ان کم زور پسلیوں کے درمیان علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ مجھ سے پوچھو جو پوچھنا چاہو، میرے بعد تمھیں مجھ جیسی خبریں دینے والا کوئی نہ ہوگا۔

علیؑ چیونٹیوں کی تعداد کے نازک مرحلے سے گزر گئے

جناب عمار یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس موجود تھا۔ بعض جنگوں میں ہم ایک چیونٹیوں کی وادی سے گزرے تو وہ وادی چیونٹیوں کے وجود سے پُر ہے اور بھری پڑی ہے تو میں نے عرض کیا: اے علیؑ! کیا اس وادی کی چیونٹیوں کی تعداد کو جاننے والا کوئی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے عمارؓ! میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو ان کی تعداد بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنی ہیں؟

میں نے عرض کیا: وہ شخص کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے عمارؓ! کیا تم نے سورۂ یٰسین میں نہیں پڑھا: وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ پس میں نے کہا: ہاں مولاؑ! آپؑ نے فرمایا: وہ امامِ مُبین میں ہوں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: میرے پاس جبرئیلؑ جنت سے ایک کرسی لائے، میں اس پر بیٹھا۔ جب میں رب کے حضور پہنچا تو رب نے مجھ سے کلام کیا اور راز و نیاز کی باتیں کیں۔ میں نے عرض کیا: استاد کے بارے جو کچھ میں جانتا

ہوں وہ سب علیؑ کو دے دیں، کیوں کہ وہ میرے علم کے شہر کا دروازہ ہے۔ پھر نبی اکرمؐ نے انھیں بلایا اور فرمایا: یا علیؑ! آپ کا دوست میرا دوست ہے، آپ کا دشمن میرا دشمن ہے۔ آپؑ میرے اور میرے خانوادے کے لیے (عَلَم) علامت ہیں، اس اُمت کے درمیان۔

علمِ علیؑ سمندر کی مانند ہے

عبدالملک بن سلیمان سے روایت ہے کہ رمازی کی قبر میں ایک کاغذ پایا گیا جس پر اس کی تاریخ تحریر ہے کہ خط سریانیہ سے بارہ سو سال پہلے کا ہے اور اس کی تفسیر اپنی زبان میں یوں کی کہ جب موسیٰؑ اور خضرؑ کے درمیان سورۂ کہف میں خدا کے فرمان پر تنازعہ ہوا تو موسیٰؑ واپس آ گئے۔ ان کے ہارون نے پوچھا کہ آپ نے خضر سے کیا سیکھا ہے؟ فرمایا: ایسا علم جس سے جہالت نقصان دہ ہے لیکن وہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔

پوچھا کہ کون سی بات سب سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ فرمایا: ہم سمندر کے کنارے کھڑے تھے کہ ایک چمگادڑ کی شکل کا ایک پرندہ آیا۔ وہ سمندر میں نازل ہوا اور پانی چونچ میں لیا اور چھے اطراف میں پانی چھڑکا اور باقی پھر سمندر میں ڈال دیا۔ پھر وہ پَر ہلاتا ہوا اُڑ گیا اور ہم حیران کھڑے رہے کہ اس طائر نے اپنے فعل سے ہمیں کیا سمجھایا ہے؟ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا۔ اس نے کہا: حیران کیوں ہو؟ ہم نے اُسے پرندے کے فعل کا تذکرہ کیا۔ اُس نے کہا: کیا تمھیں علم نہیں کہ وہ پرندہ تمھیں کچھ بتا رہا تھا۔

ہم نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ پرندہ کہہ رہا تھا کہ مشرق کی چمک اور مغرب کا غروب، آسمانوں کی بلندی اور زمین کا بچھانا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی آئے گا اور اس کا ایک وصی ہوگا جس کا نام علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوگا۔ پس تم دونوں کا علم ان

کے علم کے برابر ایسے ہے جیسے ایک قطرے کو سمندر سے نسبت ہوتی ہے۔

مناقب خوارزمی سے حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسولِؐ پاک نے مجھے یمن بھیجا تو میں نے عرض کیا: آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں کہ ان کے درمیان فیصلے کروں اور میں تو ابھی جوان ہوں، فیصلہ کرنا نہیں جانتا۔ حضرتؐ نے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرے اللہ! اس کے دل کو ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ خدا کی قسم! جس نے انگوری پیدا کی ہے اُس دن کے بعد کبھی میں نے فیصلہ شک کی صورت میں نہیں کیا، اور اس بات کا نسائی نے اور احمد حنبل نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: رسولؐ اللہ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا اور میں ابھی نوجوان تھا، لہٰذا میں نے عرض کیا: آپ مجھے ایک تجربہ کار قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں جب کہ میں قضاوت کے تجربے سے خالی ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ تمھاری زبان کو ہدایت دے گا اور تمھارے دل کو ثابت قدم رکھے گا تو اس دن کے بعد سے پھر کبھی دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے مجھے شک نہیں ہوا۔

المناقب میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھے وصیّت کریں۔ آپؐ نے فرمایا: پہلے کہو: میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت کرو۔ پس میں نے کہا اور اضافہ بھی کیا۔ وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡہِ اُنِیۡبُ۔ پس رسولِؐ پاک نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! تجھے علم مبارک ہو، تم نے علم کو پیا ہے جیسے پینے کا حق ہے۔

صاحب قلبِ عقول

اسی مناقب میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو آیت بھی نازل ہوئی میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی، کب نازل ہوئی اور کہاں نازل

ہوئی۔ خدا نے مجھے ایک صاحبِ معقول دل اور جواب دہ و بے باک زبان دی ہے۔

اسی مناقب میں ابی البختری سے روایت ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ کوفہ میں منبر پر تشریف لے گئے۔ حضرتؑ کے دوش پر رسولؐ پاک کی عبا تھی، رسولؐ اللہ کی تلوار لٹکائے ہوئے تھے، رسولؐ اللہ کا عمامہ پہنے ہوئے تھے اور انگلی میں رسولِؐ پاک کی انگوٹھی تھی۔ پس منبر پر بیٹھے اور فرمایا: سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

خدا کی قسم! میری ان پسلیوں کے درمیان علم کے پہاڑ پڑے ہوئے ہیں اور یہ علم کی ٹوکری اور لعاب رسولؐ اللہ کی برکت ہے۔ یہ علم رسولؐ اللہ نے مجھے چوگ کی طرف دیا حالاں کہ مجھ پر کوئی وحی نہیں آئی اور خدا کی قسم! اگر میں مسند علم پر بیٹھ جاؤں تو اہلِ تورات کے لیے ان کی تورات کے مطابق اور اہلِ انجیل کے لیے انجیل کے مطابق ایسا فتویٰ دوں کہ دونوں کتابیں بول کر کہیں: علیؑ نے وہی فتویٰ صادر فرمایا ہے جو خدا نے ہم میں رکھا ہے۔

مسند احمد میں معقل بن یسار کی حدیث ہے کہ نبی پاکؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراءؑ سے کہا کہ کیا تم خوش نہیں ہو کہ تمھارے شوہر میری اُمت میں سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حلیم ہیں۔ اسی طرح ہمارے دوست محدث حنبلی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسولِؐ پاک نے فرمایا: تم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔

ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ کو ۹/۱۰ حصے علم کے عطا ہوئے جب کہ ۱/۱۰ حصہ دوسرے لوگوں کو ملا اور اس میں بھی علیؑ شریک اور سرفہرست ہیں۔

ابوطفیل نے کہا: میں نے خود دیکھا جو علی علیہ السلام نے خطاب کیا اور فرمایا: سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

جس چیز کے بارے میں پوچھو گے تمھیں بتاؤں گا اور مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو کہ جو آیت بھی نازل ہوئی ہے میں جانتا ہوں کہ کب، کیوں اور کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

عطا سے پوچھا گیا کہ کیا اصحابِ محمدؐ میں علیؑ سے زیادہ کوئی شخص عالم تھا؟ اس نے کہا: نہیں۔

عمر بن سعید نے کہا: میں نے عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ سے کہا: یاعم! علیؑ کی طرف تمام لوگ توجہ کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے بھتیجے! کیوں کہ علیؑ کے پاس ایسا علم ہے کہ ہر سوال کا قاطع و محکم جواب دے دیتے ہیں اور آپ کی عشیرہ پر حکومت ہے اور آپؑ کو اسلام میں تقدم حاصل ہے، رسولؐ اللہ کی دامادی (کا فخر) ہے اور سنت میں نفقہ ہے۔ جنگ میں بہادری اور عمدگی ہے اور لین دین کے معاملات میں سخاوت موجود ہے۔

عائشہ نے کہا: تمام لوگوں سے سنتِ رسولؐ کے اَعلم علیؑ ہیں۔

ابی مؤید کے مناقب میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عمر نے ایک خطبہ دیا اور کہا کہ علیؑ سب سے بڑے قاضی ہیں اور اُبی ہم سے سب سے بڑا قاری ہے۔

علیؑ کے پاس چھ حصوں میں سے پانچ حصّے علم ہے

مناقب میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ علم چھے حصوں پر مشتمل ہے اور ان چھے میں سے پانچ حصّے علیؑ کو حاصل ہیں اور باقی لوگوں کے لیے چھٹا حصّہ ہے اور اس میں بھی علیؑ شریک ہیں حتیٰ کہ اس چھٹے حصّے میں بھی وہ تمام لوگوں سے اَعلم ہیں۔

اسی مناقب سے سید الحفاظ شہردار بن شیرویہ نے مرفوعاً سلمانؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: میرے بعد میری اُمت کے اَعلم علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

اور اسی اسناد شہردار نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسولؐ پاک نے

فرمایا: حکمت کو دس اجزا پر تقسیم کر دیا اور ان سے ۹ حصے حکمت کے علیؑ کو دیے اور ایک حصہ باقی لوگوں کو دیا۔ اور حافظ نے حلیہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

اسی کتاب مناقب میں عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ اکرم کے پاس ستر سورتیں پڑھیں اور قرآن کا ختم تمام لوگوں سے بہتر حضرت علیؑ نے کیا۔

ایک نیک شخص حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں: جب رسولؐ پاک کی روح قبض ہوئی تو میں نے قسم اُٹھائی کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں اپنے کاندھوں پر چادر نہ کروں گا اور اس وقت تک میں نے کاندھوں پر عبا نہیں رکھی جب تک قرآن جمع نہ کرلیا۔

مناقب میں ہے کہ عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھے ماہ میں بچہ پیدا کیا تھا تو عمر نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی طرح یہ بات حضرت علی علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: اس عورت کو رجم کرنا جائز نہیں۔ عمر کو کسی نے حضرت علیؑ کا حکم سنایا تو اس نے قاصد بھیج کر وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا:

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (البقرہ، آیہ ۲۲۳)

"ماں کا حق ہے کہ اگر دو سال تک دودھ پلانا چاہے تو پلا سکتی ہے"۔

پھر ارشادِ قدرت ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (سورۂ احقاف، آیہ ۱۵)

پس چھے ماہ حمل کے اور دو سال دودھ کے لیے ہیں تو یہ تیس ماہ بنتے ہیں۔ پس اس عورت پر کوئی حد یا رجم نہیں۔ چناں چہ عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔

لولا علیؑ لھلک عمر

سعید بن المسیب سے مناقب میں روایت ہے کہ میں نے عمر کو یہ کہتے سنا ہے کہ اے اللہ! مجھے اس مشکل کے وقت زندہ نہ رکھنا جب علیؑ نہ ہوں۔

اسی طرح محمد بن خالد الضبی سے روایت ہے کہ ایک دن عمر نے خطبہ دیا اور کہا کہ اگر ہم تمہیں پھیر دیتے اپنی معرفت سے تو جس کو تم آج یاد کر رہے ہو تم کرنے والے نہ ہوتے اور کہا کہ ان کو تیر مارو، تین مرتبہ کہا تو حضرت علیؑ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اب ہم تجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ توبہ کرو، اگر توبہ کی تو ٹھیک ورنہ...... عمر نے کہا: اگر میں توبہ نہ کروں تو پھر۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہم تیری آنکھیں نکال لیں گے۔ عمر نے کہا: خدا کی حمد جس نے اس اُمت میں ایسے اشخاص تیار کیے جو ہمارے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر سکتے ہیں۔

اسی طرح خوارزمی کی روایت ہے اور عجیب ہے اور اس میں اعتراض ہے جو غور کرنے والے پر ظاہر ہے اور محمد بن طلحہ نے حسن بن مسعود البغوی سے اور اس نے انس سے روایت کی ہے کہ جب اصحاب کی ایک جماعت سے بعض چیزوں کو مخصوص کیا گیا تو علیؑ کے لیے علمِ قضاوت کو مخصوص کیا گیا اور واقضاھم علی کہا۔

حضرت علیؑ کو بچپن میں عطائے علم

حکم بن ایمن سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کی قسم! حضرت علیؑ کو بچپن ہی میں علم عطا ہوا جس طرح بچپن میں یحییٰ بن زکریا کو حکمت عطا ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ کچھ یہودی جالوت کے پاس جمع ہو گئے اور کہا: یہ شخص یعنی حضرت امیر المومنینؑ، عالم ہے، لہٰذا ہمارے ساتھ چلو کہ اس سے سوال کریں۔ تو اس نے حامی بھر لی اور وہ سب جالوت کے ساتھ چلے آئے۔ ان کو بتایا گیا کہ حضرت منزل میں ہیں، تھوڑی دیر انتظار کرو، جب حضرتؑ باہر آئے تو رأس الجالوت

نے کہا: ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: اے یہودی! جو دل میں آئے پوچھو۔ اس نے کہا: ہم پوچھتے ہیں آپ کا رب کہاں رہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ہے لیکن بغیر کسی جہاں، (وہاں) جب تک، کب یہاں کے۔ اور ہمیشہ وہ بلاکم و کیف کے لیے ہے، اس سے پہلے کوئی شے نہیں۔ وہ اوّل اوّل بلا اوّل ہے نہ وہ منتہا اور نہ غایت ہے۔ اس سے غایت منقطع ہوگئی ہے۔ وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ پس رأس الجاوت نے کہا: آؤ چلیں، یہ بہت بڑے اعلم ہیں۔ ہماری مجال نہیں کہ سوال کرسکیں۔

اصبغ بن نباتہ نے جناب امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو مبعوث کیا اور اس کے اہلِ بیتؑ کو مکرم رکھا۔

تم جس چیز کی تلاش کرو، تعویز بنانے، آگ سے بچنے کے لیے، غرق نہ ہونے اور چوری سے بچنے کے لیے حتیٰ کہ کسی گم راہ گم شدہ اور نافرمان غلام کا حل اور تعویز بھی اس قرآن میں موجود ہے۔ تم میں جو ان اُمور سے چاہتا ہو تو مجھ سے سوال کرے۔ ایک شخص اُٹھا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! مجھے وہ شے بتاؤ جو جلنے اور غرق ہونے سے محفوظ رکھے۔ آپؑ نے فرمایا: ان آیات کو پڑھو: اَللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ (اعراف، آیہ ۱۹۶) ...... وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ......سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورۂ زمر، آیہ ۶۷)

جس نے ان آیات کی تلاوت کی تو وہ غرق ہونے اور جلنے سے محفوظ رہے گا۔ پس ایک شخص نے ان آیات کی تلاوت کی۔ پھر اتفاقاً اس کے پڑوس والے گھروں کو آگ لگ گئی اور اس شخص کا گھر درمیان میں تھا لیکن ان آیات کی قرأت کو برکت سے اس کے گھر کو کچھ بھی نہ ہوا۔ پھر ایک شخص اُٹھا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! میرا گھوڑا میرے قابو میں نہیں آتا اور میں ہمیشہ اس سے ڈرتا رہتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اس

کے دائیں کان میں یہ آیات پڑھیں: وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ○ (سورۂ آل عمران، آیہ ۸۳)

اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اس کا چوپایہ رام ہو گیا۔ ایک اور شخص اُٹھا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! میری زمین درندوں کی زمین ہے اور درندے میری منزل کو ایسا گھر لیتے ہیں کہ وہاں سے نکلنا بہت مشکل ہو جاتا تو آپؑ نے فرمایا: ان آیات کو پڑھو:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ (سورۂ توبہ، آیہ ۱۲۸/۱۲۹)

پس اس نے ان آیات کو پڑھا تو درندے دُور چلے گئے۔

پھر ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا کہ میرے پیٹ میں زرد پانی ہے کیا اس سے شفا مل سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں! نہ درہم سے نہ دینار سے بلکہ آیت الکرسی کو اپنے پیٹ پر لکھو اور پھر دھو کر وہی پانی پیو اور اس پانی کو اپنے پیٹ میں ذخیرہ رکھو تو ان شاءاللہ شفا حاصل ہوگی۔ اس شخص نے ایسا کیا تو اس کو شفا مل گئی۔

پھر ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا: مجھے اپنی گم شدہ چیز کے بارے میں کوئی حل بتائیں تو آپؑ نے فرمایا: دو رکعت نماز میں ہر رکعت میں سورۂ یٰسین پڑھو اور نماز کے بعد دعا کرو: یاھادی الضالۃ رُدّ علی ضالتی۔ اس شخص نے ایسے کیا تو اس کو گم شدہ شے مل گئی۔

علیؑ سے سوال

پھر ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! مجھے نافرمان اور بھاگے ہوئے غلام یا حیوان کا کوئی حل بتائیں تو آپؑ نے فرمایا: یہ آیات پڑھو: اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ (سورۂ نور، آیہ ۴۰) الی قولہ: وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورۂ نور، آیہ ۴۰)

پس اس شخص نے پڑھا تو بھاگا ہوا واپس آ گیا۔

پھر ایک شخص اُٹھا اور چوری کا حل اور علاج پوچھا کہ ہمیشہ رات کو ایک شے کے بعد دوسری شے چوری ہوتی رہتی ہے تو آپؑ نے فرمایا: جب بستر پر لیٹنے لگو تو پڑھو:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل، آیہ ۱۱۰-۱۱۱)

پھر فرمایا: جو شخص آسیب زدہ یا بھاری زمین پر رات گزارے تو ان آیات کو پڑھے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۂ اعراف، آیہ ۵۴)

تو ملائکہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور شیطان دُور ہو جاتے ہیں۔ وہ شخص چلا گیا اور ایک خراب تباہ شدہ دیہات میں رات سو گیا اور یہ آیات نہ پڑھیں۔ اس پر شیطان غالب آ گیا اور اس نے اس شخص کی ناک سے پکڑا۔ اس کو ساتھی نے اُٹھایا اور کہا کہ اب وہ آیات پڑھو۔ جب آیت پڑھی تو شیطان نے اس کے دوست سے کہا: خدا

تمھاری ناک کو محفوظ رکھے اس کی صبح تک حفاظت کرو۔ جب یہ شخص حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور رات کا حال سنایا۔ اس نے تسلیم کیا کہ آپ کی کلام میں شفا ہے اور وہ طلوعِ شمس کے بعد چلا گیا لیکن شیطان کے اثر سے زمین کی طرف جھکا ہوا تھا۔

علیؑ اختلاف کو ختم کرنے والے

انس سے روایت ہے کہ نبی پاکؐ نے فرمایا: میرے بعد جب کسی معاملے میں اُمت اختلاف کرے گی تو حضرت علیؑ اسے بیان کریں گے اور اختلاف ختم ہوجائے گا۔

جناب محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ میں نے ابوامامہ کو فرماتے سنا کہ جب علیؑ کسی چیز کے بارے میں فرما دیتے تو ہمیں ذرا بھر شک نہ رہتا کیوں کہ ہم نے رسولؐ پاک سے سنا تھا کہ میرے رازوں کا خزانہ علیؑ ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن ہند سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: جب میں رسولؐ پاک سے سوال کرتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے اور میں خاموش ہوجاتا تو وہ خود بیان فرماتے۔

جناب سوادہ بن علی روایت کرتے ہیں: حضرت علیؑ نے حارث اعور جوان کے پاس تھا، سے فرمایا: کیا تم وہ دیکھ سکتے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ اس نے کہا: میں وہ کیسے دیکھ سکتا ہوں جو آپؑ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو ایسا نور عطا کیا ہے جو کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ اور یہ پہلا جہنّم کے طبقہ میں ہے۔ وہ کہتا تھا کہ یا علیؑ! میرے لیے استغفار کریں تاکہ خدا مجھے معاف کرے۔ علیؑ لحظہ بھر خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اے حارث! کیا تم اب وہ دیکھ سکتے ہو جو میں دیکھ سکتا ہوں؟ اس نے کہا: میں وہ کیسے دیکھ سکتا ہوں جو آپ دیکھ رہے ہیں، کیوں کہ اللہ نے آپؑ کو نور دیا اور وہ چیز عطا کی جو کسی اور کو عطا نہ کی اور دوسرا جہنّم میں پڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یا علیؑ میرے لیے استغفار کریں تاکہ

اللہ مجھے معاف کرے۔

اللہ نے علیؑ کو تمام اسماء کا علم دیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: جنابِ رسالت مآبؐ کے پاس دال ہدیہ لائی گئی جس میں اور دانے بھی مخلوط تھے۔ رسولؐ پاک نے علیؑ کی طرف دانہ دانہ کرکے دیا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے اور یہ کیا ہے؟ علیؑ بتاتے رہے۔ پھر رسولؐ پاک نے فرمایا: مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ نے آپ کو ہر شے کے نام کی تعلیم دی ہے جس طرح آدمؑ کو تمام اسما کا علم دیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسولؐ پاک کی طرف یمن سے بھنا ہوا گوشت اور غلہ آیا تو اپنے پاس رکھا اور فرمایا: یا علیؑ! بتاؤ یہ کیا ہے اور یہ کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے ایک ایک کا نام بتایا۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے تجھے ہر چیز کے نام بتا دیے ہیں جس طرح آدمؑ کو تمام اسماء کی تعلیم دی گئی تھی۔

مشارق الانوار میں برسی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی اور ابھی وہ ایک مقام پر کھڑے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور سمندر سے ایک قطرہ پانی اُٹھایا اور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ پر رکھا اور خضرؑ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ خضرؑ نے کہا: ہمارا علم اور تمام اوّلین و آخرین کا علم آخری نبیؐ کے وصی کے علم کے مقابل میں ایسا ہے جیسے یہ قطرہ دریا کے مقابل ہے۔

جناب ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: حضرت امیرؑ نے ابتدائے شب سے لے کر طلوعِ فجر تک بسم اللہ کی با کی تفسیر بیان کی اور ابھی سین کی تشریح تک نہ جاسکے تھے تو فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو بسم اللہ کی تفسیر اتنی کرسکتا ہوں کہ اگر تفسیر لکھی جائے تو چالیس اُونٹ اس کے وزن کو بمشکل اُٹھا سکیں گے۔

ابن کواء کے سوال

سلیم بن قیس کی کتاب میں ابان سے روایت ہے کہ میں کوفہ کی مسجد میں علیؑ کے پاس بیٹھا تھا اور لوگ بھی موجود تھے تو حضرتؑ نے فرمایا: سَلُوْنِي سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِي اور مجھ سے کتابِ خدا کے بارے پوچھو، خدا کی قسم! اللہ کی کتاب سے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر رسولؐ اللہ نے مجھے اس کی تفسیر بتائی ہے اور اس کی تاویل بھی سمجھائی ہے۔

ابن کواء نے کہا: جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ غائب ہوتے تو حضرت نے فرمایا: جب میں غائب ہوتا تو پھر وحی کو یاد کرلیتا جب واپس آتا تو رسالت مآبؐ فرماتے: یاعلیؑ! آپ کی عدم موجودگی میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور مجھے اس کی تفسیر اور تاویل سمجھا دیتے۔

جناب سُلیم کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام سے جو سب سے بڑی بات آپ نے سنی وہ کیا ہے؟ سُلیم نے کہا: مجھے ایک شے یاد ہے جو میں نے (جناب) علیؑ سے خود سنی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مجھے ایک مرتبہ رسولؐ پاک نے بلایا اور آپ کے ہاتھ میں کتاب تھی اور فرمایا: یہ کتاب تمھارے سامنے ہے۔ میں نے عرض کیا: یہ کون سی کتاب ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ایسی کتاب ہے جس میں قیامت تک کے لیے تمام اُمت کے سعید اور بدبخت لوگوں کے اسماء درج ہیں اور مجھے رب نے حکم دیا ہے کہ یہ کتاب آپ کو دوں۔

قال المجلسی: اقول: سید داماد قدس سرہٗ نے بعض مولفات میں لکھا ہے کہ میں نے کتاب قبس الانوار فی الاوفاق الحرفیہ والعددیہ میں دیکھا ہے کہ حضرت علیؑ حروف اور عدد سے بولتے اور سب سے زیادہ حساب کرنے والے تھے۔ پھر اُنھوں نے کتبِ روایت سے ایک روایت نقل کی ہے۔ ایک یہودی حضرت امیرؑ کے پاس آیا اور

کہا: یا علیؑ! مجھے ایسے عدد کی تعلیم دیں جس سے ۹ کی کسریں صحیح ہوں اور تمام بغیر کسر کے آئیں۔ اس طرح ہر نو کسر سے مگر چار سے، پس تمام ۹ کسور صحیح ہو جائیں گی اور ہر ۹ کسور سے تمام ۹ کسور صحیح ہوں گی مگر ۸ کیوں کہ وہ چار پر تقسیم ہوتا ہے اور چوتھائی آٹھ کے لیے اور سات سات کے لیے اور نو نو کے لیے ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر میں تجھے تعلیم دوں اور مطلع کروں تو اسلام قبول کرے گا۔

اس نے کہا: ہاں! حضرتؑ نے فرمایا: اپنے ہفتہ کے دنوں کو اپنے مہینے کے دنوں کو ضرب دو۔ جو حاصل ہو اسے سال کے دنوں میں ضرب دو تو تمھارا مطلوب حاصل ہوگا۔ پس یہودی نے سات کو تیس سے ضرب دی تو حاصل ۲۱۰ آیا اور پھر ۲۱۰ کو سال کے دنوں یعنی ۳۶۰ سے ضرب دی تو حاصل ۷۵۶۰ نکلا اور اس کا مطلب حاصل ہوگیا اور وہ مسلمان ہوگیا۔

شمسی اور قمری سال

اصحابِ روایت کی کتب میں ہے کہ ایک یہودی نے کہا: جب میں نے اصحابِ کہف کی شان میں یہ آیت پڑھی: وَ لَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (سورۂ کہف، آیہ ۲۵)

تو مجھے نو کی سمجھ نہیں آئی اور بعض مفسرین جیسے زجاج وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہودیوں کے علماء کی ایک جماعت رسول اللہؐ کے پاس مدینہ آئی اور کہا کہ جو قرآن میں ہے وہ تورات کے مخالف ہے کیوں کہ تورات میں صرف تین سو سال کا ذکر ہے تو یہ سوال اصحاب کے لیے مشکل بن گیا ہے اور وہ پریشان ہوگئے ہیں اور مبہوت ہوگئے ہیں، لہٰذا حضرت علیؑ کی طرف سے قاصد بھیج کر بلایا۔ حضرتؑ آئے تو فرمایا کہ یہ مخالفت نہیں کیوں کہ یہودیوں کے نزدیک سال شمسی گنا جاتا ہے اور عرب کے نزدیک

قمری سال ہوتا ہے اور تین سال شمسی اور تین سال نواں قمری سال کے دن ہیں۔

متاخرین فارس سے ایک فلسفی نے علمِ ہیئت میں ذکر کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا: ہم نو سال کو نہیں جانتے جب انھوں نے وَازْدَادُوْا تِسْعًا سنا تو کہا کہ یہ تورات کے موافق نہیں تو اصحاب پر اعتراض کیا جسے امامِ حق امیرالمومنینؑ نے یوں حل کیا۔ پھر اس فلسفی نے کہا ہے کہ جو علم ہیئت میں ہماری تحقیق ہے کہ قمری سال شمسی سال سے دس دن اور اکیس گھنٹے کم ہوتا ہے، یعنی دونوں سالوں میں فرق ہماری تحقیق کی بنا پر دس دن اور اکیس گھنٹے ہے اور اس قول کی بنا پر کہ جو کہتے ہیں کہ شمسی سال تین سو پینسٹھ دن بعد چوتھا دن ہوتا ہے تو پانچ گھنٹے ہے اور دس دن اور اکیس گھنٹے اور ۳/۵ گھنٹے بطلیموس کی رائے کے مطابق ہے، جنھوں نے کہا ہے کہ شمسی سال تین سو پینسٹھ دن اور پانچ گھنٹے اور پچپن منٹ اور بارہ سیکنڈ ہے۔

بتانی کے قول کے مطابق دس دن اکیس گھنٹے ایک منٹ کم اور ۳/۵ منٹ۔ جو کہتے ہیں کہ شمسی سال تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اور چالیس منٹ اور بیس سیکنڈ ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ جس کو ذرا بھر حساب آتا ہے، پس ہر سو سال شمسی اور سو سال قمری کے درمیان تین سال قمری کا فرق آتا ہے۔ اور یہ اضافہ تحقیق اور تقریب کے درمیان جمع کسور اور کبیسہ جو تقریباً بیس دن کے ختم کرنے کے ساتھ ہے۔

پس بنابر تحقیق سو سال شمسی نہیں ہوتا مگر ایک سو تین سال قمری اور بیس دن تقریباً۔ پس تین سو شمسی سال تین سو اور نو قمری سال کے برابر ہیں۔

محفوظ کان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے قولِ خدا وتعیھا اذن واعیۃ (سورۂ حاقہ، آیہ ۱۲) کے بارے میں فرمایا: وہ اذنِ محفوظ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں اور رسولؐ پاک نے فرمایا: اے علیؑ! میں ہمیشہ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اِن کو تمھارے کان قرار

دے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: الاذن الواعیۃ علیؑ ہیں اور وہ حجتِ خدا تھے۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

بریدہ رضی اللہ کہتے تھے کہ رسولؐ پاک نے علیؑ کے لیے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تجھے قریب کروں اور تجھے تعلیم دوں کہ ان علوم کی حفاظت کی ہے۔ اور اللہ کا حق ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے اور یہ آیت نازل ہوئی: وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (سورۂ حاقہ، آیہ ۱۲)

مسلم نے اپنی صحیح میں غافر الذنب کی تاویل میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے صدقے فتنوں کی معرفت ہوئی ہے اور اضافہ کیا کہ ہر جماعت جو زمین میں تھی یا ہوگی اور کسی گاؤں (شہر) سے یا کسی خطۂ زمین سے ہو۔

روایت میں ہے کہ علی علیہ السلام نے منبر سے فرمایا: سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ سَلُوْنِي عن كِتَابِ اللهِ، پس جو بھی آیت آئی میں جانتا ہوں کہ کب اور کہاں نازل ہوئی۔ تم مجھ سے آنے والے فتنوں کے بارے میں پوچھو تو بتاؤں گا کہ فتنے کیسے ہوں گے اور (یہ بھی جانتا ہوں کہ) کون ان میں قتل ہو جائے گا۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح کے پانچویں جز میں نقل کیا ہے۔ احمد حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ اصحابِ نبیؐ میں سے کسی نے سوائے علیؑ کے یہ دعویٰ سلونی سلونی نہیں کیا۔ اس طرح ابن المغازلی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کلام کیا اور راز و نیاز کیا اور جو مجھے جبرئیلؑ نے علم دیا وہ سب میں نے علیؑ کو دے دیا۔ پس وہ میرے علمی شہر کے دروازہ ہیں۔ پھر انھیں بلایا اور فرمایا: یا علیؑ! تمھارا دوست میرا دوست ہے اور تمھارا دشمن میرا دشمن ہے اور تم میرے اور میری اُمت کے

درمیان حق کی علامت ہو۔

سلونی کا دعویٰ علیؑ کے علاوہ کسی نے نہ کیا

کتاب استیعاب میں عبدالبر نے رواۃ اور محدثین کی جماعت سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: اصحابِ رسولؐ میں سے کسی نے سلونی کا دعویٰ نہیں کیا سوائے علیؑ کے۔ اور ابن ابی الحدید نے کہا: نقض العثمانیہ میں ابو جعفر اسکافی نے۔ ابن حزم سے روایت کی ہے کہ کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ منبر پر سلونی سلونی کا دعویٰ کرے سوائے علی بن ابی طالبؑ کے۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں: اگر میں چاہوں تو ہر شخص کو نکلنے اور داخل ہونے کے مقام کا بتا سکتا ہوں اور تمام کے تمام کارنامے بتا سکتا ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تم میری وجہ سے رسول اللہؐ کا انکار کردو گے۔ خدا کی قسم! اللہ نے انھیں حق کے ساتھ بھیجا اور مخلوق پر چُنا ہے اور انھوں نے ہمیشہ سچ بولا، اور یہ سب مجھ سے اُنھوں نے ذکر کیا اور جس نے جہاں ہلاک ہونا ہے اور جس نے جہاں سے نجات پائی ہے اور یہ امر کافی ہے۔ اور باقی نہیں رہی کوئی شے جو رائے پر گزرے مگر مجھے بتائی اے لوگو! اللہ کی قسم! میں تمھیں خدا کی اطاعت پر برانگیختہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں خود اطاعت کرتا ہوں اور میں معصیت سے اُس وقت تک نہی نہیں کرتا مگر پہلے خود نہی پر عمل کرتا ہوں۔

قال بن ابی الحدید نے انی اخاف ان تکفروا فی برسول اللہ کے بارے کہا ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ میرے بارے میں غلو کریں اور مجھے رسول اللہؐ پر فضیلت دینے لگیں اور ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرتؑ کی اخبار غیب سے اچھی طرف بھی ہے اور سب سے عجیب وہ جملہ ہے جو انھوں نے ملاحم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اور اس میں قرامطہ کی طرف اشارہ کیا۔ ینتحلون لنا الحب والھوی ویضمرون

لنا البغض والقلی...... یعنی وہ ظاہری طور پر ہمارے ساتھ محبت اور چاہت کا کہتے اور دلوں میں ہمارے لیے بُغض اور کینہ رکھتے۔ اور اس کی نشانی ہمارے ورثا کو قتل کرنا اور اپنے نوجوانوں کو ہجرت پر مجبور کرنا ہے۔ اور حضرتؑ نے صحیح فرمایا کیوں کہ قرامطہ نے اہلِ بیتؑ کے کافی لوگ قتل کیے۔ جن کی تفصیل مقاتل الطالبین میں درج ہے۔ اور ابوطاہر سلیمان بن الحسن الجنائی اپنے لشکر کے ساتھ نجف و کربلا سے گزرا اور وہ ان دونوں مقام میں داخل ہوا اور نہ توقف کیا۔ اور اسی خطبہ میں فرمایا: کانی بالحجر الاسود منصوبًا ھھنا گویا یہ حجر اسود کو یہاں نصب شدہ دیکھ رہا ہوں کیوں کہ ان کی فضیلت بذاتِ خود نہیں بلکہ اس کی بنیاد اور مقام کی وجہ سے ہے اور پھر کبھی رک جاتے اور کبھی بولتے تو اشارہ بحرین کی طرف، پھر اپنے ماویٰ اور ملجا کی طرف پلٹ آتے اور پھر حجر اسود کے بارے میں معاملہ آیا جیسے حضرت علیؑ نے خبر دی تھی۔

میں حضرت کے اکثر خطبوں سے آگاہ ہوں جن میں ملاحم کا تذکرہ کیا اور بعض کو حضرت کی طرف منسوب کرنا جائز ہے اور بعض کا منسوب کرنا جائز نہیں کیوں کہ ان میں اختلال ہے اور یہ مقامات جو میں نے نقل کیے ہیں یہ ان مضطرب خطبات سے نہیں ہیں بلکہ حضرت کے اس کلام سے ہیں جنھیں مختلف کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے تمیم بن اسامہ بن زہیر بن درید التیمی نے حضرتؑ پر دورانِ خطبہ اعتراض کیا جب حضرت سلونی سلونی کا دعویٰ کر رہے تھے کہ تم اگر آئندہ آنے والے گروہ، فتنوں کے بارے میں پوچھو جو سینکڑوں کو گم راہ اور سینکڑوں کو ملامت کا باعث بنیں گے۔ ان سب کو جانتا ہوں کہ کون چلانے والا ہوگا اور قیادت کون کرے گا۔ اگر میں چاہوں تو ہر شخص کو گھر سے نکلنے، داخل ہونے کی بابت اور دیگر اُمور بتا سکتا ہوں۔

اس شخص نے علیؑ سے کہا کہ میرے سر میں بالوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں لیکن اس کی برہان کہاں سے آئے گی اور میں تجھے تیرا

قیام اور تیرے قول بتا سکتا ہوں اور فرمایا کہ تیرے سر کے ہر بال پر ایک فرشتہ ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور ایک شیطان ہے جو تیری مدد کرتا ہے۔ اور اس بات کی نشانی یہ ہے کہ تیرے گھر میں ایک رذیل شخص ہے جو فرزندِ رسولؐ کا قاتل ہے یا قتل فرزندِ رسولؐ پر برانگیختہ کرے گا اور پھر ویسے ہوا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

اس دن اس کا بیٹا حصین دودھ پیتا چھوٹا بچہ تھا۔ پھر وہ بڑا ہوا اور عبیداللہ ابن زیاد کے لشکر کا سپاہی بن گیا۔ اور عبیداللہ نے اسے عمر بن سعد کے پاس کربلا میں امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور جس رات کو یہ کربلا پہنچا تو دوسرے دن صبح کو امام حسینؑ شہید ہوگئے۔

براء کے لیے فرمان

اسی وجہ سے ایک دن حضرت نے براء بن عازب سے فرمایا: اے براء! حسینؑ کو قتل کیا جائے گا اور تو زندہ ہوگا لیکن ان کی مدد نہ کرے گا۔ براء نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا۔ پس جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو براء یہی بات کرتا تھا اور کہتا تھا: کاش میں زندہ نہ ہوتا اور حسینؑ کے ساتھ شہید ہوجاتا۔ اس قسم کے واقعات آئندہ آئیں گے۔

جامع الاصول میں موطا سے نقل کرتے ہوئے ثور بن زید دئلی سے روایت ہے کہ عمر نے شراب کی حد میں مشورہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اسے اسّی کوڑے مارو کیوں کہ جب اس نے شراب پی تو مست ہوگیا۔ جب وہ مست ہوا تو اُس نے ہذیان بکا اور جب ہذیان بکا تو جھوٹ بولا۔ حضرت عمر نے اسے اسّی کوڑے مارے۔

نہج البلاغہ میں فرمایا: خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں لیکن وہ دھوکا اور فجور کرتا ہے۔ اگر مجھے دھوکا پسند نہ ہوتا تو میں تمام لوگوں سے زیادہ ہوشیار تھا۔ لیکن ہر دھوکا میں فجور ہے اور ہر فجور میں کفر ہے۔ اور ہر دھوکے باز پر روزِ قیامت جھنڈا لگا ہوگا۔ خدا کی قسم! میں ان کے مکروفریب سے غافل نہیں ہوں۔

جناب عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاکؐ کے پاس ستر سورتیں قرآنی پڑھیں، جو میں نے ان سے سنی تھیں اور زید دو لٹوں کے ساتھ اس وقت بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ اور باقی قرآن میں نے علیؑ "جو تمام اُمت سے بہتر اور سب سے بڑے قاضی" کو سنایا۔

نہ قلت نہ کثرت

نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ نے عمر کے لیے کہا جب اس نے غزوۂ فرس میں خود جانے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ سے مشورہ لیا تو آپؑ نے فرمایا: اس بارے اللہ کی مدد نہ ہوگی اور نہ وہ کثرت وقلت کی وجہ سے رسوائی کرے گا اور وہ اپنے دین کو ظاہر کرے گا اور اس کا وہ لشکر جس کو تیار کیا ہے اور اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اور وہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے اور اپنے لشکر کی مدد کرتا ہے۔ قیم کا مقام نظام کو تحفظ کرنا ہوتا ہے۔ اگر نظام منقطع ہوجائے تو متفرق ہوجاتا ہے اور پھر کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ عرب آج اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کے ساتھ کثیر ہیں اور اجتماع پر غالب ہیں۔ پس تم قطب بن جاؤ اور عربوں کی چکی جلا دو۔ اگر تم اس زمین سے گئے تو اطراف سے عرب تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے حتیٰ کہ جو اپنے پیچھے چھوڑے گا وہ اہم ہیں جو تیرے سامنے ہیں۔

اگر عجموں نے تجھے کل دیکھا تو کہیں گے یہ اصل عرب ہے۔ ان کی حرص تجھ میں شدید ہوگی اور جو تو نے قوم کی روانگی مسلمانوں کے قتال کے لیے کی ہے تو خدا ان کے لیے کافی ہے اور وہ اپنے ناپسند کو تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ اور جو تو نے ان کی تعداد کو دیکھا تو ہم کبھی جنگ نہیں کرتے، کثرت کے ساتھ بلکہ اللہ کی مدد اور نصرت سے ہم جنگ لڑتے ہیں۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک دن میں عمر کی مجلس میں تھا اور اس کے پاس کعب الاحبار بھی تھا۔ جب عمر نے کہا: اے کعب! تجھے تورات یاد ہے؟ کعب نے کہا:

تورات کے اکثر حصے یاد رکھتا ہوں۔ ایک کونے سے کسی شخص نے کہا: اے امیر! اس سے پوچھو کہ عرش کی خلقت سے پہلے خدا کہاں تھا؟ عمر نے کہا: اے کعب! کیا تجھے ان چیزوں کا علم ہے؟ کعب نے کہا: ہاں اے امیر۔ ہم نے اصل حکم میں دیکھا ہے کہ اللہ عرش کی خلقت سے پہلے قدیمی طور پر بیت المقدس کے پتھر پر تھا، جو ہوا میں تھا۔ جب اللہ نے عرش کو پیدا کرنا چاہا تو تھوک دیا، جس سے سمندر اور دریا پیدا ہوگئے۔ پھر اللہ نے اس بیت المقدس کی چٹان کے کچھ حصے سے عرش پیدا کیا اور باقی کو مسجد مقدس کے لیے چھوڑ دیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس وقت علیؑ بھی تشریف لائے اور خدا کی عظمت کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور کعب سے فرمایا: تم نے اپنے اصحاب سے غلط کہا اور تیرے اصحاب نے تحریفِ کتاب کی، نیز جھوٹ بولا۔ اے بدبخت! وہ پتھر یا چٹان جس کا تو خیال کرتا ہے وہ جلالِ خدا کو محیط نہیں ہوسکتا اور نہ اس کی عظمت کے لیے وسیع ہوسکتا ہے اور جس ہوا کا تو نے ذکر کیا اس کا عرش کو اُٹھانا ناممکن ہے۔ اگر پتھر اور ہوا دونوں قدیم ہوتے تو خدا کے ساتھ ساتھ ان دونوں سے پہلے کوئی ہوتا۔ اور اللہ ایسا نہیں جیسے ملحدین کہہ رہے ہیں اور نہ اس طرح ہے کہ جس طرح جاہلین خیال کرتے ہیں۔ وہ تھا لیکن کسی مکان پر نہ تھا۔ اس حیثیت میں تھا کہ ذہن کی بلندی بھی اس کو سمجھ نہیں سکتی۔ اور میرا دو کان کہنا عجز ہے اس لیے کہ اس نے بیان کی تعلیم دی تاکہ میں اس کی عظمت بیان کروں اور وہ ہمیشہ اقتدار والا رہا ہے اور ہر شے کو محیط رہا ہے۔ اللہ نے نور پیدا کیا اور غیر شے سے ابتدا کی۔ اس نور سے ظلمت پیدا کی اور وہ قادر رہے کہ ظلمت کو لاشے سے پیدا کیا، جس طرح نور کو لاشے سے بنایا، پھر ظلمت سے نور پیدا کیا اور نور سے یاقوت پیدا کیا۔ پھر اس کو گاڑھا کیا لیکن جس طرح زمین اور آسمان کو گاڑھا کیا، پھر یاقوت کو زوب کیا یعنی ہیبتِ خدا سے پگھلایا تو وہ پانی بن گیا اور قیامت تک پانی ہی رہے گا۔

پھر اللہ نے اپنے نور سے عرش کو پیدا کیا اور اس کو پانی پر قرار دیا اور عرش کی دس ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان دس ہزار لغات سے خدا کی تسبیح کرتی ہے اور کوئی لغت دوسری لغت سے مشابہت نہ رکھتی تھی اور عرش پانی پر ہے اور اس کے آگے بادلوں کے پردے ہیں اس لیے ارشادِ قدرت ہوتا ہے کہ کان عرشة علی الماء لیبلوکم اے کعب! افسوس ہے تم پر کہ تیرے قول کے مطابق یہ سمندر خدا کے لعاب سے بنے ہیں تو وہ اس سے عظیم ہے کہ بیت المقدس کے پتھر پر آ جائے یا ہوا اسے برداشت کر سکے۔

پس عمر مسکرایا اور کہا: یہ مسئلہ یوں ہے اور اسی طرح علم ہوتا ہے لیکن تیرا علم اس کے برابر نہ تھا۔ میرے اللہ مجھے اس وقت زندہ نہ رکھنا جب علیؑ نہ ہوں۔

علیؑ کی حکمت

حضرتؑ کے حکمت کے مالک ہونے اور آپ سے کثیر حکمتوں کے نزول کے بعد معاویہ نے ابوایوب انصاری کو خط لکھا کہ میں نے تجھ سے دشمنی کی ہے جو کبھی شیبا عورت نہ بھولے گی۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: ابوایوب نے اسے بتایا تھا کہ عثمان کے قاتل کون ہیں اور جس نے قتل کیا تو وہ شیبا کی طرح ہے کیوں کہ شیبا کو عورت اپنی بکارت زائل کرنے والے کو کبھی نہیں بھولتی۔ (عرب اس رات کو شیبا کہتے ہیں جس رات مرد عورت پر غالب آ جائے اور جس رات غالب نہ آئے اُسے لیلۃ حرۃ کہتے ہیں)

یعنی معاویہ سمجھتا تھا کہ جس نے حضرت عثمان کو قتل کیا وہ منزلِ شیبا ہے یعنی اس کے قتل کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے اور انتقام کا انتظار کرنا چاہیے، جس طرح شیبا اپنی بکارت زائل کرنے والے شخص کو نہیں بھولتی۔

آپؑ جانیں اور آپؑ کے چچازاد جانیں

حسن بن راشد سے روایت ہے کہ میں نے ابوابراہیم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کی ہے کہ آپ کی زندگی گزر گئی، دنیا چلی گئی اور اپنے رب کی ملاقات کو ترستے ہو۔ نبی پاکؐ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف پھیلایا اور فرمایا: میرے اللہ جو تو نے وعدہ کیا ہے پورا فرما کیوں کہ آپ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرسکتے۔ پس اللہ نے وحی کی کہ تم اور جس پر تجھے وثوق ہے اور دعا کا تکرار کیا تو وحی ہوئی کہ آپ اور آپ کے چچازاد جائیں حتیٰ کہ کوئی اور آئے اور اس کی پشت پر سوار ہو جائے اور قبلہ کو اپنی پشت پر رکھو پھر پہاڑ کے وحشیوں کو بلاؤ وہ تمھاری اطاعت کریں گے۔ جب وہ آئیں گے تو جفرہ کو بلاؤ، جو ان میں مؤنث ہے، اس کو جفرہ اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ اس کے سینگ طلوع کے وقت نکلنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور اس کی رگیں خون سے پُر ہوتی ہیں۔ یہ تیرے لیے ہیں اور اپنے چچازاد سے کہو کہ اس کے پاس رہے اور اسے ذبح کرے اور گردن سے چمڑا اُتارے۔ تم دیکھو گے کہ وہ رنگا ہوا ہے۔ پھر تجھ پر روح الامین کو نازل کروں گا اور جبرئیلؑ کو جن کے پاس دوات، قلم اور سیاہی ہوگی وہ سیاہی زمین پر نہ ہوگی، وہ سیاہی بھی باقی رہے اور جلد بھی باقی رہے گی نہ اسے زمین کھائے گی اور نہ اسے بوسیدہ کرے گی البتہ جب بھی ان کو کھولیں گے تازہ ہوگی، یہ تیرے پاس محفوظ و مستور ہوگی۔ تیرے پاس وحی کا علم آئے گا جو ماضی اور مستقبل کا ہوگا اور یہ علم اپنے چچازاد کو املا کروانا تاکہ وہ لکھیں اور اس دوات سے استفادہ کریں۔

پس رسولؐ پاک چلے گئے حتیٰ کہ پہاڑ پر پہنچ گئے اور وہی کیا جو حکم تھا، جو خدا نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا اور جب علیؑ نے اس جفرہ کا چمڑا اُتارنا شروع کیا تو جبرئیلؑ روح الامین اور بے شمار ملائکہ آئے اور سب لوگ آئے اور دوات اور سیاہی تازہ سبزی کی طرح سر پر آئی۔ سرسبز اور چمک دار آئی۔ پھر وحی آئی اور حضرت علیؑ نے لکھی جس میں ہر زمانے کی تفصیلات تھیں اور ظاہر اور باطن کی اطلاع تھی اور قیامت تک ماضی اور

مستقبل کا علم تھا اور علیؑ کے لیے چند چیزوں کی تفسیر کی جن کی تاویل کو صرف اللہ اور راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ کو ہر دشمن کا بتایا جو ہر زمانے میں ہوں گے، حتیٰ کہ حضرت علیؑ تمام اخبار بھی اور لکھ لیں اور پھر خبر دی کہ جو رسولؐ کے بعد ان پر گزرے گی۔

حضرت علیؑ نے ان آنے والے حالات کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: الصبر الصبر اور ہمیں صبر کی تلقین کی اور تسلیم کرنے کی وصیت کی جہاں تک کہ فرج حاصل ہو اور حضرت کو خبر دی کہ فرج کب ہوگا اور ان کے معاون کون ہوں گے اور تولد کے حالات بتائے اور علامات بتائیں جن میں بنی ہاشم کی ملکیت ہوگی۔ پس اس کتاب سے ملاحم کی احادیث کا استخراج ہوتا ہے اور ولی پر جب کوئی واقع ہوتا ہے تو تعجب کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ مجلسی نے کہا: اجفر بکری کی اولاد ہے جو کم از کم چار ماہ کی ہوتی ہے۔

حضرت علیؑ اور میثم تمارؓ

کتاب مزار کبیر میں ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہری نے میثم تمارؓ سے روایت کی ہے: ایک رات مجھے حضرت امیرالمومنینؑ کوفہ سے باہر لے گئے اور مسجد جعفی کے پاس آ کر قبلہ رُخ ہوئے اور چار رکعت نماز پڑھی۔ سلام و تسبیح کے بعد دعا مانگی اور کہا: الٰھی کیف ادعُوك قَد عَصَيْتُك ......اِلی آخرہ۔ پھر اُٹھے اور چل پڑے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا حتیٰ کہ صحرا میں آگئے اور زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا: خبردار! اس لکیر کو عبور نہ کرنا اور وہ مجھ سے دُور چلے گئے، رات بہت تاریک تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ میں نے اپنے مولاؑ کو اکیلا جانے دیا جب کہ آپؑ کے دشمن بہت زیادہ ہیں اور اگر کچھ ہوگیا تو اللہ اور رسولؐ اللہ کے نزدیک کیا عذر پیش کرے گا۔ پس میں ان کے پیچھے ضرور جاؤں اور ان کی خبر لوں، اگرچہ حکمِ امامؑ کی مخالفت بھی ہوتی ہے۔ پس میں

آپ کی تلاش میں نکلا، تلاش کرتے کرتے آپ کو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا پایا جو کنویں میں جھانک کر باتیں کر رہے تھے۔ پس آپؑ نے میرا وہاں پہنچنا محسوس کیا تو کہا کون ہے؟ میں نے کہا: میثم ہوں۔ فرمایا: اے میثمؒ! میں نے حکم نہ دیا تھا کہ اس لکیر کو عبور نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ کے بارے میں آپؑ کے دشمنوں کی وجہ سے خوف تھا لہٰذا میں صبر نہ کر سکا تو آپؑ نے فرمایا: میں جو کنویں سے بات کر رہا تھا، تو نے کچھ سنا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اے میثمؒ! میرے سینے میں کئی حاجتیں ہیں جن سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور میں نے زمین پر اپنے ہاتھ سے نشان لگایا اور اس پر اپنے راز فاش کیے۔ پس جہاں بھی یہ زمین اگاتی ہے اور یہ میں نے بیج کاشت کیا ہے۔



اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا
اَنَا مَدِینَۃُ الجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

ابن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:
رسولؐ پاک نے فرمایا: میں جنت کا شہر ہوں اور آپؑ اس کے دروازے ہیں۔
یاعلیؑ! وہ لوگ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ جنت میں اس دروازے کے بغیر داخل ہو جائیں گے۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبا سے روایت بیان کی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا:
اَنَا مَدینۃ الحکمۃ وجنۃ وانت یاعلی بابھا اور جنت کی طرف کسی طرح ہدایت کی جاتی ہے اور جنت میں داخل نہیں ہوا جاتا مگر دروازے سے۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ پاک کو علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے دیکھا اور فرما رہے تھے: یہ نیک لوگوں کے امیر اور فاجرں کے قاتل ہیں، جس نے ان کی مدد کی تو اس کی مدد ہوگی اور جس نے ان کو چھوڑ دیا تو اسے بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر بلند آواز سے فرمایا: اَنَا مَدِینَۃُ الحِکمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا پس جو حکمت چاہتا ہے تو دروازے سے آئے۔

جناب امام رضا علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

اَنَا خَازِنُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا

جناب امام رضا علیہ السلام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جابرؓ نے کہا: رسولِ پاک نے فرمایا: "میں علم کا خزانہ ہوں اور علیؑ اس کے دروازے ہیں اور جو خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ چابی لائے"۔ (عیون الاخبار، ص ۲۳۰)

جناب ابن نباتہ (اصبغ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ کی بیعت کی گئی تو حضرت مسجد میں آئے اور تقریر کی، خطاب کے بعد امام حسنؑ سے فرمایا: اے حسنؑ! تم اب منبر پر جاؤ اور ایسا کلام کرو کہ قریش میرے بعد تم سے جاہل نہ رہیں اور نہ کہیں کہ حسنؑ بن علیؑ تو کچھ بھی نہ تھے۔

امام حسنؑ نے کہا: بابا جانؑ! میں کیسے منبر پر جاؤں اور تقریر کروں جب کہ آپ لوگوں میں بیٹھے سن رہے ہیں؟! حضرت امیرؑ نے فرمایا: میرے والدین تم پر قربان ہوں میں اپنے آپ کو تم سے چھپا لوں گا اور میں تم کو دیکھوں گا اور تم مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ جب کہ میں تمھارا کلام سن رہا ہوں گا۔

پس حضرت امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے اور حمدِ خدا کی اور نبیؐ و آلِ نبیؐ پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا: اے لوگو! میں نے رسولِ پاک سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا مگر دروازے سے۔

پھر حضرتؑ اُتر آئے، علی اُٹھے اور حسنؑ کو سینے سے لگایا۔ پھر امام حسینؑ سے فرمایا: بیٹا تم منبر پر جاؤ اور ایسا کلام کرو کہ قریش تمھاری عظمت کے قائل ہوجائیں اور تمھاری شخصیت سے جاہل رہنے میں بے قصور نہ ہوجائیں اور یہ نہ کہیں کہ حسینؑ کو کوئی بصیرت نہیں۔ البتہ تمھارا کلام تمھارے بھائی کے کلام کے تابع ہو۔

پس امام حسینؑ منبر پر تشریف لائے اور حمدِ خدا کی اور آلِ محمدؐ کی تعریف کی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و سلام پڑھا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے رسولِ پاک سے خود سنا ہے

کہ آپؐ نے فرمایا:

علیؑ ہدایت کا شہر ہیں جو اس میں داخل ہوا وہ کامیاب ہوا اور جو اس میں داخل نہ ہوا تو وہ ہلاک ہوگیا۔ پس علیؑ اُٹھے اور امام حسینؑ کو اپنے سینے سے لگایا اور بوسہ دیا اور کہا: اے لوگو! گواہ رہو یہ دونوں رسولؐ اللہ کے فرزند اور آپ کی امانت ہے جو میرے سپرد کر گئے تھے اور میں تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ اے لوگو! رسولِؐ پاک بروزِ قیامت تم سے ان کے بارے میں سوال کریں گے۔

علیؑ سے حاصل کرو

ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسولِؐ پاک کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا پس جو علم کے حصول کا ارادہ کرے تو وہ علیؑ سے حاصل کرے۔

ترمذی نے اپنی صحیح میں حضرت امیرالمومنینؑ کی تعریف میں بیان کیا ہے کہ رسولِؐ پاک نے فرمایا: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اور بغوی نے صحاح میں ذکر کیا ہے کہ اَنَا دَارُ الحِکمَۃ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اور مناقب خوارزمی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِؐ پاک نے فرمایا: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا جو علم چاہے تو وہ دروازے سے آئے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کے لیے فرمایا: یا علیؑ: اَنَا مَدِینَۃُ الحِکمَۃ وَعلم اَنتَ بَابُھَا اور شہر میں دروازے سے ہی آیا جاتا ہے اور جھوٹا ہے وہ شخص تو خیال کرتا ہے کہ مجھ سے محبت اور تجھ سے بغض رکھے، کیوں کہ آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں، تیرا گوشت میرا گوشت اور تیرا خون میرا خون، تیری روح میری روح، تیرے راز میرے راز، تیرا ظاہر میرا ظاہر۔ اب تم میری اُمت کے امام اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہو۔

وہ شخص سعادت مند ہے جس نے تیری اطاعت کی اور شقی ہے وہ جس نے تیری نافرمانی کی اور فائدہ حاصل کیا اس نے جس نے تجھ سے محبت کی اور تجھ سے دشمنی کرنے والا نقصان میں رہا۔ اور جس نے تمھارا دامن پکڑا وہ کامیاب ہوا اور جس نے تجھے چھوڑا ہلاک ہوگیا۔ تیری مثال اور میرے بعد تیری اولاد سے آئمہ کی مثال سفینۂ نوحؑ کی ہے جو اس پر سوار ہوا وہ نجات حاصل کر گیا اور جو سوار نہ ہوا تو وہ غرق ہوگیا۔ آپؑ کی مثال ستاروں کی طرح ہے جو ایک کے غروب کے بعد دوسرا نمودار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس فرمانِ خدا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۷۷) اور فرمانِ خدا لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۸۹) کی تفسیر میں فرمایا: ایک مرتبہ مدینہ میں بارش ہوئی، جب آسمان صاف ہوا اور سورج نکلا تو رسولِ پاکؐ بھی چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ نکلے اور مسجد میں بیٹھے اور لوگ اردگرد بیٹھ گئے جب علی علیہ السلام آئے تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: یہ علیؑ تمھارے پاس آئے ہیں، پاک دل اور صاف ہاتھوں والے۔ یہ علی علیہ السلام جب بھی کہیں گے سچ اور حق کہیں گے، پہاڑ اپنا مقام چھوڑ سکتے ہیں لیکن علیؑ کبھی دین سے ذرا بھر پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ جب علیؑ رسالت مآبؐ کے قریب آئے تو اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا:

یا علیؑ! اَنَا مَدِيْنَةُ الْحِكْمَةِ وَاَنْتَ بَابُهَا اور جو شہر میں آتا ہے تو دروازے ہی سے آتا ہے۔ یا علیؑ! آپ میرا وہ دروازہ ہیں جس سے کوئی میرے پاس آ سکتا ہے اور میں اللہ کا باب ہوں جو میرے پاس تیرے بغیر آئے گا وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے گا اور جو میرے بغیر آئے گا تو وہ اللہ تک نہ پہنچ سکے گا۔ تو بعض لوگ دوسروں سے کہتے تھے یہ کہاں

ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی: لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ ...... الی آخرہ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۸۹)

ہم شعار ہیں

نہج البلاغہ میں ہے کہ ہم شِعار، مینار، خدا کا خزانہ اور خدا کے دروازے ہیں۔ اور آسمانوں تک نہیں جایا جاسکتا مگر دروازوں سے اور جو بغیر دروازے کے داخل ہو اسے چور کہا جاتا ہے۔

شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید: ''ہم علم کے خزانے اور دروازے ہیں'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں: رسولؐ پاک نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا جو حکمت چاہتا ہے وہ دروازے سے آئے اور رسالت مآبؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وہ میرے علم کے خزانچی ہیں یا کبھی فرمایا: وہ میرے علم کا ظرف ہیں۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے امیرالمومنینؑ سے اس فرمانِ خدا لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ...... الی آخرہ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۸۹) اور فرمانِ خدا وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ (سورۂ بقرہ، آیہ ۵۸) کی تفسیر میں فرمایا: ہم وہ گھر ہیں جن میں دروازوں سے داخل ہونے کا حکم خدا نے دیا ہے اور ہم اللہ کا دروازہ اور وہ گھر ہیں جس سے داخل ہوا جاتا ہے۔ پس جس نے ہماری اتباع کی اور ہماری ولایت کا اقرار کیا تو گویا گھروں میں دروازے سے داخل ہوا اور جس نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے غیر کو ہم پر فضیلت دی تو وہ گھروں میں دیواریں پھلانگ کر داخل ہوا۔

نبیؐ کا فرمانِ اجماعی ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا جو علم چاہے وہ دروازے سے آئے۔ اس روایت کو احمد نے آٹھ طرق سے، ابراہیم ثقفی نے سات طرق سے، ابن بطہ نے چھے طرق سے، خطیب تاریخی نے تین طرق سے اور یحییٰ بن معین نے دو طرق سے بیان کیا ہے۔

اور اسی کو سمعانی، قاضی ماوردی، ابو منصور السکری، ابو الصلت ہروی، عبد الرزاق اور شریک نے ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور جابرؓ سے روایت کیا ہے تو اس کثرتِ روایت کا تقاضا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ کیوں کہ رسالت مآبؐ نے اپنے آپ کو مدینہ سے تعبیر کیا ہے اور خبر دی ہے کہ علم تک پہنچنے کے لیے صرف علیؑ کا ذریعہ مخصوص ہے کیوں کہ ان کو رسالت مآبؐ نے مدینے کا دروازہ قرار دیا ہے جس سے داخل ہوا جاتا ہے۔ پھر علیؑ کی طرف رجوع کرنا اس لیے بھی واجب ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: فَلیأتِ الباب، اور اس میں دلیل ہے عصمتِ علیؑ کی کیوں کہ جو معصوم نہ ہو تو اس سے قبیح کا صادر ہونا ممکن ہے اور جب قبیح واقع ہو تو اس کی اقتداء کرنا قبیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نبیؐ نے قبیح کا حکم دیا ہے جب کہ یہ ناجائز اور غیر معقول ہے۔

یہ اس پر بھی دلالت ہے کہ علیؑ تمام اُمت سے اَعلم ہیں اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ تمام لوگ علیؑ کے محتاج ہوئے لیکن علیؑ تمام لوگوں سے بے نیاز تھے اور آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی امامت اور ولایت کو واضح اور ثابت کر دیا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ کوئی شخص رسولؐ کی زندگی میں یا اُن کی رحلت کے بعد علم و حکمت غیر علیؑ سے حاصل کرے جس طرح خدا نے ارشاد فرمایا ہے: وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

حضرت علیؑ نیکوں کے امیر

جناب جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسالت مآبؐ نے علیؑ کے بازو سے پکڑ کر فرمایا: ھذا امیر البررۃ "یہ نیک لوگوں کے امامؑ ہیں"۔ کافروں کے قاتل اور جو ان کی مدد کرے وہ منصور ہے اور جو ان کو چھوڑ دے تو وہ مخذول ہوگا۔ پھر بلند آواز سے فرمایا: اَنَا مَدِینَةُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا پس جو علم چاہے وہ دروازے سے آئے۔

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِینَةُ

الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا پس جو علم چاہے، وہ دروازے سے آئے۔

اسی طرح ابن المغازلی نے اپنی سند سے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا: یا علیؑ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَاَنْتَ بَابُهَا اور وہ شخص جھوٹا ہے جو خیال کرتا ہے کہ شہر تک پہنچے گا، بغیر دروازے کے۔

اسی طرح ابن عباسؓ نے نبی پاکؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا پس جو جنت میں آنا چاہے تو وہ دروازے سے آئے۔ اسی طرح ابن عباسؓ نے نبی پاکؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا پس جو جنت کا ارادہ کرے وہ دروازے سے آئے۔

اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِؐ پاک نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا پس جو حکمت چاہے وہ دروازے سے آئے۔ اسی طرح کی روایت سلمہ بن کھیل سے بھی مروی ہے۔

جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَاَنْتَ بَابُهَا وہ جھوٹا ہے جو بغیر دروازے کے شہر میں داخل ہونا چاہے۔



رسالت مآبؐ نے تمام علم علیؑ کو دیا

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حلال و حرام اور تاویل کا علم عطا فرمایا۔ پس رسالت مآبؐ نے وہ علیؑ کو عطا کیا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قرآن اور دیگر اشیاء کا علم عطا فرمایا۔ پس وہ علم رسالت مآبؐ نے علیؑ کو عطا کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علیؑ ہر وہ چیز جانتے تھے جو رسالت مآبؐ جانتے تھے۔ اللہ نے جو علم اپنے رسولؐ کو دیا وہ رسولؐ نے علیؑ کو دیا۔

جنابِ حمران بن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان ہو! میں نے سنا ہے کہ اللہ نے علیؑ سے مناجات کی ہیں تو آپؑ نے فرمایا: یہ مناجات طائف میں ہوئیں اور پھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حلال و حرام و تاویل کا علم دیا تو رسولؐ نے علیؑ کو علم عطا کیا۔

نبیؐ اور علیؑ علمی طور پر مشترک ہیں

جناب محمد بن مسلمؒ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جناب جبرئیلؑ جنت سے دو انار رسولِ پاکؐ کے لیے لائے تو راستے میں علیؑ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: یہ دو انار آپ کے ہاتھ میں کیسے ہیں

اور کہاں سے لائے ہیں؟

جبرئیلؑ نے کہا: یہ (ایک) انار نبوت کے لیے ہے جس میں آپ کا کوئی نصیب (حصّہ) نہیں اور دوسرا علم ہے۔ پھر رسولؐ پاک آئے اور (علم والے) انار کے دو ٹکڑے کیے، آدھا علیؑ کو دیا اور آدھا خود کھایا۔ پھر فرمایا: آپ میرے شریک ہیں اور میں آپ کے ساتھ شریک ہوں۔ پھر فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ رسولؐ پاک کو ایک حرف کا بھی علم عطا کیا تو وہی رسالت مآبؐ نے علیؑ کو عطا فرمایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ رسالت مآبؐ کے پاس دو انار لائے تو رسولؐ پاک نے ایک انار کھا لیا اور دوسرے انار کے دو ٹکڑے کیے اور آدھا حصّہ خود کھایا اور آدھا علیؑ کو کھلایا۔ پھر علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! کیا جانتے ہیں کہ یہ دو انار کیا تھے؟ مولاؑ نے عرض کی: نہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ پہلا انار نبوت کے لیے تھا جس میں آپ کا نصیب نہ تھا اور دوسرا انار علم جس میں آپ میرے شریک ہیں۔ میں نے کہا: وہ کیسے اس انار میں شریک ہوگئے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے محمد مصطفیٰؐ کو علم نہیں دیا مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ یہ علم علیؑ کو دیں۔

جناب زرارہؓ سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ جنت سے دو انار رسالت مآبؐ کے لیے لایا۔ دونوں رسالت مآبؐ کو دیے۔ حضرتؐ نے ایک کھا لیا اور دوسرے کے دو حصّے کیے۔ آدھا حصّہ علیؑ کو عنایت فرمایا اور وہ کھا گئے اور پھر فرمایا: یا علیؑ! جو انار میں نے خود کھایا ہے وہ نبوت تھی جس میں آپ کا کوئی حصّہ نہ تھا اور دوسرا انارِ علم تھا اور آپؑ اس میں میرے شریک تھے۔

پس میں نے امامؑ سے عرض کیا: وہ کیسے شریک ہوگئے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ نے اپنے نبیؐ کو کوئی ایسا علم نہ دیا مگر حکم دیا کہ وہ علم علیؑ کو بھی دیں۔ اس لیے وہ علم میں شریک ہیں۔

علیؑ وارثِ علمِ نبیؐ

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ رسالت مآبؐ کے علم کے وارث بنے اور جنابِ فاطمہ زہراءؑ رسالت مآبؐ کے ترکہ کی وارث ہوئیں۔
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علیؑ رسولؐ اللہ کے علم کے وارث اور جناب فاطمہ رسالت مآبؐ کی میراث کی وارث تھیں۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علیؑ اللہ کا ہبہ تھے۔ حضرت محمدؐ کے لیے جو علمِ اوصیا کے وارث، ماضی کے علم کے وارث بنے اور جنابِ محمد مصطفیؐ اپنے سابقہ انبیاؑ، اوصیاءؑ اور مرسلینؑ کے علم کے وارث تھے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی العزم رسولوں کو علم کے ذریعے باقی انبیاؑ پر فضیلت دی ہے اور حضرت محمدؐ کو اولی العزم پر فضیلت دی اور خدا نے ہمیں ان کے علم کا وارث اور ان پر فضیلت دی ہے اور رسولؐ کے پاس ایسے علوم تھے جو سابقہ انبیاؑ کے پاس نہ تھے اور ہم نے رسولؐ پاک کا علم حاصل کیا اور پھر ہم نے اس کو اپنے شیعوں کے لیے بیان کیا۔ پس جس جس نے قبول کیا تو وہ ان سب سے افضل ہے اور جہاں بھی ہم ہوں گے ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔

علیؑ دریائے عظیم ہیں

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم دودھ چوس کر پیتے ہو اور نہرِ عظیم (نہر بمعنی دریا ہے) کو بلاتے ہو۔ حضرتؑ سے پوچھا گیا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسالت مآبؐ کو وحی کی اور تمام علومِ انبیاؑ عطا فرمائے اور انبیاؑ کے پاس جو علم نہ تھا وہ بھی عطا فرمایا۔ یہ تمام علم رسالت مآبؐ نے علیؑ کو عطا فرمایا۔

میں نے عرض کیا: علیؑ تو پھر بعض انبیاؑ سے بھی اَعلم تھے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ جس پر چاہے اپنا فیض کر دے۔

میں کہتا ہوں کہ رسالت مآبؐ نے علم الانبیاؑ وصول کیا اور پھر سارا علم علیؑ کو عطا فرمایا۔ پس تو کہہ سکتا ہے کہ علیؑ بعض انبیاؑ سے اَعلم تھے۔ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قال الذی عندہ علمٌ من الکتب۔ پھر اپنی انگلیاں اپنے سینے پر رکھیں اور فرمایا: خدا کی قسم ہمارے پاس کتاب کا مکمل علم ہے۔

حضرت علیؑ جنابِ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے اَعلم ہیں

جناب عبداللہ بن الولید السّمان روایت کرتے ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے عبداللہ! علیؑ اور حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: میری کیا جرأت کہ میں ان کے بارے کوئی بات کرسکوں؟ تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! علیؑ ان دونوں سے اَعلم تھے۔ پھر فرمایا: کیا تم یہ نہیں کہتے کہ علیؑ کے پاس وہی علم ہے جو رسولؐ پاک کے پاس تھا۔ ہم نے کہا: ہاں! لیکن لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ان کی مخالفت میں یہ فرمانِ خدا ہے جو موسیٰؑ کے بارے میں فرمایا: وکتبنا فی الواح من کُل شئی۔ جان لو کہ ان کے لیے تمام اُمور بیان نہ ہوئے تھے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے لیے خدا نے فرمایا:

جِئۡنَا بِكَ شَهِيۡدًا عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ وَ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ (سورۂ نحل، آیہ ۸۹)

پھر فرمایا: خدا کی قسم! ہم میں سے علیؑ ہمارے اوّل اور ہم سب سے افضل اور بہتر ہیں۔



نبیؐ علیؑ کے معلم، حیًّا و میتًّا

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی پاکؐ نے مجھے وصیّت فرمائی کہ جب میری وفات ہوجائے تو مجھے غرس نامی کنویں کے چھ ڈول سے غسل دینا۔ جب غسل سے فارغ ہوجاؤ تو مجھے کفن دینا۔ پھر اپنا منہ میرے منہ پر رکھنا۔ فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو (آنحضرتؐ نے) قیامت تک کے حالات سے مجھے مطلع کر دیا۔

جناب عمر بن ابی شعبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسالت مآبؐ پر وقتِ موت آیا تو حضرت علیؑ آئے اور اپنا چہرہ نبیؐ کے قریب لے گئے تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: یاعلیؑ! مجھے غسل اور کفن دے کر بٹھا دینا اور مجھ سے قیامت تک کے حالات پوچھنا اور تمام کو لکھ لینا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: جب میں فوت ہوجاؤں تو غرس کے کنویں سے مجھے غسل دینا اور پھر مجھے بٹھا دینا اور جو قیامت تک کے بارے میں سوال ذہن میں ہوں وہ پوچھ لینا۔

امامؑ فرماتے ہیں: جناب رسولِ پاکؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ جب وقتِ موت قریب آیا تو علیؑ اپنا چہرہ حضرتؐ کے قریب لے گئے تو آپؐ نے فرمایا: یاعلیؑ! مجھے غسل اور کفن کے بعد بٹھا دینا اور سوال کرنا اور ان کے جوابات لکھتے جانا۔

امامؑ فرماتے ہیں: جناب رسالت مآبؐ نے علیؑ سے فرمایا: میری وفات کے بعد مجھے غسل، کفن اور حنوط دینا، پھر مجھے بیٹھا دینا اور جو قیامت تک کے حالات میں بتاؤں گا وہ لکھتے جانا۔ میں نے عرض کیا: کیا علی علیہ السلام نے ایسا کیا؟ آپؑ نے

فرمایا: ہاں۔ جناب عبداللہ بن جعفر طیارؓ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں: رسولؐ پاک نے مجھے وصیت کی کہ وفات کے بعد مجھے غرس نامی کنویں کے پانی کے چھے ڈول بھرنا اور مجھے غسل دینا اور کفن دے کر مجھے بیٹھا دینا۔ پھر جو پوچھنا ہو پوچھ لینا۔ خدا کی قسم! جو پوچھو گے میں جواب دوں گا۔

اسی طرح فرمایا کہ جب میں فوت ہوجاؤں تو غرس کنویں کے سات ڈول سے مجھے غسل دینا یعنی تین ڈول پانی ڈال کر غسل دینا اور چار ڈول اُوپر چھڑک دینا۔ جب غسل دے دو تو حنوط کرنا اور کفن دینا، پھر مجھے بیٹھا دینا اور اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھنا۔ پھر جو دل چاہے سوال کرنا تو میں قیامت تک کے حالات بتا دوں گا۔ اسی لیے جب علیؑ کسی چیز کا بتاتے تو فرماتے کہ یہ وہ علم ہے جو رسولؐ پاک نے مجھے وفات کے بعد تعلیم کیا ہے۔

جناب اُم سلمہؓ زوجہ نبیؐ نے روایت کی ہے کہ رسولؐ پاک نے اپنے مرضِ موت میں فرمایا: مجھے میرا خلیل بلا دو۔ حضرت عائشہ نے اپنے باپ کو بلایا۔ جب وہ آئے تو رسولؐ پاک نے اپنے چہرے پر چادر ڈال لی اور فرمایا کہ میرے خلیل کو بلاؤ۔ عائشہ کے باپ حیران ہوکر واپس چلے گئے۔ پھر حفصہ نے اپنے باپ کو بلایا۔ جب وہ آئے تو حضرتؐ نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اور فرمایا: میرے خلیل کو بلاؤ۔ پس عمر بھی حیران ہوکر واپس چلے گئے۔ پھر فاطمہؑ نے علیؑ کو بلایا۔ جب علیؑ آئے تو رسولؐ پاک اُٹھے اور آپ کو اپنی چادر میں چھپا لیا اور راز و نیاز کی باتیں کیں۔ اس لیے حضرت علیؑ فرماتے ہیں: رسالت مآبؐ نے مجھے ہزار حدیث ایسی بیان کی کہ ہر حدیث سے ہزار علمی باب کھلتا ہے۔ حتیٰ کہ رسالت مآبؐ کو پسند آیا اور مجھے بھی پسینہ آ گیا۔ پس رسالت مآبؐ کا پسینہ میرے اُوپر بہا اور میرا پسینہ آپؐ پر جاری ہوا۔ (بصائر الدرجات، ۹۰)

حضرت علیؑ نبی پاکؐ کے خلیل ہیں

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے مرضِ موت میں عائشہ اور حفصہ سے فرمایا: میرے خلیل کو بلاؤ۔ دونوں نے اپنے اپنے باپ بلا لیے۔ جب وہ آئے تو رسولؐ پاک نے ان سے منھ پھیر لیا اور فرمایا کہ میرے خلیل کو بلاؤ۔ ہم نے علیؑ کو بلایا۔ پس علیؑ آئے تو آپؐ نے ان سے مسلسل احادیث بیان کیں۔ جب علیؑ باہر نکلے تو دونوں علیؑ سے ملے اور پوچھا کہ آپ کے خلیل نے آج کیا کیا باتیں کیں؟ آپؑ نے فرمایا: مجھے ہزار باب علم کے عطا فرمائے جن میں سے ہر ہر باب سے ہزار ہزار علمی باب (مزید) کھلتے ہیں۔

کتاب سُلیم بن قیس میں ابان بن ابی عیاش سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے سنا: میں نے علیؑ سے ایک ایسی حدیث سنی جس کے متعلق معلوم نہیں کہ کیا وجہ تھی کیوں کہ میں نے سنا کہ اُنھوں نے فرمایا: رسولؐ اللہ نے مرض میں میرے ساتھ راز و نیاز کیا اور مجھے ہزار بابِ علمی کی کنجیوں کا علم دیا جن میں سے ہر ایک سے ہزار باب (مزید) کھل سکتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ حسنؑ اور عمار کو بھیجا تا کہ لوگوں کو بلا لائیں۔ اس وقت حضرت علیؑ بھی تشریف لائے اور فرمایا: اے ابن عباسؓ! پہلے تمھارے پاس حسنؑ آئے تھے جن کے ساتھ گیارہ ہزار افراد تھے۔ تو میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر ایسے ہو جیسے وہ کہہ رہے ہیں تو وہ یہی ہزار باب ہیں۔ جب حسینؑ نے اس حد تک دیکھا تو میں نے حضرت کا استقبال کیا۔ پس میں نے کاتبِ لشکر سے کہا جس کے پاس لشکر والوں کے اسما تھے کہ تمھارے ساتھ کتنے لوگ ہیں تو اُس نے فرمایا: گیارہ ہزار افراد کا قافلہ میرے ساتھ تھا۔

وحی اللہ کرتا، علیؑ کی وجہ سے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ کو وحی

کی کہ آپؐ نے اپنی نبوت کا حق ادا کیا جیسے ادا کرنے کا حق ہے اور آپؐ نے اپنے دن مکمل کر لیے پس اسمِ اکبر، میراثِ علم اور علمِ نبوت کے آثار کو علیؑ کے پاس رکھ دیں اور فرمایا: میں کبھی زمین کو نہ چھوڑوں گا مگر اس میں میرا ایک عالم ہے جس کے ذریعے میری اطاعت ہوتی ہے اور میری ولایت کا تعارف ہوتا ہے۔ اور وہ حجت ہے نبیؐ کی وفات سے دوسرے نبیؑ کی آمد تک کے لیے۔ پس رسولؐ پاک نے اسمِ اکبر، میراثِ علم اور علمِ نبوت کے آثار کی وصیت کی کہ علیؑ کو دے دینا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسولؐ اللہ کی عمر مبارک ختم ہوگئی تو خدائے متعال نے حضرت محمدؐ کو وحی کی کہ اے محمدؐ! اپنے علم، آثار، اسمِ اکبر اور میراثِ علم اور آثارِ قیامت کو علیؑ کے پاس رکھ دو کیوں کہ میں تمھارے بعد علمِ نبوت کو آپؐ کے اہلِ بیتؑ میں رکھوں گا جس طرح بیوت الانبیا سے قطع تعلق نہیں کیا۔

علیؑ وارثِ علم انبیاؑ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ نے یوشع بن نون کو وصیت کی اور یوشعؑ نے اپنے بیٹے ہارونؑ کو وصیت کی لیکن موسیٰؑ کے بیٹے کو وصیت نہ کی کیوں کہ اختیار خدا کے پاس ہے جسے چاہے چُن لے اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے وصی یوشع کو سرکار رسالت مآبؐ کی آمد کی بشارت دی اور جب اللہ نے مسیح کو مبعوث کیا تو انھوں نے کہا: میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہے جو نسلِ اسماعیلؑ سے ہوگا۔ جو میری تصدیق اور تمھاری تصدیق کرے گا، پس یہی بشارت اور وصیت تمام حواریوں میں باری باری جاری رہیں، اللہ نے ان کو حفاظت کرنے والا شمار کیا ہے کیوں کہ انھوں نے اسمِ اکبر کو محفوظ رکھا ہوا تھا اور وہ اسمِ اکبر وہ کتاب ہے کہ جس میں ہر شے کا علم ہے جو انبیاؑ کے ساتھ تھا اس لیے ارشادِ قدرت ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْمِيْزَانَ (سورۂ حدید، آیہ ۲۵)

الکتاب، اسم الاکبر ہے اور یہ معروف ہوا ان میں جو توراۃ، انجیل اور قرآن کے علم کے مدعی تھے۔ پس کتابِ نوحؑ، شعیبؑ، صالحؑ اور ابراہیمؑ جس کے بارے میں خدا نے خبر دی ہے: اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (سورۂ اعلیٰ، آیہ ۱۸-۱۹) پس صحفِ ابراہیمؑ کہاں ہیں؟ صحفِ ابراہیمؑ اسمِ اکبر ہے اور صحفِ موسیٰؑ بھی اسمِ اکبر ہے۔ پس یہ وصیّت ایک عالم سے دوسرے عالم تک چلتی رہی، حتیٰ کہ یہ وصیّت حضرت محمد مصطفیٰؐ تک پہنچی۔ جبرئیل آئے اور فرمایا: اے محمدؐ! آپ نے نبوت کا حق ادا کردیا اور اپنی عمر مکمل کرلی۔ اب اسمِ اکبر، میراثِ علم اور آثارِ نبوتؐ کو علیؑ کے پاس رکھ دو، کیوں کہ میں کسی زمین کو خالی نہ کروں گا مگر میرے لیے اس میں عالم ہے جس سے میری اطاعت اور ولایت سمجھی جاتی ہے۔ پس وہ حجت ہے، ایک نبیؐ کے جانے کے بعد اور دوسرے نبیؐ کے آنے سے پہلے کے عرصہ میں۔

رسول اکرمؐ نے اسمِ اکبر، میراثِ علم اور آثارِ علمِ نبوت کو علی علیہ السلام کے سپرد کرنے کی وصیّت کی۔ (بصائر الدرجات، ص ۱۳۸)



علیؑ حلالِ مشکلات

حضرت عمر نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ تاریخ کب سے لکھی جائے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا: یومِ ہجرت رسولؐ سے، جب زمین شرک پر نازل ہوئی۔ گویا آپؑ نے اشارہ کیا کہ کوئی نئی بدعت جاری نہ کر دینا اور ویسی تاریخ لکھی جائے جیسے رسولِ اکرم کے زمانے میں لکھتے تھے: کیوں کہ جب نبی پاکؐ مدینہ میں تشریف لائے تو وہ ربیع الاول کا مہینہ تھا تو آپؐ نے تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ پس وہ ایک ماہ یا دو ماہ حضرت کے آنے سے لے کر سال کے مکمل ہونے تک کو تاریخ بتاتے تھے۔

ابن شہاب سے تاریخی ذکر ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اگر چاہو تو میرے قریب ہو جاؤ، پس میں قریب ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اپنے محلے میں جاؤ، مسجد کے دروازے پر ایک مرد اور عورت آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں، ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں گیا اور دیکھا کہ وہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم دونوں کو حضرت امیرالمومنین بلا رہے ہیں، میں ان کو ساتھ لایا تو حضرت علیؑ نے پوچھا: اے شخص! تم اس عورت سے کس بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا: یہ میری بیوی ہے، اسے میں نے حق مہر دیا اور مالک بنایا۔ جب میں اس کے قریب گیا تو اسے خون شروع ہو گیا اور اس نے میرے امر میں جرأت کی۔

علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ تجھ پر حرام ہے اور تم اس کے اہل نہیں ہو۔ لوگوں نے شور مچایا اور عورت سے کہا کہ کیا تم جانتی ہو؟ اس نے کہا: کسی نے تمھارا ذکر کیا تھا لیکن میں نے دیکھا نہ تھا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم فلاں بنتِ فلاں اور آلِ فلاں سے نہیں

ہو؟ اس نے کہا: ہاں وہی ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: کیا تم نے فلاں بن فلاں سے گھر والوں سے چھپ کر نکاحِ متعہ نہیں کیا تھا؟ تمھیں اس سے حمل ہوگیا اور تو نے ایک صحیح و سالم بچہ پیدا کیا۔ پھر تو اپنی قوم اور گھر والوں سے ڈر کر بچے کو اُٹھا کر رات کو گھر سے نکلی حتیٰ کہ جب تو ایک خالی مقام پر پہنچی تو اس بچے کو زمین پر رکھ دیا اور اس کے پاس کھڑی تھی، تجھے اس بچے پر رحم آیا اور پھر اُٹھا لیا اور پھر پھینک دیا۔ جب وہ رونے لگا اور تجھے اپنی رسوائی کا ڈر ہوا تو ادھر سے کتوں نے تجھ پر حملہ کر دیا، تو ڈر گئی اور بھاگ گئی۔ ایک کتا تیرے بچے کے پاس آیا، اسے سونگھا، اس کتے نے گوشت کی بو کی وجہ سے چیرنا چاہا تو تم نے اسے پتھر مارا جو بچے کو جا لگا۔ اس نے چیخ ماری اور تو ڈر گئی کہ صبح ہونے والی ہے اور کوئی دیکھ نہ لے، لہٰذا تو واپس آ گئی لیکن تیرے دل میں دکھ اور ارمان تھا۔ تو نے دعا کی اور کہا: اے امانتوں کے محافظ! اس بچے کی حفاظت فرما۔ تو عورت نے کہا: ہاں یہ سارا واقعہ سچ ہے اور میں آپ کے ایک ایک حرف پر حیران ہو رہی ہوں۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے وہ مرد کہاں ہے؟ وہ آیا اور مولا علیؑ نے اس سے فرمایا: اپنی پیشانی سے کپڑا ہٹاؤ۔ اس نے ہٹایا تو آپؑ نے عورت سے فرمایا: یہ زخم اپنے بچے کے سر اور پیشانی میں دیکھ لے یہ تیرا وہی بچہ ہے اور خدا نے اس مرد کو روک دیا ہے، تجھ سے جماع کرنے سے، جب وہ یہ نشانی دیکھتا ہے تو مانع جماع ہوتی ہے۔ پس اللہ نے تیری حفاظت کی جس طرح تو نے سوال کیا تھا۔ پس اللہ کا شکر ادا کرو کہ تجھے اُس نے محفوظ رکھا۔

علیؑ حضرت محمدؐ کا دفاع کرتے ہیں

الواقدی، اسحاق طبری نے روایت کی ہے کہ عمر بن وائل ثقفی کو حنظلہ بن ابی سفیان نے حکم دیا کہ وہ علیؑ کے خلاف اسّی مثقال سونے کا دعویٰ کرے کہ محمدؐ کے پاس یہ سونا ہماری امانت تھی اور وہ مکہ سے چلے گئے ہیں اور آپؑ ان کے وکیل ہیں۔ اگر گواہ

مانگیں تو تمام قریش اس کی گواہی دیں گے اور اس کے بدلے تمھیں بطور انعام دس مثقال سونا دیں گے جو ہند کے گلوبند کا سونا ہے۔

وہ شخص آیا اور اُس نے حضرت علیؑ سے دعویٰ کیا۔ حضرتؑ نے تمام امانتیں دیکھیں اور ہر امانت پر اس کے مالک کا نام لکھا ہوا دیکھا لیکن عمر کی مطلوبہ امانت نہ تھی۔ عمر نے چیخ پکار کی اور کہا: میرے پاس ابوجہل، عکرمہ، عقبہ بن ابی معیط، ابوسفیان اور حنظلہ گواہ ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ ایک مکروفریب ہے جو مکروفریب کرنے والے کی طرف جائے گا پھر گواہوں کو حکم دیا کہ کعبہ میں بیٹھیں۔ پھر عمر سے فرمایا: اے ثقفی بھائی! اب بتاؤ کہ جب تم نے اپنی امانت رسولؐ خدا کو دی تھی تو وہ وقت کون سا تھا؟ عمر نے کہا: چاشت کا وقت تھا۔ حضرتؑ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے غلام کے سپرد کر دیا۔ پھر ابوجہل کو بلایا اور امانت کے بارے میں پوچھا اس نے کہا: مجھے یاد ہی نہیں۔ پھر ابوسفیان کو بلایا اور اس سے پوچھا اس نے کہا: امانت غروبِ شمس کے وقت دی گئی تھی، محمدؐ نے اس کے ہاتھ سے لی اور اپنی جیب میں ڈال دی۔ پھر حنظلہ کو بلایا اور پوچھا کہ کب امانت دی تھی اس نے کہا: زوالِ شمس کے وقت دی تھی اور انصرافِ شمس تک (محمدؐ نے) اس امانت کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔ پھر عقبہ کو بلا کر پوچھا اس نے کہا: امانت رسولؐ کے ہاتھ میں دی گئی اور انھوں نے اپنے گھر میں رکھ دی اور وہ وقتِ عصر تھا۔ پھر عکرمہ کو بلا کر پوچھا اس نے کہا: طلوعِ شمس کے وقت امانت لی اور اسی وقت فاطمہ زہراءؑ کے گھر بھیج دی۔

پھر حضرت علیؑ عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تیرا رنگ زرد پڑ گیا ہے اور تغیرات آ گئے ہیں۔ اس نے کہا: میں حق کہتا ہوں اور دھوکا کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ بیت اللہ کی قسم! میری کوئی امانت جناب محمد مصطفیؐ کے پاس

نہ تھی، ان دونوں نے مجھے یہ دعویٰ کرنے پر برانگیختہ کیا اور یہ ان کے دینار ہیں جن پر ھند نے اپنا نام کندہ کرایا ہوا ہے۔

پھر علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تلوار لا دو، جو کمرے کے کونے میں لٹکی ہوئی ہے۔تلوار آئی تو فرمایا: کیا تم اس تلوار کی معرفت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: حنظلہ کے لیے ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا: یہ تلوار چوری کا مال ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو بتاؤ تمھارے غلام نے کیا فعل انجام دیا؟ اس نے کہا: وہ ایک ضروری کام کے لیے طائف گیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: غلام کو بلاؤ۔ ابوسفیان خاموش ہوگیا۔ پھر وہ سردار قریشیوں کے دس غلاموں کے ساتھ اُٹھا اور ان کو بھی طائف کی طرف بھیجا جہاں غلام کو بھیجا تھا تو وہاں دیکھا کہ اس کا غلام قتل ہو چکا ہے اور لاش پڑی ہے۔ چناں چہ ان کو حکم دیا کہ وہاں سے لاش اُٹھائیں اور کعبہ کی طرف لے آئیں۔ لوگوں نے غلام کے قتل ہونے کی وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: ابوسفیان اور اس کے بیٹے نے اس غلام کو آزاد کرنے کی رشوت دی اور اسے مجھے قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ پس وہ ایک مقام پر میرے راستے پر کمین لگا کر بیٹھ گیا اور مجھ پر حملہ کیا کہ مجھے قتل کر دے لیکن میں نے اس کے سر پر تلوار ماری اور اس کی تلوار چھین لی۔ جب ان کا ایک حیلہ اور سازش ناکام ہوگئی تو پھر عمیر کو سکھا کر دوسری سازش کی۔ پس عمیر نے پڑھا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر سے کسی مرد کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے صبح کسی عورت سے شادی کی اور اسی دن کی شام کو اس عورت سے بچہ پیدا ہوگیا تو یہ بچہ ماں کی وراثت لے گا یا باپ کی؟ علی علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص کی ایک کنیز تھی جو اس سے حاملہ تھی اور جب اس کنیز کو دردِ ولادت شروع ہوا تو شوہر مر گیا یعنی ایک شخص کی کنیز تھی، اس سے حاملہ تھی۔ اس نے اس کو آزاد کیا اور صبح کو اس سے عقد کیا اور شام کو

بچے کی ولادت ہوگئی کیوں کہ پہلے یہ اس شخص سے حاملہ تھی۔

علیؑ اور منہدم مسجد

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر کے دور میں ایک قوم نے عدن کے ساحل پر مسجد بنانے کا ارادہ کیا اور جوں ہی اس کی تعمیر مکمل ہوئی وہ گر گئی۔ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور وجہ پوچھی تو کہا کہ اگر تم میں سے کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم ہے تو کہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس مسجد کی دائیں طرف گڑھا کھودیں اور بائیں طرف گڑھا کھودیں تو دو قبریں نظر آئیں گی جن کے اُوپر لکھا ہوا ہوگا: میں رضوی ہوں اور میرے ساتھ میری بہن حبا ہے۔ ہم مر گئے لیکن شرک نہیں کیا۔ وہ دونوں عریاں پڑے ہیں۔ ان کو غسل دو، کفن دو، نماز پڑھو اور پھر مسجد بناؤ تو اس کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ پس ان لوگوں نے جب ایسا کیا تو مسجد مستحکم ہوگئی۔

دو نصرانیوں نے پوچھا کہ حُبّ و بُغض میں کیا فرق ہے حالاں کہ دونوں کی معدن ایک ہے۔ اور اسی طرح حفظ اور نسیان میں کیا فرق ہے جب کہ ان کی معدن بھی ایک ہے؟ اور اسی طرح سچے خوابوں اور جھوٹے خوابوں میں کیا فرق ہے؟ جب کہ معدن ایک ہے؟ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا۔ جب حضرت عمر سے پوچھا گیا تو اُس نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر دیا۔ جب نصرانیوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ حُبّ و بُغض میں کیا فرق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے جسموں سے دو ہزار سال پہلے اَرواح پیدا کیے تو ان اَرواح کو ہوا نے روکے رکھا جن اَرواح کا آپس میں تعارف ہوگیا تو ان کا آپس میں تعلّق اور خلوص پیدا ہوگیا اور جو روحیں وہاں ایک دوسرے کو ناپسند کرتی تھیں، یہاں بھی ان کی دشمنی اور جھگڑے ہیں۔ پھر حضرتؑ سے حفظ اور نسیان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو پیدا کیا تو اس کے دل کو ڈھانپ دیا۔ جب دل سے کوئی بات گزرے اور پردہ ہٹا ہوا ہو تو وہ

یاد کر لیتا ہے اور شمار کرتا ہے۔ اور جب دل پر کوئی بات آئے اور پردہ ہٹا ہوا نہ ہو تو وہ نہ حفظ رکھتا ہے اور نہ شمار کر سکتا ہے؟ پھر حضرتؑ سے سچے اور جھوٹے خوابوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے روح پیدا کی تو اس کا ایک سلطان مقرر کیا اور سلطان نفس ہے۔ جب بندہ نیند کرتا ہے تو روح نکل جاتی ہے لیکن اس کا سلطان نفس باقی رہتا ہے۔ پس اس سے ملائکہ اور جنّ گزرتے ہیں۔ اگر خواب میں ملائکہ گزرتے ہیں تو خواب سچ کرتے ہیں اور اگر خواب میں ملائکہ نہ گزریں بلکہ جنات گزریں تو خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔

پس وہ دونوں حضرتؑ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے اور جنگِ صفّین میں شہید ہوئے۔

غلام کا قرعہ

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، ابن بطہ نے ابانہ میں، احمد حنبل نے فضائلِ صحابہ میں اور ابوبکر بن مردویہ نے اپنی کتاب میں متعدد طرق سے، زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ سے عرض کیا گیا کہ علیؑ کے پاس تین لوگ آئے اور وہ تینوں ایک بچے کے بارے میں دعویٰ کر رہے تھے، ان میں سے ہر ایک کا خیال ہے کہ ایک ہی کنیز سے جماع کیا اور جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: ان شرکا میں قرعہ ڈالا تو ایک کے نام نکلا چناں چہ غلام کو اس کے ساتھ ملحق کر دیا اور اس پر دیت کے تیسرے حصے کو ادا کرنے پر زبردستی کی اور باقی دو کو توبیخ کی تو نبی پاکؐ نے فرمایا: حمد اس ذات کے لیے جس نے ہم اہلِ بیتؑ میں اُسے قرار دیا، جو حضرت داؤدؑ کے طریقہ پر فیصلے کرے گا۔

ابن جُریج، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں: نبی پاکؐ نے ایک دیہاتی سے چار سو درہم کا ناقہ خریدا، جب دیہاتی نے قیمت وصول کر لی تو چیخا کہ درہم بھی میرے اور ناقہ بھی میرا ہے۔ ابوبکر آیا تو آپؐ نے فرمایا: میرے اور اس دیہاتی کے درمیان

فیصلہ کرو۔ ابوبکر نے کہا: قضیہ تو واضح ہے، گواہ لانے پڑیں گے۔ عمر آیا تو اس نے بھی ابوبکر کی طرح کہا۔ پھر علیؑ آئے تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: اے اعرابی! یہ جوان علیؑ فیصلہ کے لیے قبول ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پس اعرابی نے کہا: ناقہ بھی میرا ہے اور درہم بھی میرے ہیں، اگر محمدؐ کسی شے کے مدعی ہیں تو گواہ پیش کریں تو حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ناقہ کو چھوڑ دے اور رسول اللہؐ کو بھی چھوڑ دے۔ تین مرتبہ کہا: لیکن اس نے انکار کیا۔ تو حضرت علیؑ نے اسے ایک ضرب لگائی۔ اہلِ حجاز جمع ہو گئے اور کہا کہ اس کو سر پر مارا ہے اور بعض اہلِ عراق نے کہا: اس کا ایک عضو کاٹ دیا ہے اور کسی نے کہا: یارسول اللہؐ! ہم وحی پر آپ کی تصدیق کرتے لیکن درہموں پر ہم تصدیق نہیں کرتے۔

نبی پاکؐ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ حکمِ خدا ہے نہ کہ وہ فیصلہ جو تم دونوں نے ہمارے درمیان کیا ہے۔

جاحظ اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ حضرت ابوبکر سے اس آیت فَاکِهَةً وَّاَبًّا (سورۃ عبس، آیہ ۳۱) کے بارے میں پوچھا گیا اس نے کہا: آیت آسمانی ہے، یا زمینی ہے؟ جواب دیا: کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ کتابِ خدا کے بارے میں کیا کہوں جسے جانتا ہی نہیں۔ فَاکِهَة تو معروف ہے اور اَبّ خدا جانتا ہے۔

روایت اہلِ بیتؑ میں ہے کہ یہ بات حضرت امیرالمومنینؑ تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: اَبّ چراگاہ اور ارشادِ قدرت فَاکِهَةً وَّاَبًّا یعنی اللہ کی طرف سے مخلوق کے لیے غذا کا حاضر ہونا ہے جو خدا نے ان کے لیے اور ان کے چوپاؤں کے لیے تیار کی ہے تاکہ وہ زندہ رہ سکیں۔

بادشاہِ روم کو جواب

ملکِ روم کے قاصد نے ابوبکر سے کسی شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نہ

جنت کی اُمید رکھتا ہے اور نہ جہنّم سے ڈرتا ہے، نہ رکوع کرتا ہے، نہ سجدہ کرتا ہے، مُردار کھاتا ہے اور خون پیتا ہے اور اَن دیکھے گواہی دیتا ہے اور فتنہ سے محبت کرتا ہے اور حق سے بُغض رکھتا ہے۔ عمر نے کہا: تو نے اپنے کفر کے ساتھ کفر کا اضافہ کیا۔ اس کی اطلاع حضرت امیرؑ کو ہوئی اور فرمایا: یہ شخص تو اولیائے خدا سے ہے جو جنت کی لالچ اور جہنّم کا خوف نہیں رکھتا لیکن اللہ کا خوف رکھتا ہے اور اللہ کے ظلم سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کے عدل سے ڈرتا ہے اور نمازِ جنازہ میں نہ رکوع کرتا ہے نہ سجود کرتا ہے۔ وہ مکڑی اور مچھلی کھاتا ہے اور جگر کھاتا ہے۔ مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے۔ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (سورہَ منافقون، آیہ ۱۵) اَن دیکھے جنت اور جہنّم کی گواہی دیتا ہے اور موت کو ناپسند کرتا ہے حالاں کہ وہ حق ہے۔

ایک گفتگو میں سوال ہوا تو آپؑ نے فرمایا: میرے لیے وہ ہے جو اللہ کے لیے نہیں تو میرے لیے بیوی بچے ہیں جب کہ خالق کے لیے بیوی بچے نہیں ہیں۔ ایک چیز میرے پاس ہے جو خدا کے پاس نہیں۔ میرے پاس ظلم و جود ہے جو خدا کے پاس نہیں۔ میرے پاس وہ ہے جو مخلوق میں نہیں تو وہ قرآن ہے اور یہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اور میں وہ چیزیں جانتا ہوں جو خدا نہیں جانتا اور وہ ہے نصرانیوں کا یہ قول کہ عیسٰیؑ اللہ کا بیٹا ہے۔

میں قولِ نصاریٰ اور یہود پر عقیدہ رکھتا ہوں کہ خدا نے فرمایا: لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ (سورہَ بقرہ، آیہ ۱۱۳) اس نے تکذیب کی انبیاؑ اور مرسلینؑ کی تو یوسفؑ کے بھائی نے جھوٹ بولا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ انا احمد النبی، میں اس کی حمد و شکر کرتا ہوں اور میں علیؑ ہوں اپنی قوم میں اور میں تمھارا بلند ترین رب ہوں۔

حضرت علیؑ رأس الجالوت کے سوالات کا جواب دیتے ہیں

جناب رأس الجالوت نے ابوبکر سے سوال کرنے کے بعد علیؑ سے سوال کیا:

(۱) اصل اشیا یعنی اشیا کی حقیقت اولیٰ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ پانی ہے

کیوں کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (سورۂ انبیاء، آیہ ۳۰)

۲ وہ دو کون سی جمادات ہیں جو کلام کرتے ہیں۔

جواب میں فرمایا: وہ زمین و آسمان ہیں۔

۳ وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو زیادہ ہوتی ہیں اور کم ہوتی ہیں اور مخلوق ان کو نہیں دیکھ سکتی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دن اور رات ہیں۔

۴ وہ کون سا پانی ہے جو نہ زمین سے ہے اور نہ آسمان سے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ گھوڑے کا پسینہ ہے جو بلقیس نے سلیمانؑ کی طرف بھیجا تھا۔ جب یہ گھوڑا میدان میں دوڑتا ہے تو اس کا پسینہ نکلتا ہے۔

۵ وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن روح نہیں رکھتی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ صبح ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: والصبح اذا تنفس۔ (سورۂ تکویر، آیہ ۱۸)

۶ وہ کون سی قبر ہے جو صاحب قبر کو لے کر سیر کراتی رہی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ حضرت یونسؑ کی قبر یعنی وہ مچھلی ہے جو ان کو سیر کراتی رہی۔

حضرتؑ کے زمانہ خلافتِ عمر کے فیصلوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک غلام نے عمر کے سامنے اپنے باپ کے مال کا مطالبہ کیا۔ اس نے بتایا کہ میرا والد کوفہ میں فوت ہو گیا اور میں اس وقت بچہ تھا۔ عمر نے اسے جھڑک کر نکال دیا۔ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ آپؑ نے فرمایا: جامع مسجد میں آئیں تا کہ اس راز سے پردہ اٹھاؤں۔ اُسے مسجد میں لایا گیا اور حضرتؑ نے اس سے حال پوچھا تو اس نے حضرتؑ کو بتایا۔ علیؑ نے فرمایا: میں تم میں ایسا فیصلہ کرتا ہوں جس کا اللہ نے سات آسمانوں سے حکم دیا ہے اور اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا مگر وہ جسے اپنے علم کے لیے چن لے۔ پھر حضرتؑ نے اپنے بعض

اصحاب سے کہا کہ بیلچے لے آؤ اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ آؤ۔ اس غلام کے باپ کی قبر پر جاتے ہیں۔ قبر پر آئے اور حکم دیا: اس قبر کو کھودو اور اس کی ایک پسلی ملے تو میرے پاس لے آؤ۔ ایک ہڈی نکالی گئی تو حضرتؑ نے غلام کو دی کہ وہ اسے سونگھے۔ جب اس نے سونگھا تو اس کے ناک سے خون جاری ہوگیا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر یہ اس کا والد ہے۔ عمر نے کہا: کیا صرف ناک سے خون آجانے کی وجہ سے اسے مال دیا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: تجھ سے اور تمام لوگوں سے زیادہ وہ اپنے باپ کے مال کا حق دار ہے۔ پھر حضرتؑ نے حاضرین کو اس پسلی کی ہڈی کو سونگھنے کو کہا تو سب نے سونگھا اور کسی کی ناک سے خون جاری نہ ہوا، لہٰذا حکم دیا کہ اے غلام پھر دوبارہ اس ہڈی کو سونگھو۔ جب اُس نے سونگھا تو ناک سے دوبارہ خون جاری ہوگیا۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: یہ اس کا باپ ہے اور مال اس کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔

علیؑ نے عجیب سوال کا جواب دیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: عقبہ بن ابی عقبہ مر گیا تو اس کے جنازہ پر علیؑ تشریف لائے اور کچھ اصحابِ رسولؐ بھی تھے جن میں حضرت عمر سرفہرست تھا۔ حضرت علیؑ نے ایک شخص سے کہا کہ جب عقبہ فوت ہوا تو تمھاری بیوی تم پر حرام ہوگئی ہے لہٰذا خبردار اس کے قریب نہ جانا۔ حضرت عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کا ہر فیصلہ عجیب ہوتا ہے اور یہ تو سب سے عجیب تر ہے کہ ایک انسان مر جائے اور کسی دوسرے پر اس کی اپنی بیوی حرام ہوجائے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں کیوں کہ یہ شخص عقبہ کا غلام ہے اور اس نے ایک آزاد عورت سے ازدواج کیا تھا اور آج عقبہ کے مرنے پر اس کی وراثت سے اس عورت کو کچھ ملے گا تو اس آزاد عورت کے شوہر کا بقیہ حصّہ اس کا قیدی ہے اور عورت کی عزت اپنے غلام پر حرام ہے مگر غلام کو آزاد کر دے اور

اس سے شادی کرے۔ حضرت عمر نے کہا: ہم ہمیشہ اختلاف کی صورت میں آپؑ سے یہی عجیب جوابات سنتے ہیں۔

روض الجنان میں ابی الفتوح رازی سے مروی ہے کہ اس کے پاس چالیس عورتیں آئیں اور آدمی کی شہوت کے بارے میں اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: شہوت مرد میں ایک ہوتی ہے اور عورت میں نو شہوتیں ہوتی ہیں۔ عورتوں نے کہا: مردوں میں کیا فضیلت ہے کہ ان کے لیے دائمی نکاح اور متعہ کا نکاح جائز ہے، حالاں کہ ان کی شہوت عورتوں کے مقابل ۹/۱ حصّہ ہیں اور عورتوں کو صرف ایک شوہر کی اجازت ہے حالاں کہ ان کی شہوت نو گنا ہے۔

یہ مسئلہ حضرت امیرالمومنینؑ سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: تم عورتیں ہر عورت کے پانی کی ایک شیشی بھر کر لاؤ اور ان تمام پانی کی شیشیوں کو ایک تھال میں ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر حضرتؑ نے حکم دیا کہ اس مخلوط پانی سے اپنا اپنا پانی جدا کرو۔ انھوں نے کہا: اب ہم اپنے اپنے پانی کی تمیز نہیں کر سکتیں۔ حضرتؑ نے اشارہ فرمایا کہ اگر عورت کو کئی شوہر بنانے کی اجازت ہوتی تو اولاد میں فرق نہ ہو سکتا کہ کس کی ہے۔ اور نسب اور میراث باطل ہو جاتے۔ یحیٰی بن عقیل کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: خدا مجھے اس وقت کے لیے زندہ نہ رکھے جب علیؑ نہ ہوں۔

نکاح کرنے کا حکم

ایک عورت حضرت علیؑ کے پاس آئی اور دو شعر پڑھے: جن کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا آپ پر رحمت نازل کرے اس لڑکی کے بارے کیا فرمائیں گے جو شوہر رکھنے کے باوجود شوہر مانگتی ہے۔ کیا اگر اسے اس کا باپ اجازت دے تو حلال ہے؟

سننے والوں نے انکار کیا لیکن حضرتؑ نے فرمایا: اپنے شوہر کو بلاؤ۔ وہ لے آئی تو حضرتؑ نے اس کے شوہر کو حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔ اس نے طلاق دی اور کوئی

عذر پیش نہ کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ شخص عنین ہے اور اس شخص نے اس کا اقرار کیا تو اس عورت کا عدت کے بغیر کسی دوسرے شخص سے نکاح کر دیا۔

حضرت علیؑ کا ایک عورت کو موت کے منہ سے نکالنا

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علیؑ نے ایک شوہر دار عورت کے بارے میں ''جس نے چھوٹے لڑکے سے فجور کرایا''، فیصلہ کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اس کو رجم کریں گے۔ حضرتؑ نے کہا: اس پر رجم واجب نہیں بلکہ حدِ واجب ہے کیوں کہ فجور کرنے والا بالغ نہیں۔ جناب عمر نے منیٰ کے ایک شادی شدہ شخص کے بارے میں کہا کہ اس نے مدینہ میں زنا کیا ہے لہٰذا اس کو رجم کرنا واجب ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اس پر رجم واجب نہیں، کیوں کہ یہ اپنی بیوی سے دُور تھا اور اس کی بیوی دوسرے شہر میں تھی، پس اس پر حد واجب تھی۔ عمر نے کہا: اللہ مجھے اس وقت تک زندگی نہ دے جب علیؑ نہ ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنابِ فاطمہؑ کی ایک کنیز تھی جس کا نام فِضّہؓ تھا۔ پھر حضرت فاطمہؑ کے بعد اس نے علیؑ کی کنیزی اختیار کر لی۔ حضرت علیؑ نے فِضّہؓ کی ابی ثعلبہ حبشی سے شادی کر دی تو اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ پھر ابو ثعلبہ فوت ہوگیا۔ پھر فِضّہ کی شادی ابوملیک الغطفانی سے کر دی، پھر فِضّہؓ کا وہ بیٹا ''جو ابو ثعلبہ سے تھا'' وہ فوت ہوگیا۔ اس نے اپنے شوہر ابوملیک کو جماع کرنے سے منع کیا۔ اس شوہر نے حضرت عمر کو شکایت کی۔ حضرت عمر نے فِضّہؓ سے کہا: تمھارے شوہر نے تمھاری شکایت کی ہے۔ فِضّہؓ نے کہا: تم فیصلہ کرو اور تم تمام حقیقت سے آگاہ ہو۔ حضرت عمر نے کہا: میں تجھے اجازت نہیں دیتا۔

فِضّہؓ نے کہا: اے عمر! یہ بیٹا پہلے شوہر سے تھا جو فوت ہوگیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ حیض کے ذریعے اپنے نفس کا استبراء کروں، کیوں کہ جب مجھے حیض آتا ہے تو مجھے

یاد آ جاتا ہے کہ میرا بچہ فوت ہو گیا ہے جس کا کوئی بھائی نہ تھا۔ اور اگر میں حاملہ ہو جاؤں تو بطن میں ہونے والا بچہ اس کا بھائی ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا: اہلِ بیتؑ کا ایک بچہ بھی بنی عدی قبیلہ سے زیادہ فقیہہ ہے۔

قال المجلسي: بيان: احتمال ہے کہ فِضّہؓ کا جماع نہ کرنے دینا کسی اور وجہ سے ہو اور حضرت عمر نے اس پر سختی کی کہ شوہر کو جماع کرنے دے۔ یہ اس نے تعصب کی وجہ سے کیا ہے اور اگر میت کا بھائی ہونا کسی ماں کے لیے نقصان دہ نہیں کیوں کہ وہ اخوت کے وارث ہوتے ہیں خواہ وہ ماں جائے مادری بھائی ہوں۔

ابن حزم اہل سنت عالم نے کتاب المحلّی اور نفی الحول میں جواب دیا ہے کہ الزام کرنے سے تناقض لازم آتا ہے۔ جب میت ایک شوہر، ماں اور دو مادری بہنیں چھوڑ جاتے کہ شوہر کے لیے آدھا حصّہ قرآن کے ذریعے دیا جائے گا اور ماں کو تیسرا حصّہ قرآن کی وجہ سے ملے گا۔ اب صرف چھٹا حصّہ باقی ہوگا اور مادری بھائیوں کے لیے کچھ بھی نہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا دوسرا بچہ ہو اور اس نے احتیاط کی ہو تا کہ دو بھائیوں کے وجود کا توہم نہ ہو اور ماں کو چھٹے حصّے سے تیسرے حصّے پر حاجب نہ بن جائیں اور یہ بھی اس لیے ہے کہ حجت میں باپ کے وجود کا ہونا شرط نہیں ہے اور نہ ان کا جدا ہونا اور نہ ان کا باپ کے لیے ہونا شرط ہے اور یہ سب کچھ مشہور کے موافق ہے۔ یہ جاری ہے اور ابن عباسؓ کی روایت میں اس کا تذکرہ ہوگا۔

حضرت علیؑ نے پانچ لوگوں کو عمر کے پنجے سے چھڑایا

جناب اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے پانچ اشخاص کو زنا کے جرم میں رجم کا حکم دیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے اس کے فیصلے کو غلط قرار دیا، بلکہ ایک کو ان پانچوں سے نکالا، اس کی گردن اُڑا دی اور دوسرے کو رجم کیا گیا، تیسرے کو زنا کے

سو کوڑے مارے گئے، چوتھے کو نصف حد زنا یعنی پچاس کوڑے مارے گئے اور پانچویں کو صرف تعزیر دی گئی۔

حضرت عمر نے کہا: یہ کیسے کیا؟ حضرتؑ نے فرمایا: پہلا شخص ذمی تھا اور اس نے مسلمان عورت سے زنا کیا لہٰذا وہ ذمیت سے خارج ہوگیا، اور دوسرا شخص شادی شدہ تھا جس کی سزا رجم تھی۔ تیسرا شخص غیر شادی شدہ تھا اُسے سو کوڑے مارے گئے اور چوتھا زانی عبد تھا اور غلام کی سزا آدھی ہوتی ہے لہٰذا پچاس کوڑے مارے گئے اور پانچواں شخص مجنون ہے اسے ہم نے تعزیر کی۔ حضرت عمر نے کہا: میرے اللہ! مجھے اس اُمت میں زندہ نہ رکھنا جب علیؑ نہ ہوں۔

جناب عبدالرحمٰن بن عائذ الازدی سے روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمر کے پاس لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی تو اسے پکڑ کر لائے تو پھر دوسرا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ چوری کی تو اس نے پاؤں کاٹنے کا ارادہ کیا کہ حضرت علیؑ تشریف لائے اور فرمایا: اب نہ کاٹو۔ تم نے اس کا ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا ہے اب اسے زندان میں چھوڑ دو۔

غزالی نے احیا العلوم میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے رسالت مآبؐ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ حجرِ اسود نفع اور نقصان دے سکتا ہے۔ اس نے کہا: وہ کیسے؟ آپؑ نے کہا: جب خدا نے ذُریت سے میثاق لیا تو اس پر ایک کتاب لکھی۔ پھر وہ میثاق اس حجر اسود کو دے دیا، لہٰذا اب یہ مومن کی وفا کی گواہی دیتا ہے اور کافر کے لیے انکار کی گواہی دیتا ہے۔ اس لیے حجرِ اسود کو سلام کرتے وقت یہ دعا پڑھی کہ اللھم ایمانا بك وتصديقا بكتابك، وفا بعهدك، یہ ابوسعید خدری نے روایت کی ہے۔

شعبہ نے روایت کی قتادہ سے اور اس نے انس سے روایت کی کہ اسے حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ نہ کہا کرو کیوں کہ رسولؐ نے جو فعل سرانجام دیا یا جو سنت بنائی وہ حکمِ خدا سے بنائی اور حکمت پر نازل ہوئی۔

فضائل عشرہ میں ہے کہ حضرت عمر ابن اسود کے پاس آئے، کیوں کہ ابن اسود کے باپ نے اسے اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ اس پر تعزیرات لگائے۔ حضرت علیؑ نے اس شخص سے کہا: کیا تو نے اس کی ماں سے حیض کے دوران میں جماع کیا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اس وجہ سے کالا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: لولا علی لھلك حضرت عمر۔

روایت کلبی میں ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: دونوں جاؤ یہ تمھارا ہی بیٹا ہے، نطفہ پر خون کا رنگ چڑھ گیا ہے۔

علیؑ حاکم اور حضرت عمر بے خبر

شرح اخبار میں قاضی نعمان نے حضرت عمر بن حماد القتاد سے اور انھوں نے انس سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عمر کے ساتھ منیٰ میں موجود تھا کہ ایک دیہاتی آیا جس کے ساتھ اُونٹ تھے۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا: اس سے پوچھو کہ یہ اُونٹ بیچے گا؟ میں نے اس سے پوچھا، اس نے کہا: ہاں۔ پھر حضرت عمر آئے اور اس سے چوبیس اُونٹ خرید لیے۔ پھر کہا: اے انس! حق یہی اُونٹ ہیں؟ اعرابی نے کہا: مجھے ان کے پالان اور کجاوے اُتار دو۔ حضرت عمر نے کہا: میں نے اُونٹوں کی خرید پالانوں اور کجاووں کے ساتھ کی ہے۔ اس معاملے میں دونوں نے علیؑ کو حَکم بنایا۔ آپؑ نے فرمایا: اے حضرت عمر! کیا تم نے اُونٹ خریدتے وقت اس سے پالانوں اور کجاووں کی بات کی تھی؟ حضرت عمر نے کہا: نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: ان کے پالان اور کجاوے اس اعرابی کو اُتار دو، تمھارے صرف اُونٹ ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: اے انس اُتار دو، پالانوں اور

کجاووں کو دیہاتی کے سپرد کردو اور اُونٹوں کو اپنے اُونٹوں کے ساتھ ملحق کردو۔

طلحہ بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے پاس کچھ مال آیا جو انھوں نے مسلمانوں میں تقسیم کیا اور جو مال بچ گیا اس کے بارے میں حاضر صحابہ سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا: یہ اپنے لیے رکھ لو کیوں کہ اگر اس کو تقسیم کرو گے تو کسی کو قابلِ اعتنا حصّہ نہ ملے گا۔

لیکن حضرت علیؑ نے فرمایا: جس قدر بھی حصّہ آتا ہے اسے تقسیم کر دو، اس کی ذمہ داری مت لو، اس میں تھوڑا اور زیادہ برابر ہیں۔ پھر حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تیرا ہاتھ کافی ہے۔

شرک کی طلاق

قاضی نعمان شرح اخبار میں ابوعثمان النھدی سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے شرک کے زمانہ میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی تھی اور اسلام میں تو دو طلاقیں ہیں تو میرے لیے کیا حکم ہے۔ حضرت عمر خاموش رہے، نہ بول سکے۔ اُس شخص نے بلایا کہ بتاؤ کیا حکمِ شرعی ہے؟ حضرت عمر نے کہا: ذرا صبر کرو ابھی علیؑ آجاتے ہیں تو وہ بتائیں گے۔ حضرت علیؑ تشریف لائے اور اس نے اپنا واقعہ سنایا۔ آپؑ نے فرمایا: اسلام کسی شخص کے سابقہ گناہوں اور غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ وہ عورت تمھاری بیوی ہے اور صرف ایک طلاق ہوئی ہے۔

جنابِ حضرت عمر کے پاس ایک فیصلہ آیا کہ غلام نے اپنے مولا کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت عمر نے اس غلام کو قتل کر دینے کا حکم جاری کر دیا۔ حضرت علیؑ نے غلام کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نے اپنے مولا کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پوچھا: کیوں قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: میرے اُوپر اس نے قبضہ کیا اور میری عزت زبردستی لوٹی (لواطت کی)۔

حضرتؑ نے مقتول کے ورثاء سے فرمایا: کیا تم نے اپنے مقتول کو دفن کر دیا ہے؟

انھوں نے کہا: ہاں۔ پوچھا: کب دفن کیا؟ انھوں نے کہا: ابھی دفن کیا ہے۔ آپؑ نے حضرت عمر سے فرمایا: اس غلام کو قید کرلو اور مزید کچھ نہ کرنا، تاکہ تین دن گزر جائیں۔ پھر اولیائے مقتول سے کہو کہ جب تین دن گزر جائیں تو تم سب یہاں حاضر ہونا۔ تین دنوں کے بعد وہ حاضر ہوئے اور حضرت علیؑ نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکل آئے۔ آپؑ اس مقتول کی قبر پر رُک گئے اور حضرتؑ نے اولیائے مقتول سے فرمایا: یہی اس کی قبر ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اسے کھودو۔ کھودا گیا تو جب لحد نظر آئی، آپؑ نے فرمایا: اپنی میت کو نکالو، جب اولیا نے لحد میں اس کا کفن دیکھا تو کفن نہ پایا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر! خدا کی قسم! نہ انھوں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ میں نے رسولؐ پاک کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص میری اُمت سے قومِ لوطؑ والا عمل کرے اور پھر اس عمل کو کرتے کرتے بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کو وقتی طور پر لحد میں رکھا جاتا ہے کیوں کہ جب وہاں رکھا جاتا ہے تو وہاں تین گھنٹے بھی نہیں رہتا حتیٰ کہ زمین اسے قومِ لوط میں پہنچا دیتی ہے اور وہ انھی کے ساتھ محشور ہوگا۔

علیؑ سے پوچھنے کا حکم حضرت عمر نے دیا

شرح اخبار میں حضرت عمر بن حماد نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ حجاج کرام کی ایک جماعت شام سے آئی۔ اُنھوں نے شتر مرغ کے پانچ انڈے دیکھے۔ وہ احرام کی حالت میں تھے لیکن ان انڈوں کو چھیلا اور کھا لیا۔ پھر خیال آیا ہے کہ ہم نے غلطی کی ہے یہ تو شکار تھا اور ہم احرام میں تھے۔ وہ مدینہ آئے اور حضرت عمر کو اپنا قصہ سنایا۔ اس نے کہا: اصحابِ رسولؐ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو تاکہ وہ کوئی فیصلہ کریں۔ انھوں نے ایک جماعتِ صحابہ سے پوچھا۔ ان صحابہ کا مسئلہ میں اختلاف ہوگیا۔ حضرت عمر نے کہا: اگر تم اختلاف کرتے ہو تو یہاں وہ شخص بھی ہے جس کے

بارے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اختلاف ہو جائے تو (اُس کی طرف رجوع کرو) وہ فیصلہ کرے گا۔

انھوں نے ایک عورت عطیہ سے خچر عاریتاً مانگا اور اس پر سوار ہو کر سب لوگ علیؑ کے پاس آئے۔ اس وقت علیؑ فصل کاشت کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت علیؑ حضرت عمر کے پاس آئے اور فرمایا: خیر تو ہے؟! حضرت عمر نے کہا: حکم کے گھر آنا پڑتا ہے۔ پھر قوم نے قصہ سنایا تو آپؑ نے حضرت عمر سے کہا کہ ان کو حکم دو کہ پانچ نوجوان اُونٹوں کو پانچ اُونٹنیوں پر چڑھاؤ۔ پھر جو اس کا نتیجہ ہو تو وہ اُونٹ کے بچے اس جرم کے کفارے میں دیے جائیں تو کافی ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: یاعلیؑ! آخر ناقہ کبھی حمل گرا بھی سکتی ہے یا اصلاً حاملہ ہی نہ ہو۔ آپؑ نے فرمایا: کبھی انڈے بھی خراب ہو جاتے ہیں، حضرت عمر نے کہا: ہاں اس لیے تو ہمیں حکم ہے کہ آپؑ سے پوچھیں۔

چوپائے بھی بول اُٹھے

میدانی نے مجمع الامثال میں اور شارح نے اللباب میں اس مثال میں کہ حکمت گھر میں دی گئی اور یہ عربوں کا چوپاؤں کے بولنے کے بارے میں خیال تھا اور کہا: خرگوش نے کھجور چنی اور اس سے لومڑی نے چھین لی اور کھالی۔ دونوں کا جھگڑا ہو گیا اور فیصلہ کرانے گوہ کے پاس آئے۔ خرگوش نے کہا: اے ابا الحِیل یعنی گوہ کے بچے کے باپ! اس نے کہا: میں تیری بات سن رہا ہوں۔ خرگوش نے کہا: ہم تیرے پاس فیصلہ کرانے آئے ہیں۔ اس نے کہا: تم نے عادل کو حَکم بنایا ہے۔ خرگوش نے کہا: پھر بل سے باہر نکل کر آؤ۔ گوہ نے کہا: گھر ہی میں حکمت آتی ہے۔ خرگوش نے کہا: میں نے کھجور تلاش کی۔ گوہ نے کہا: وہ میٹھی ہوتی ہے اسے کھالے۔ خرگوش نے کہا کہ مجھ سے لومڑی نے چھین لی ہے۔ گوہ نے کہا: ہر شخص اپنے لیے بہتری چاہتا ہے۔ خرگوش نے کہا:

میں نے اسے تازیانہ مارا ہے۔ گوہ نے کہا: تو نے اپنا بہترین حق لے لیا ہے۔ خرگوش نے کہا: اس نے مجھے طمانچہ مارا تو گوہ نے کہا: اس نے جلدی انتقام لیا۔ خرگوش نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ کرو۔ گوہ نے کہا: اگر دو حدث واقع ہو جائیں ایک عورت انکار کرے تو چار ہوں۔ پس ان کے تمام اقوال مثال بن گئے۔

ہیثم لشکر میں آیا تو اس کے آنے کے چھے ماہ بعد اس کا بچہ پیدا ہو گیا۔ اس نے اپنا بچہ ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت عمر کے پاس فیصلہ کے لیے آیا۔ حضرت عمر نے عورت کے رجم کا حکم دیا اور رجم سے پہلے حضرت علیؑ کا گزر ہوا۔ آپؑ نے حضرت عمر سے کہا کہ ذرا توقف کرو، یہ عورت سچی ہے۔ کیوں کہ خدا نے فرمایا ہے: وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اور فرمایا: وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ (سورۂ بقرہ، آیہ ۲۳۳)

پس حمل اور رضاعت کی مدت تیس مہینے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: لولا علي لهلك حضرت عمر۔ پھر عورت کو چھوڑ دیا اور بچہ اسی باپ کے سپرد کر دیا۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ اقل حمل چالیس دن ہے اور جب انعقادِ نطفہ کا وقت ہوتا ہے اس سے بچہ پیدا ہونے کے لیے کم از کم چھے ماہ درکار ہوتے ہیں کہ بچہ زندہ پیدا ہو جائے اور یہ اس لیے کہ نطفہ رحم میں چالیس دن پڑا رہتا ہے۔ پھر چالیس دن میں علقہ بنتا ہے، پھر چالیس دن میں مضغہ بنتا ہے، پھر چالیس دن میں اس کی تصویر بنتی ہے۔ پھر بیس دنوں میں روح داخل ہوتی ہے اور یوں چھے ماہ بنتے ہیں۔ پھر بچے کے دودھ چھڑانے کے وقت پھر چوبیس ماہ میں ہے اور مدت حمل چھے ماہ ہو چکی ہے۔

اہم سیاسی مسئلہ

شریک اور دوسروں سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے پڑھے لکھے غلاموں کو بیچنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمر سے فرمایا: یہ مال جو تمھیں گیا ہے اس کی

مثل کبھی نہ ملے گی۔ اگر ان کو بیچ دو تو پھر وہ لوگ اسلام میں داخل نہ ہوں گے جن کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا: میں کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: ان کو مسلمانوں کی شوکت کے لیے چھوڑ دو۔ پس حضرت عمر نے ان کو چھوڑ دیا حالاں کہ وہ غلام تھے۔ پھر حضرت علیؑ نے انھیں فرمایا: جو شخص مسلمان ہو جائے تو بڑے نصیب کی بات ہے کہ وہ آزاد ہوگا۔

لولا علی لھلک حضرت عمر

جناب احمد بن عامر بن سلیمان طائی حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک انصاری کے قتل کا اقرار کرلیا تو حضرت عمر نے اس شخص کے قاتل کو مقتول کے ورثا کے سپرد کیا کہ اس کو قتل کر دیں۔ اس نے دو ضربیں ماریں تو اُس نے گمان کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس کے ورثا اسے اپنے گھر لے گئے کہ ابھی اس میں جان تھی۔ چھے ماہ کے اندر اس کے زخم بھی ٹھیک ہوگئے۔ پھر اس مقتول کے باپ نے اس شخص کو صحت مند دیکھا تو پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لے گیا۔ اس شخص نے امیرالمومنینؑ کو اپنی مدد کے لیے استغاثہ کیا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمر سے کہا: اس شخص کا تم نے کس طرح فیصلہ کیا تھا؟

حضرت عمر نے کہا: نفس کے بدلے نفس کا حکم دیا تھا۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا تم نے اس کو ایک مرتبہ قتل نہیں کیا؟ اس نے کہا: ہم نے اسے قتل کیا تھا اور پھر یہ دوبارہ زندہ ہوگیا۔ حضرت امیرؑ نے پوچھا: اسے دوسری مرتبہ قتل کرو گے؟ تو وہ مبہوت ہوگیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب اس کے بارے میں جو فیصلہ کرنا ہے وہ کرو، پھر حضرت وہاں سے نکلے اور مقتول کی والدہ سے مل کر فرمایا: کیا تم نے اسے ایک مرتبہ قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو کیا میرے بیٹے کا خون رائیگاں گیا۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں، لیکن حکم یہ ہے کہ جو تم نے پہلے اس سے کیا ہے اسے وہ انتقام لے لینے دو۔ تم نے اسے دو ضربیں

لگائیں تھیں تو تم اسے خود کو دو ضربیں لگانے کی اجازت دو تا کہ دونوں برابر ہو جائیں اور پھر اپنے بیٹے کے بدلے میں اس کو قتل کر دینا۔

مقتول کے والد نے کہا: خدا کی قسم! ہے تو یہ موت لیکن اسے قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ضروری ہے تو اپنا حق اخذ کرو۔ اب مقتول کے والد نے جواب دیا: میں نے اپنے بیٹے کا خون معاف کر دیا اور قصاص نہیں لیتا۔ یوں حضرتؑ نے فریقین کے درمیان برأت کا معاہدہ لکھوایا۔ حضرت عمر نے دعا کی کہ خدا کی حمد ہے کہ ہمارے درمیان اہلِ بیتؑ بھی موجود ہیں۔ لولا علی لھلك حضرت عمر۔

اسی طرح دو عورتیں جھگڑتی ہوئی حضرت عمر کی طرف آئیں، جن کے پاس ایک بچی اور ایک بچہ تھا۔ حضرت عمر نے کہا: غموں اور پریشانیوں کو دُور کرنے والے علیؑ کہاں ہیں؟ حضرت علیؑ آئے تو آپ کو واقعہ بتایا گیا۔ حضرتؑ نے دو شیشیاں منگوائیں اور ان کا وزن کیا۔ پھر دونوں عورتوں سے کہا کہ اپنا اپنا دودھ لے کر اپنی اپنی شیشی میں ڈال دو۔ شیشیاں آئیں تو ان کا وزن کیا گیا تو ایک دوسری سے بھاری تھی۔ چناں چہ آپؑ نے فرمایا:

لڑکا اس عورت کا ہے جس کے دودھ والا پلڑا بھاری ہے اور لڑکی اس عورت کی ہے جس کا دودھ کا پلڑا ہلکا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: آپؑ نے یہ فرق کہاں سے نکال لیا؟ فرمایا: اللہ نے مذکر کے لیے مؤنث کے دو حصوں کے برابر حق رکھا ہے اور آج تک استدلال میں حکماء، اطباء نے اسی کو بنیاد بنایا ہے۔

ہاں غسل واجب ہے

تہذیب الاحکام میں زرارہؓ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اصحابِ نبی کو جمع کیا اور پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہو گے جو اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی بیوی مخلوط ہوگئی اور اس کی منی میں انزال نہیں

ہوا؟ انصار نے کہا: پانی سے پانی ہوتا ہے یعنی اگر انزال ہوا تو غسل ہے واجب ورنہ واجب نہیں ہے۔

مہاجرین نے کہا: جب دونوں شرم گاہیں آپس میں داخل ہوں تو ان پر غسل واجب ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یا علیؑ! آپ کیا کہیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر رجم اور حد جاری کرنا چاہتے ہو لیکن اس پر پانی کے ایک صاع کو جاری نہیں کر سکتے، پس جب ایک شرم گاہ میں دوسری داخل ہو جائے تو غسل واجب ہے۔

احکام میں ابوالمحاسن الرویانی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں دو بچے پیدا ہوئے جو ایک دوسرے سے چپٹے ہوئے تھے جن میں ایک مُردہ تھا اور دوسرا زندہ۔ تو حضرت عمر نے کہا: ان کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: مُردہ کو دفن کیا جائے اور زندہ کو رضائی دودھ دیا جائے۔ یوں چند دنوں کے بعد زندہ بچہ مُردہ سے تمیز دار بن گیا۔

اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم شرمندہ ہو جاتے

حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ کعبہ سے سونا اُتار لے لیکن حضرت علیؑ نے فرمایا: قرآن نبی پر نازل ہوا اور اموال صرف چار ہیں:

(۱) اموال المسلمین انھیں ورثا کے درمیان تقسیم کر دو۔

(۲) فئی غنیمت ہے جو اس کے مستحقوں میں تقسیم کر دو۔

(۳) خمس اسے خدا نے وہاں رکھا جہاں رکھا ہے۔

(۴) صدقات جو جہاں رکھے ہیں خدا نے رکھے ہیں اور اس وقت بھی کعبہ کے زیور تھے لیکن رسالت مآبؐ نے ان کے بارے سوچا بھی نہیں۔

رسولؐ پاک نے ان اموال بیت اللہ کو بھول کر نہیں چھوڑا، نہ حضرتؐ کو وہاں کوئی خوف تھا۔ پس ان زیورات کو ویسے برقرار رکھو جس طرح اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے

برقرار رکھا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم شرمندہ اور ذلیل ہو جاتے۔

گڑھے کھودے گئے

الواحدی نے بسیط میں اور ابن مہدی نے نزہتہ الابصار میں ابن خبیر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر کو اسفید ہمیار کے مقابل شکست ہوئی اس نے کہا: وہ یہودی ہیں نہ نصرانی اور نہ ان پر کوئی کتاب اُتری ہے، وہ تو مجوسی ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ان کے لیے بھی کتاب تھی لیکن خدا نے اُٹھالی اور وہ یوں کہ اُن کے بادشاہ نے شراب پی اور نشہ میں اپنی بیٹی سے مقاربت کی۔ یا بروایت اپنی بہن سے ہم بستری کی۔ جب اسے نشے سے افاقہ ہوا تو اُس نے کہا کہ خدایا! اس زنا سے کیسے جان چھڑاؤں؟ کسی نے کہا: اپنی مملکت کے بزرگان کو بلاؤ اور ان کو بتاؤ کہ میں اس چیز کو حلال سمجھا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ حلال سمجھو۔ پس لوگوں کو جمع کیا اور ان کو خبردار کیا کہ اس کی اتباع کریں لیکن اُنھوں نے بادشاہ کی اتباع کرنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کے لیے زمین میں بڑے لمبے چوڑے گڑھے کھودے گئے اور ان میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگائی گئی اور لوگوں کو ان کے پاس لایا گیا اور جس نے اس کی اجابت کی اور اس کے حکم پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔

جناب جابر بن یزید، حضرت عمر بن اوس اور ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر نے ایک مرتبہ کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں ان مجوسیوں سے کیا سلوک کروں؟ عبداللہ بن عباس کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ آیا تو حضرت عمر نے کہا: کیا آپ نے مجوسیوں کے بارے میں علیؑ سے کوئی بات سنی ہے۔ اگر نہیں سنی تو پھر ان سے ان کے بارے میں سوال کرلو۔ ابن عباسؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور مجوسیوں کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اَفَمَنْ یَّهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ○ (سورہ یونس،

آیہ ۳۵) (کیا جو حق کی طرف ہدایت کرے وہ حق دار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو ہدایت نہیں کرتا بلکہ اسے ہدایت کی جاتی ہے تو تم کیسے فیصلہ کرسکتے ہو؟) پھر حضرتؑ نے فتویٰ دیا۔

بھائی کی میراث

خطیب نے اربعین میں کہا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: ہم ایک جنازہ میں تھے تو حضرت علیؑ نے شوہر سے فرمایا: اپنی بیوی کے پاس نہ جانا۔ حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: آپؑ اسے بیوی سے کیوں روک رہے ہیں، اس لیے تو نہیں کہ رحم صاف ہوجائے۔ فرمایا: ہاں ہمارا ارادہ ہے کہ اس کے رحم کا استبرا کیا جائے۔ پس اس میں کسی شے کا القا نہ ہوتا کہ اپنے بھائی کی میراث کا مستحق بن جائے۔ اس کی میراث نہیں۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ پناہ دے ایسی مشکل سے جب علیؑ نہ ہوں۔

خطیب نے اربعین میں روایت کی ہے۔ حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا کہ مملوک کتنی شادیاں کرسکتا ہے۔ حضرت علیؑ سے کہا: آپؑ سے پوچھتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: دو شادیاں کرسکتا ہے۔

عجیب و غریب حدیث میں ہے جو ابی عبید سے مروی ہے کہ ابوجرہ نے کہا: دو شخص حضرت عمر کے پاس آئے اور کہا: کنیز کی طلاق کیسے اور کتنی ہوتی ہے؟ ایک شخص نے کہا: دو طلاقیں۔ حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا: دو طلاقیں۔ ان دو میں سے ایک نے کہا: ہم تیرے پاس آئے تو امیر ہے ہم تجھ سے کنیز کی طلاق کا پوچھتے ہیں اور تم کسی اور سے پوچھتے ہو؟ جو تیرے ساتھ کلام بھی نہیں کرتا صرف دو کا اشارہ کیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: اے بدبخت! تم جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ یہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں مَیں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر آسمان و زمین کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور ایمانِ علیؑ کو دوسرے پلڑے میں تو علیؑ کے

ایمان والا پلڑا جھک جائے گا۔

علیؑ نے عثمان سے ایک عورت کو نجات دی

کشاف ثعلبی اور اربعین خطیب اور موطا امام مالک میں نعجہ بن بدر الجھنی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھے ماہ میں بچہ پیدا کیا تھا۔ عثمان نے اس کے رجم کا ارادہ کیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اگر کتابِ خدا کی مخالفت کرو گے تو میں تمھاری مخالفت کروں گا۔ کیوں کہ اللہ فرماتا ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (سورۃ احقاف، آیہ ۱۵) پھر فرمایا: وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (سورۃ بقرہ، آیہ ۲۳۳) پس دو سال مدتِ رضاعت ہے اور چھے ماہ مدتِ حمل ہے۔ تو عثمان نے کہا: اس عورت کو جانے دو۔

ایک شخص اور دو بیویاں

سفیان بن عیینہ نے جناب محمد بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں: ایک انصاری، اور دوسری ہاشمی۔ پس اس نے انصاریہ عورت کو طلاق دی اور وہ فوت ہو گیا۔ انصاریہ عورت عدتِ طلاق میں تھی۔ اس عورت نے عثمانؓ کے پاس اس مرد کی میراث کا مطالبہ کیا۔ عثمانؓ کو معلوم نہ تھا کہ کیا فیصلہ کرے؟ اس نے اس عورت کو علیؑ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: تم قسم کھاؤ کہ طلاق کے بعد تین حیض تجھے نہیں آئے، پھر تمھیں اُس کی وراثت ملے گی۔ عثمان نے ہاشمیہ عورت سے کہا: یہ تمھارے چچازاد علیؑ کا فیصلہ ہے۔ اس نے کہا: میں علیؑ کے فیصلے پر راضی ہوں۔ اگر وہ قسم کھائے تو وہ وارث ہے۔ انصاری عورت نے قسم اُٹھانے سے گریز کیا اور وراثت ترک کر دی۔

شتر مرغ کے انڈے

مسند احمد میں، ابی یعلیٰ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی سے روایت کی ہے کہ پانی میں رہنے والوں نے ایک کبوتر نما پرندے کا شکار کیا اور بھون کر کھالیا۔ وہ شکار لائے تو حضرت عثمان نے کہا: یہ ایسا شکار ہے نہ ہم نے روکا تھا اور نہ ہم نے حکم دیا تھا۔ ایک قوم نے شکار کیا اور حلال گوشت ہے لہٰذا ہم اسے کھائیں گے، کوئی حرج نہیں اسے کھانے میں۔ ایک شخص نے کہا: علیؑ تو اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اس نے علیؑ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو، ہم نبیؐ کے پاس تھے تو ایک مرتبہ جنگلی گدھے کی ٹانگ نبی اکرمؐ کی طرف لائی گئی تو آپؐ نے فرمایا: ہم تو احرام میں ہیں، لہٰذا جو احرام کھول چکے ہیں ان کو کھلا دو۔ بارہ صحابہ نے اس کی تصدیق میں گواہی دی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو کہ ایک شخص نبی پاکؐ کے پاس شتر مرغ کے پانچ انڈے لایا تو آپؐ نے فرمایا: ہم احرام میں ہیں اور یہ اہلِ حِل کو کھلا دو، تو اس بات کی بھی بارہ اصحاب نے تصدیق کی۔ حضرت عثمان اٹھا اور اپنے خیمے میں چلا گیا اور شکار اہلِ پانی کے لیے چھوڑ دیا۔

اقرارِ قتل

ابن سیرین اور قاضی شُریح سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے ایک جوان کو دیکھا، وہ رو رہا تھا۔ حضرتؑ نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی کہ میرے والد ان لوگوں کے ساتھ سفر پر گئے تھے۔ یہ واپس آ گئے ہیں اور میرا باپ ابھی تک نہیں آیا اور وہ بڑے صاحبِ مال تھے۔ میں اپنا دعویٰ شُریح کے پاس لے گیا تو اس نے میرے خلاف فیصلہ دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: شُریح کو چاہیے تھا کہ وہ اس شخص کی تلاش میں تحقیق کرتا اور گواہ طلب کرنے پر اقتصار نہ کرتا۔ پھر علیؑ نے ان لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے علیحدہ علیحدہ بیان لیے تو انھوں نے اس شخص کے قتل کا اقرار کیا۔

سوچ کر تہمت لگاؤ

ابوعبید نے عجیب وغریب حدیث بیان کی کہ ایک عورت اس کے پاس آئی اور کہا کہ میرا شوہر اپنی کنیز سے ہم بستری کرتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر تم سچی ہو تو ہم اسے رجم کریں گے اور اگر تم جھوٹی ہوئی تو تجھے کوڑے لگیں گے۔ عورت نے کہا: مجھے اپنے گھر جانے دیں کیوں کہ میرے اندر غیظ اور غیرت جوش مار رہی ہے۔

ابن مسعود نے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی کنیز سے ہم بستری کرے تو اس پر کوئی حد نہیں۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: عبدالرحمٰن کی بات اس وقت تھی کہ ابھی حدود کا نزول نہ ہوا تھا۔

اصبغ نے ایک شخص کو وصیت کی اور وصی کو دس ہزار درہم دیے اور کہا کہ جب میرا بچہ بالغ ہو جائے تو اسے دے دینا جس قدر تیرا دل چاہے۔ پس جب بچہ بالغ ہوا تو امیر المومنینؑ نے وصی سے پوچھا کہ تم کتنے درہم بچے کو دینا پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہزار درہم۔ آپؑ نے فرمایا: ان کو نو ہزار درہم دو، کیوں کہ وہ درہم جنھیں تو نے پسند کیا ہے اور ہزار کم۔

دیہاتی کا قتل

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرمؐ کے پاس آیا اور نبیؐ پر دعویٰ کر دیا کہ انھوں نے میری ناقہ کی قیمت ستر درہم دیے ہیں۔ نبی پاکؐ نے فرمایا: کیا میں نے مکمل رقم نہ دے دی تھی؟ اس نے کہا: نہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: میں نے تیری رقم ادا کر دی ہے۔ دیہاتی نے کہا: ایک تیسرے شخص کو حکم بنائیں جو میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ نبی پاکؐ اس کے ساتھ اُٹھے اور ایک قریشی شخص کے پاس دعویٰ لے گئے تو اس شخص نے دیہاتی سے کہا کہ تم رسولؐ پر کتنے کا دعویٰ کرتے ہو؟ اس نے کہا: ناقہ کی قیمت ستر درہم میں نے لینے ہیں۔ اس قریشی شخص نے رسولؐ

اللہ سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے رقم مکمل ادا کر دی تھی۔ اس قریشی نے کہا: یارسولؐ اللہ آپ اس دیہاتی کے حق کا اقرار تو کرتے ہیں تو اب گواہ پیش کریں کہ آپؐ نے رقم ادا کر دی ہے ورنہ ستر درہم آپؐ کے ذمہ ہیں۔ حضرت نبی اکرمؐ غضب ناک ہو کر اُٹھے اور آپؐ کی چادر زمین پر گھسٹتی جارہی تھی اور فرمایا کہ اب میں اس شخص کو حَکم بناتا ہوں جو حکمِ خدا کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ دعویٰ حضرت علیؑ کے پاس لے آئے۔ حضرتؑ نے پہلے دیہاتی سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اپنی ناقہ کی قیمت ستر درہم۔ پھر رسولؐ پاک سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں نے ادا کر دیے ہیں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: اے دیہاتی! اللہ کے رسولؐ سچ فرماتے ہیں: میں نے رقم ادا کر دی ہے؟ کیا تم ان کی تصدیق کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں مجھے ادا نہیں کیے۔ حضرت علیؑ نے نیام سے تلوار نکالی اور دیہاتی کی گردن اُڑا دی۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا: یا علیؑ! اس دیہاتی کو قتل کیوں کر دیا؟ عرض کیا: کیوں کہ اس نے آپؐ کی تکذیب کی اور جو شخص آپؐ کی تکذیب کرے اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ رسولِ پاک نے فرمایا: خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، آپؑ نے حکمِ خدا کے عین مطابق فیصلہ کیا ہے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

علیؑ کے فیصلے ابدی ہوتے ہیں

جناب حسن بن طریف سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علیؑ کی قضاوت میں کوئی فیصلہ ایسا نہیں جس کی اصل سنتِ رسولؐ میں نہ ہو۔ حضرت علیؑ فرماتے تھے: اگر میرے ساتھ دو شخص جھگڑا کریں اور میں ان کے درمیان قضاوت کروں اور پھر وہ بہت سا عرصہ گزرنے کے بعد میرے پاس آئیں تو پھر بھی میں وہی فیصلہ کروں گا کیوں کہ قضا نہ جولان کھاتی ہے اور نہ کبھی ختم ہوتی ہے۔

کیڑے کا پیٹ سے نکلنا

روایت ہے کہ عرب قبائل سے کسی قبیلہ کے نو یا دس بھائی تھے۔ ان کی ایک بہن تھی۔ ان بھائیوں نے بہن سے کہا کہ ہم تمام اموال تیرے قدموں پر ڈال دیتے ہیں لیکن تم شادی نہ کرو کیوں کہ ہماری غیرت یہ برداشت نہیں کرسکتی۔

بہن نے ان بھائیوں کی موافقت کی اور ان کی بات پر راضی ہوگئی اور بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہوگئی۔ بھائی اس کی بہت عزت وتکریم کرتے تھے۔ ایک دن اسے حیض آیا، جب خون بند ہوگیا تو غسل کا ارادہ کیا اور پانی کے چشمہ کی طرف گئی جو ان کے قبیلہ کے قریب تھا تو غسل کے دوران اس کے پیٹ میں کوئی چیز داخل ہوگئی، (وہ علقہ تھا) کئی دن گزر گئے اور علقہ نے بڑا ہونا شروع کیا جس سے پیٹ بڑھنے لگا۔ اور بھائیوں نے خیال کیا کہ ہماری بہن کو حمل ہوگیا اور اس نے خیانت کی ہے۔ انھوں نے اسے قتل کردینے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں نے کہا: ہم اس کا مقدمہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس لے جاتے ہیں کیوں کہ وہ ہی ان مسائل کو حل کرسکتے ہیں۔ پس بھائی اسے حضرت علیؑ کے پاس لائے اور اپنی بہن کے بارے شکوہ کیا۔ حضرتؑ نے ایک تھال منگوایا جسے پنڈلی تک پتھوں سے بھر دیا اور حکم دیا کہ اس پر بیٹھ جائے۔ جب علقے نے پتھوں کی بُو سونگھی تو وہ پیٹ سے نکل آیا۔ ان لوگوں نے کہا: یا علیؑ! آپ ہمارے رب ہیں کیوں کہ آپ علمِ غیب جانتے ہیں۔ حضرتؑ نے ان لوگوں سے فرمایا: مجھے رسولؐ پاک نے بتایا تھا کہ یہ واقعہ آج کے دن پیش آئے گا اور یہ واقعہ اسی ماہ اور اسی وقت میں ہوا جس وقت کا مجھے رسولؐ پاک نے بتایا تھا۔



علیؑ کے نزدیک احکام وسنن

وہ احادیث جو حضرت علیؑ کے سنن اور احکام میں فیصلوں کے بارے ہیں، جن میں کافی مومنین نے آپ کے علم سے استفادہ کیا ہے اور کافی اخبار وارد ہوئی ہیں کہ علیؑ علمی طور پر ہر ایک سے مقدم ہیں۔ پھر تمام اصحاب کا حضرت علیؑ کی طرف جانا اور فیصلے آپؑ کے سپرد کرنے کی روایتیں بے شمار اور بے حد ہیں۔ اس لیے سُنّی اور شیعہ حضرات نے حضرت علیؑ کے فیصلوں کو نقل کیا جب کہ رسولؐ اللہ زندہ تھے اور علیؑ نے فیصلہ کیا اور رسولؐ پاک نے تصدیق کی اور حضرتؑ کے لیے دعائے خیر کی۔ اور تمام سے علیحدہ حضرت علیؑ کو فضیلت دی۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے بعد اس منصب کے اہل اور مستحق ہیں۔ اور مقامِ امامت میں سب سے مقدم ہیں اور علمِ خلافت وامامت کے استحقاق کی علامت ہے۔

جس قرآن میں فرشتوں نے آدمؑ کی خلافت پر اعتراض کیا تو ان کو علمی طور پر خاموش کیا اور ان آیات میں دلالت ہے۔ علم ہی مقامِ افضلیت ہے لہٰذا واجب ہے کہ علیؑ کو رسولؐ اللہ کے بعد تمام پر مقدم کیا جائے۔

حیاتِ نبیؐ

جب بھی کوئی روایت حضرتؑ کے فیصلوں کے بارے میں آئی اور نبیؐ زندہ موجود تھے اور جب رسولؐ پاک نے علیؑ کو یمن میں قضاوت کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ ان کو احکامِ دین، حرام وحلال سے آگاہ کریں اور قرآن کے مطابق فیصلہ ہو تو

حضرت علیؑ نے عرض کیا: آپؐ مجھے یمن بھیج رہے ہیں جب کہ میں جوان ہوں اور مجھے قضاوت کا تجربہ نہیں تو آپؐ نے علیؑ کو قریب بلایا اور آپؐ کے سینے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اے میرے اللہ! اس کے دل کو ہدایت پر رکھ اور اس کی زبان کو ثبات عطا فرما۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: رسولؐ پاک کی اس دعا کے بعد مجھے کبھی فیصلہ کرتے ہوئے شک نہ ہوا۔ میں نے یمن میں کامیاب قضاوت کی اور رسولؐ پاک نے مجھے قضا اور مسلمانوں کے درمیان حَکم بنایا۔

ایک مرتبہ دو مرد آئے۔ وہ ایک کنیز کے دونوں مالک تھے لیکن وہ وطی کی حرمت سے نابلد تھے، لہٰذا ان دونوں نے ایک ہی طہر میں اس سے مباشرت کی اس خیال سے کہ ہمارے لیے یہ مباشرت جائز ہے۔ عہدِ اسلام بھی قریب تھا لیکن ان دونوں کی شرعی احکام کی معرفت کم تھی۔ اس کنیز کو حمل ہوگیا۔ ایک بچہ پیدا ہوا۔ دونوں نے جھگڑا کیا۔ دونوں اس بچے کو لینا چاہتے تھے۔ ان دو کے درمیان حضرتؑ نے قرعہ اندازی کی۔ ایک کے نام قرعہ نکلا۔ آپؑ نے بچہ اس کے ساتھ ملحق کر دیا، اور اُسے بچے کی نصف قیمت دوسرے مالک کو دینے کا حکم دیا۔ نیز فرمایا: اگر تمھیں یہ علم ہوتا کہ مشترک کنیز سے جماع کرنا حرام ہے تو میں تم پر عتاب جاری کرتا۔ رسولؐ پاک کو اس فیصلے کی اطلاع ملی تو اُنھوں نے تصدیق کی اور اسی کو اسلامی حکم قرار دیا اور فرمایا: خدا کی حمد ہے کہ اس نے ہم اہلِ بیتؑ سے ایسے شخص کو قرار دیا ہے جو سنن داوٗد پر قضاوت کرتا ہے، یعنی قضاوت الہامِ الٰہی سے کرتا ہے۔

شیر کی شکارگاہ

یمن میں شیر کے لیے گڑھا کھودا گیا۔ جس میں وہ گر گیا۔ لوگ شیر کو دیکھنے کے لیے اس گڑھے کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ایک شخص گڑھے کے کنارے پر کھڑا تھا کہ اس کا

قدم پھسل گیا تو اس نے دوسرے آدمی کو پکڑا، دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑا اور وہ سارے اس گڑھے میں گر گئے۔ شیر نے سب کو مار دیا۔ حضرت علیؑ نے فیصلہ کیا کہ پہلا شخص تو شیر کا شکار ہے اس پر ۳/۱ حصہ دیت ہے دوسرے شخص کی، اور دوسرے شخص پر ۳/۲ حصہ دیت ہے تیسرے شخص کی اور تیسرے شخص پر مکمل دیت ہے چوتھے کے لیے۔ اور یہ خبر اور فیصلہ جب رسولؐ اللہ کو سنایا گیا تو حضورؐ نے فرمایا: ''علیؑ نے ان میں اللہ کا فیصلہ کیا ہے''۔

چٹکی بھرنے والی کنیز

پھر ایک حادثہ ہوا کہ ایک کنیز دوسری کنیز کے کندھے پر عبث اور بے فائدہ سوار ہوگئی۔ دوسری کنیز آئی اور اس نے اُٹھانے والی کو چٹکی لگائی تو اس کی چٹکی کی وجہ سے اُچھلی اور سوار ہونے والی کنیز زمین پر گری، جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ ہلاک ہوگئی۔ حضرت علیؑ نے جو فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ چٹکی بھرنے والی پر ۳/۱ حصہ دیت ہے اور اُچھلنے بھاگنے والی پر ۳/۲ حصہ دیت ہے اور ۳/۱ حصہ باقی دیت کو ساقط کر دیا اس کے لیے جو گر گئی تھی۔ کیوں کہ اس نے عبث کام کیا۔ جب یہ فیصلہ رسولؐ پاک نے سنا تو آپؐ نے تصدیق کر دی اور فرمایا: یہ فیصلہ صحیح دیا ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے ان لوگوں کے بارے میں فیصلہ کیا جن پر دیوار گر گئی تھی اور وہ سب قتل ہوگئے تھے۔ ان لوگوں کی کنیز اور ایک آزاد عورت تھی۔ آزاد عورت کا ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا اور مملوکہ کا بھی اپنے شوہر سے بچہ تھا۔ آزاد اور مملوک بچے میں تمیز نہ ہوسکتی تھی، نیز قرعہ ڈالا گیا اور اس بچے پر حُریت کا حکم لگایا گیا جو اس کا سہم حُریت بنتا ہے۔ اور غلامی کا فیصلہ کیا جو اس کا سہم رقیت ہے۔ پھر اس بچے کو آزاد کر دیا گیا اور اُسے اس کا مولا بنا دیا اور ان کی میراث کا حکم وہی ہے جو حُر اور اس کے مولا میں ہے۔

اور رسولؐ پاک نے اس فیصلہ کی مکمل طور پر حمایت کی اور تصدیق کی۔

علیؑ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے

اخبار و آثار میں وارد ہے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے رسولِ پاک کے پاس آئے۔ ایک شخص کی گائے تھی جسے دوسرے شخص کے گدھے نے ہلاک کر دیا تھا۔ ایک نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے گدھے نے اس کی گائے کو ہلاک کر دیا ہے۔

رسولِؐ پاک نے فرمایا: ابوبکر کے پاس جاؤ اور اس سے فیصلہ کراؤ۔ وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور اپنا واقعہ سنایا۔ ابوبکر نے کہا: تم رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا: ہمیں رسولؐ اللہ نے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: ایک حیوان نے دوسرے حیوان کو ہلاک کر دیا ہے لہٰذا کسی پر کوئی دیت نہیں۔

وہ شخص نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر کی بات سنائی۔ حضرتؐ نے ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا: رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا: ہمیں خود رسولؐ اللہ نے بھیجا ہے اور ابوبکر کے فیصلہ کا بھی بتایا تو حضرت عمر نے کہا: میرا فیصلہ ابوبکر کا فیصلہ ہے۔

وہ پھر رسولؐ اللہ کے پاس آئے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: اب علیؑ کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے تو تمام واقعہ سنایا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی قضاوت بھی بتائی، حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر گائے اس گدھے کے مقام پر خود گئی ہے تو گائے کے مالک پر گدھے کی قیمت ادا کرنا واجب ہے اور اگر گدھا اپنے مقام سے گائے کے مقامِ امن پر آیا ہے اور اس کو گائے نے مار دیا ہے تو گدھے والے پر کوئی جرمانہ اور کوئی سزا نہیں۔

وہ شخص پھر رسولِؐ پاک کے پاس آئے اور علیؑ کی قضاوت سنائی۔ رسولِؐ پاک نے فرمایا: یہی فیصلہ قدرت کا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: حمد ہے اس ذات کے لیے جس نے ہمیں ایسے اہلِ بیتؑ دیے جو سننِ داؤد پر فیصلے کرتے ہیں۔

بعض اہلِ سنت علماء نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ یمن میں حضرت علیؑ کے پاس آیا تھا اور حضرت علیؑ نے یہی فیصلہ کیا تھا۔

حضرت ابوبکر کے دور میں علیؑ کے فیصلے

روایت میں ہے کہ ابوبکر سے اس آیت فَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا (سورۂ عبس، آیہ ۳۱) کے بارے پوچھا گیا تو وہ قرآن سے اَب کا معنی نہ جانتا تھا اور کہا کہ کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے اُٹھائے گی۔ میں کیا کروں؟ اگر میں کہوں کہ میں نہیں جانتا؟ فَاكِهَةً کو تو ہم جانتے ہیں اور اَب کے معنی خدا جانتا ہے۔

یہ بات حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! ابا کا معنی چراگاہ ہے کہ اس آیت میں اللہ کی مخلوق پر انعامات کہ ان کو غذا مہیا کی، ان کے لیے اور ان کے حیوانوں کے لیے، جس سے ان کے نفوس زندہ اور جسم مضبوط ہوتے ہیں۔

علیؑ نے حضرت ابوبکر کی تردید کی

روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر سے ''کلالہ'' کا معنی پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا: میں تو اپنی رائے سے معنی کروں گا۔ اگر یہ صحیح معنی ہوا تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر یہ معنی غلط ہوا تو میرے نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ یہ خبر حضرت علیؑ کو پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: اسے اس مقام پر اپنی رائے سے بے نیاز نہیں کرسکتی اور معلوم ہے کہ کلالہ سے مراد پدری مادری بہن بھائی ہیں اور صرف پدری بہن بھائی اور مادری بھی ایسے ہیں۔

ارشادِ قدرت ہے: يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (سورۂ نساء، آیہ ۱۷۶) اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو ترکے کا نصف اُسے دیا جائے گا اور دوسرے مقام پر ارشادِ قدرت ہے کہ اگر شخص کا وارث کلالہ یا

عورت بنتی ہے اور اس کا بھائی اور بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کا ۱/۶ حصہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو ثلث میں سب شریک ہوں گے۔

روایت میں ہے کہ بعض یہودی علماء حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: آپ اس اُمت کے لیے خلیفۂ نبی ہیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں۔ یہودی عالم نے کہا: ہم نے تورات میں پڑھا ہے کہ انبیاً کے خلفاء اُمت سے اعلم ہوتے ہیں، لٰہذا مجھے بتاؤ کہ خدا کہاں ہے؟ زمین پر یا آسمانوں پر؟

حضرت ابوبکر نے کہا: وہ آسمان میں عرش پر ہے۔

یہودی عالم: پھر کون سی زمین وجودِ خدا سے خالی ہے اور مجھے وہ مقام دکھاؤ جہاں خدا نہیں۔

ابوبکر: تمھارا یہ کلام زندیقوں والا ہے، مجھ سے دُور ہوجاؤ ورنہ تمھیں قتل کردوں گا۔

یہودی عالم: اسلام سے مذاق کرتا ہوا واپس جارہا تھا کہ راستے میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی! تو نے جان لیا جو تو نے اس سے سوال کیا اور جو اس نے جواب دیا لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے این کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں وہاں اس ذات کے لیے استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔ کوئی امکان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ وہ ہر مقام پر ہے بغیر دُور اور قریب ہونے کے اور علمی طور پر ہر شے سے محیط ہے اور کوئی شے اللہ کی تدبیر سے خالی نہیں۔ میں تمھیں تمھاری کتاب سے بتاتا ہوں کہ جو میں نے کہا ہے تمھاری کتاب اسی کی تصدیق کرتی ہے۔ کیا اگر تیری کتاب سے تائید لاؤں تو ایمان لائے گا۔ یہودی نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک دن بیٹھے تھے کہ مشرق سے ایک فرشتہ آیا۔ اُس نے حضرت موسیٰؑ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا:

من عنداللہ عزّوجل۔ پھر ایک فرشتہ مغرب سے آیا تو موسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو اس نے کہا: من عنداللہ۔

پھر ایک فرشتہ آیا، پوچھا تم کہاں سے آئے؟ اس نے کہا: میں اللہ کی طرف سے ساتویں آسمان سے آرہا ہوں۔ پھر فرشتہ آیا تو اس نے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو اس نے کہا: میں نچلی ترین ساتویں زمین سے اللہ کی طرف سے آرہا ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی مکان و مقام خالی نہیں اور وہ کسی مکان کے قریب یا دُور نہیں۔

یہودی نے فوراً کہا: اشھد ان ھذا ھو الحق، اور آپؑ ہی نبیؐ کی جانشینی کے زیادہ حق دار ہیں۔



حضرت عمر بن خطاب کے دور میں علیؑ کے فیصلے

حضرت علیؑ نے خلیفۂ ثانی کے دور میں جو فیصلے کیے ان کو سُنّی و شیعہ علماء نے اپنی کتب میں جگہ دی ہے مثلاً قدامہ بن مظعون کا واقعہ کہ اس نے شراب پی اور حضرت عمر اسے کوڑے مارنا چاہتا تھا۔ قدامہ نے خلیفہ سے کہا کہ مجھ پر حدّ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اللہ فرماتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (سورۂ مائدہ، آیہ ۹۳)

حضرت عمر نے اس پر حد جاری کرنے سے روک دیا۔ یہ خبر حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپؑ ثانی کے پاس آئے اور فرمایا: تم نے قدامہ پر حد جاری کرنے سے کیوں احتراز کیا؟ ثانی نے کہا: اس نے مجھے ایک آیت سنا دی اور وہ آیت پڑھی تو حضرتؑ نے فرمایا: قدامہ اس آیت کے اہل نہیں ہے اور نہ وہ ارتکابِ محرمات میں اس راستے پر چلنے والا ہے۔ قدامہ کو بلاؤ اور اس کے اس کہنے سے اسے توبہ کا حکم دو۔ اگر توبہ کرلے تو اس پر حد جاری کردے، اور اگر توبہ نہ کرے تو اُسے قتل کردے، کیوں کہ وہ ملت اسلام سے خارج ہے۔ خلیفۂ ثانی چونکا اور قدامہ کو بلایا۔ اس نے توبہ اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت عمر نے اسے قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا، لیکن یہ نہ جانتا تھا کہ حد کس قدر جاری کرنی ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے پوچھا کہ کتنی حد لگانی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اسّی

کوڑے اگر اس نے شراب پی ہے تو۔ کیوں کہ جب کوئی شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے اس کی سزا یہی ہے۔ ثانی نے اسے اسّی کوڑے مارے اور حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا۔

علیؑ نے شاہِ زنان کو حضرت عمر سے نجات دی

روایت میں ہے کہ شاہِ زنان دوسری ایرانی قیدی عورتوں کے ساتھ قیدی ہو کر آئیں تو مدینہ میں حضرت عمر کے پاس پیش کی گئیں اور شاہِ زنان نے دیکھا کہ لوگ انھیں دیکھ رہے ہیں اور وہ گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ اس بی بی نے چہرہ چھپا لیا اور اس کیفیت کو دیکھ کر چیخ لگائی اور کہا کہ ہرمز کا کیا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ تمھاری اولاد قیدی ہو گئی ہے۔

چونکہ حضرت عمر کو فارسی زبان کی سمجھ نہ آئی لہٰذا اُنھوں نے خیال کیا کہ قیدی عورت نے گالی دی ہے۔ حضرت عمر نے اس عورت کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ امیرالمومنینؑ نے بڑے سکون کے ساتھ شاہِ زنان کے بیان کی وضاحت کی تو خلیفہ نے کہا: آپؑ اس عورت کے بارے میں آواز دیں کہ اسے کون لینا چاہتا ہے۔ تو حضرت امیرالمومنینؑ نے ہدایت کی کہ اولادِ اشراف وملوک کے احترام میں سنتِ رسولؐ پر عمل کرنا خواہ وہ (اولادِ اشراف وملوک) اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، پس بادشاہوں کی بیٹیاں بیچی نہیں جاتیں لیکن ایک مسلمان ان سے شادی کرے جس کا خرچ بیت المال سے ادا کیا جائے۔ جب مسلمانوں نے اس عورت سے شادی میں رغبت کی تو ان کو امیرالمومنینؑ نے پیش کیا۔ جب شاہِ زنان سے پوچھا گیا کہ شادی کرو گی؟ تو وہ خاموش ہو گئی۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس کا شادی کا ارادہ ہے۔ پھر خلیفہ اور مسلمانوں کو شریعت کی نص جو کریم قوم میں ہوتی ہے، کے بارے میں بتایا کہ جب ان کو

خواست گاری کی جائے اور وہ بیان دینے سے شرما جائیں تو ان کا سکوت ان کی رضامندی کی نشانی ہوتی ہے۔ پھر جب اس بی بی نے سمجھا کہ اب معاملہ میرے تک ہے تو بی بی نے اپنے لیے حضرت امام حسینؑ کو اختیار کیا اور بار بار حضرتؑ نے پوچھا اس نے کہا: حسینؑ کے علاوہ میں کسی کو اختیار نہیں کرتی اور اس مسئلہ میں حضرت امیرالمومنین کو اپنا ولی بنایا۔ پھر حذیفہ بن یمانی نے امام حسینؑ کی طرف سے بی بی کی خواست گاری کی۔ امیرالمومنینؑ نے اس سے نام پوچھا تو بتایا کہ شاہِ زنان یعنی ملکۃ النساء۔

آپؑ نے فرمایا: آپ شہربانو ہیں یعنی ملکۂ مدینہ ہیں اور اس نام کو تبدیل کرنے کا شاید یہ بھی سبب ہو کہ تمام عورتوں کی سیادت تو صرف جنابِ فاطمہ زہراءؑ کے لیے مخصوص ہے کیوں کہ حدیث متفق میں ہے کہ فاطمة سيدة نساء العالمين من الاوّلين والآخرين۔

پھر ان بی بی کی بہن (مروارید) کو جب اختیار دیا گیا تو انھوں نے امام حسنؑ کو اختیار کیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا: اس شہربانو کی حفاظت کرو کیوں کہ ان کے بطن سے تمھارا تمام اہلِ ارض سے بہتر بچہ پیدا ہوگا اور یہ اوصیاء ذُریہ الطیبہ کی ماں ہیں۔ ایک حدیث اس پر نص ہے کہ جب فارس کے قیدی حضرت عمر پر وارد ہوئے اور اس نے ان قیدی عورتوں کو بیچنے کا ارادہ کیا اور مردوں کو عربوں کا غلام بنا دیا جائے کہ وہ بیمار، ضعف، کم زور، بوڑھوں کو اپنی پشت پر اُٹھا کر بیت اللہ کا طواف کرائیں تو حضرت امیرالمومنینؑ نے حضرت عمر کو سیرتِ نبیؐ سمجھائی۔ اس شخص کے بارے میں جو مسلمانوں کو معلوم کرے، اسلام میں رغبت رکھے تو اس سے اسلام قبول کیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں کی طرح (محفوظ) ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے حاضرین میں گواہی دی کہ جو میرا حصّہ بنتا ہے میں اپنے حصّے کو خدا کی خوش نودی کے لیے چھوڑتا ہوں۔ پھر تمام بنی ہاشم نے اپنا حصّہ امیرالمومنینؑ کے لیے بخش دیا تو آپؑ نے فرمایا:

میرے اللہ! تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ آزاد کر دیا ہے تو مہاجرین وانصار نے کہا: یا علیؑ! ہم بھی اپنا حق آپؑ کو ہبہ کرتے ہیں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: میرے اللہ! تو گواہ رہنا کہ انھوں نے اپنے حقوق مجھے ہبہ کیے اور میں نے قبول کیے اور میں ان کو تیری رضا کے لیے آزاد کرتا ہوں۔

خلیفہ کو یہ بات اچھی نہ لگی تو اُس نے کہا: آپؑ نے عجمیوں کے بارے میں میرے ارادے کو کیوں توڑا ہے اور کس چیز نے آپ کو میری رائے ان کے بارے میں دُور کر دیا۔ حضرت علیؑ نے پھر اعادہ فرمایا کہ جو سنتِ رسولؐ ہے ان کے بارے میں اور ان کو اسلام میں رغبت نہ تھی۔ حضرت عمر نے کہا: میں بھی اپنا حصہ اللہ کو اور آپ کو بخش دیتا ہوں اور وہ تمام جو آپؑ کے لیے مفید نہیں ہوا وہ بھی دیتا ہوں۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے میرے اللہ! گواہ رہنا اس پر جو اس نے کہا ہے اور میں نے قبول کیا ہے۔ میں نے آزاد کر دیا ہے۔

علیؑ نے ایک پگلی کو حضرت عمر سے بچایا

روایت ہے کہ ایک مجنونہ (پاگل) عورت سے ایک مرد نے زنا کیا اور اس پر گواہ بھی قائم ہوگئے تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس پر سو کوڑے حدِ زنا لگائی جائے۔ وہاں سے حضرت امیرالمومنینؑ گزرے تو پوچھا کہ اس مجنونہ بنت فلاں آلِ فلاں کو کیا ہوا ہے کہ اسے پکڑ کر کھینچے جا رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ ایک شخص نے اس سے زنا کیا ہے اور وہ بھاگ گیا ہے اور گواہ اس کے خلاف قائم ہوگئے ہیں، چناں چہ حضرت عمر نے اسے کوڑے مارنے کا حکم صادر کیا ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے ان سے فرمایا: اس عورت کو واپس حضرت عمر کے پاس لے جاؤ اور اسے میرا پیغام پہنچا دو کہ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ عورت مجنونہ ہے؟

اور نبی اکرمؐ نے فرمایا: مجنون مرفوع القلم ہے، جب تک اسے افاقہ نہ

ہو جائے۔ یہ تو عقلی طور پر مغلوب اور نفسی طور پر مغلوب ہے۔ پھر وہ عورت حضرت عمر کی طرف واپس پلٹائی گی اور اسے حضرت علیؑ کا پیغام دیا گیا اس نے کہا: خدا علیؑ کو خوشیاں عطا فرمائے کہ علیؑ نے مجھے حد جاری کرنے سے معاف کر دیا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک حاملہ عورت آئی جس نے زنا کیا تھا، اس نے اُسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دے تجھے اس پر تو حد جاری کرنے کی صلاحیت نہیں ہے لیکن اس کے بطن میں مولود پر کس جرم میں حد جاری کرتے ہو؟

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (سورۂ نجم، آیہ ۳۸)

پس حضرت عمر نے کہا: خدا مجھے اس مشکل میں زندہ نہ رکھے جب علیؑ نہ ہوں۔

پھر پوچھا: میں کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: احتیاط کرو حتیٰ کہ یہ بچہ پیدا کر لے۔ جب بچہ پیدا ہو جائے اور بچے کی کفالت کرنے والا مل جائے تو پھر اس پر حد جاری کر دی۔ پس وہ حضرت عمر سے دُور چلی گئی اور اس حکم میں تاویل کی گئی کہ حضرت امیر المومنینؑ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت عمر نے ایک عورت کو بلایا جس کے پاس اکثر مردوں کا آنا جانا تھا۔ جب قاصد بلانے پہنچا تو وہ ڈر گئی اور سہم گئی اور قاصد کے ساتھ گھر سے نکلی لیکن خوف کی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا اور وہ روتا رہا اور مر گیا۔ یہ خبر جب حضرت عمر کو پہنچی تو حضرت عمر نے اصحاب کو بلایا تو تمام اصحاب نے رائے دی کہ ہم تو آپ کو ادب سکھانے والا سمجھتے ہیں۔ آپ نے تادیب سکھانے کے لیے اُس عورت کو بلایا تھا۔ آپ نے ایک اچھا کام کیا ہے، لہٰذا آپ پر کوئی دیت نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ وہاں خاموش رہے اور کلام نہ کیا تو حضرت عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: میں نے ان اصحاب کی

گفتگو بھی سنی ہے اور تم نے بھی سن لی ہے۔ حضرت عمر نے کہا: خدا کے لیے آپؑ اپنی رائے بتا دیں۔ باقی تو سب کی رائے جان لی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ان کو علم ہے لیکن یہ تمھاری خوشامد کے لیے کہہ رہے ہیں اور تمھیں دھوکا دے رہے ہیں اور اگر انھوں نے اپنی رائے صحیح سمجھی ہے تو پھر ان کی عقل نے بہت بڑی کوتاہی کی ہے۔ اس کی الدیه علي عقليتك كيوں كه بچے کا غلطی سے مر جانا تم سے متعلق ہے۔

حضرت عمر نے کہا: واقعاً آپ میرے ناصح ہیں۔ خدا کی قسم! صبح سے پہلے بنی عدی پر یہ دیت جاری کر کے وصول کرلوں گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ (مناقب امیر المومنینؑ)

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ ابن ادریس اور گروہِ اصحاب اور دوسروں کی رائے تو یہ ہے کہ دیت واجب ہے بیت المال سے اور انھوں نے کہا: علیؑ نے یہی فیصلہ کیا کیوں کہ نہ اسے فیصلہ کرنے کی اجازت تھی اور نہ وہ اسے حاضر کرسکتا تھا کیوں کہ وہ ظالم ہے۔ اگر حکمران عادل ہو اور اس سے غلطی ہوجائے تو دیت بیت المال سے ادا ہوتی ہے۔ غزالی نے بھی اس خبر کو نقل کرنے کے بعد احیاء العلوم میں کہا ہے کہ کفارہ امام پر ہوگا، اگر امام ہے تو جس طرح منقول ہے کہ عورت کا جنین حضرت عمر کے خوف سے گر گیا تھا۔

دو عورتوں پر ایک بچہ پر تنازع

روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں دو عورتوں نے ایک بچے کے بارے میں تنازع کیا۔ ان میں سے ہر ایک کہتی تھی کہ بیٹا میرا ہے جب کہ گواہ کسی کے پاس نہیں ہیں اور اس بچے کے بارے ان دونوں عورتوں کے علاوہ کسی کا نزاع نہ تھا۔ حضرت عمر کے لیے اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے حضرت امیر المومنینؑ کی طرف پناہ لی اور عورتیں ان کے پاس بھیج دیں۔ حضرت علیؑ نے ان کو

بہت وعظ ونصیحت کی۔ خوفِ خدا یاد دلایا لیکن اپنے نزاع پر قائم رہے۔ جب وہ بدستور اپنے نزاع اور اختلاف پر قائم رہے تو حضرتؑ نے فرمایا: مجھے آری دو۔ عورتوں نے کہا: آری کو کیا کریں گے؟ آپؑ نے فرمایا: اس بچے کے دو حصّے کروں گا تا کہ آدھا آدھا تم دونوں کو دے سکوں۔ ایک عورت تو یہ سن کر خاموش ہوگئی مگر دوسری نے کہا: اللہ اللہ! یا ابا الحسنؑ! اگر ایسا کرنا ضروری ہے تو اس کے دو حصّے نہ کریں، میں درگزر کرتی ہوں۔ آپؑ یہ بچہ اس کو دے دیں۔ حضرت نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا کہ اب معلوم ہوا کہ یہ بچہ تمھارا ہے اس کا نہیں ہے۔ اگر یہ اس کا بیٹا ہوتا تو اُسے اپنے بیٹے پر رحم آتا اور مہربانی کرتی۔ دوسری عورت نے بھی اعتراف کیا کہ بچہ اسی کا ہے جسے مل گیا ہے اور حضرت عمر کے پاس سے چلی گئی۔ وہ حضرت علیؑ کے لیے دعا کرتی جا رہی تھی کہ آپؑ نے اپنی فراست سے مجھے بچہ دلوایا، اللہ آپ کو جزا دے۔

یونس بن حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی، اس نے چھے ماہ میں بچہ پیدا کیا۔ حضرت عمر اس نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے اس سے کہا: اگر تم کتابِ خدا کی مخالفت کرو گے تو میں خاموش نہیں رہوں گا اور میں تمھاری مخالفت کروں گا، کیوں کہ ارشادِ قدرت ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (سورۂ احقاف، آیہ ۱۵) اور پھر فرمایا: وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (سورۂ بقرہ، آیہ ۲۳۳)

عورت رضاعت دو سال میں تمام کرتی ہے۔ اس کا حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ پس حمل اس لحاظ سے چھے ماہ کا ہوسکتا ہے۔ حضرت عمر نے یہ سن کر عورت کو چھوڑ دیا اور حکم ثابت ہوگیا۔ پس صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل کیا اور آج تک اس پر عمل جاری ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک عورت کے خلاف گواہوں نے گواہی دی کہ اسے عرب

کے کنوؤں کے پاس پایا گیا اور ایک شخص اس سے ہم بستری کر رہا تھا جب کہ اس کا شوہر نہیں ہے۔ حضرت عمر نے اسے رجم کا حکم دیا، کیوں کہ وہ شوہردار تھی۔ اس عورت نے دعا کی: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔ حضرت عمر غضب ناک ہوا اور کہا: کیا تو گواہوں کو جھٹلا رہی ہے؟

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس کو واپس کر دو اور اس عورت سے پوچھو کہ تمھارا کوئی شرعی عذر ہے؟ عورت کو واپس کیا گیا اور اس سے حال پوچھا گیا تو عورت نے بتایا کہ میرے اُونٹ تھے۔ میں ان اُونٹوں کے لیے گھر سے نکلی اور میں نے اپنے ساتھ پانی بھی اُٹھا لیا۔ میرے ابل کی اُونٹنیوں سے کوئی بھی دودھ نہ دیتی تھی اور میرے ساتھ وہ شخص تھا جو ہمارے ساتھ آتا جاتا تھا۔ اس کے بھی اُونٹ تھے اور اس کے اُونٹوں میں دودھ والا اُونٹ بھی تھا۔ میرا پانی ختم ہو گیا اور مجھے شدید پیاس لگی، میں نے اس سے پانی مانگا تو اس نے پانی اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ میں اس کے بدلے اپنی عزت دے دوں تو میں نے انکار کر دیا لیکن جب پیاس سے میری جان نکلنے لگی تو میں نے اپنی عزت دے دی۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۷۳) جب حضرت عمر نے یہ سنا تو اسے چھوڑ دیا۔

حضرت علیؑ سے جو قضا، صحیح رائے، قوم کی ہدایت اور ان کو مفاسد سے بچانے کے معنی میں بہت سی روایات آئی ہیں، حدیث بیان کی شبابہ بن سوار نے ابوبکر الھذلی سے، کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ اہلِ ہمدان، رے، اصفہان، قومس، نہاوند نے خطوط لکھے ہیں اور بعض نے بعض عجمیوں کو لکھا کہ عربوں کا بادشاہ جو دین اور کتاب لایا تھا وہ فوت ہو گیا یعنی نبی پاکؐ اور ان کے بعد ایک شخص کچھ عرصہ بادشاہ رہا، وہ بھی مر گیا۔ پھر ایک اور آیا جس کی حضرت عمر لمبی ہے حتیٰ کہ جس نے تمھارے شہزادوں پر

قبضہ کرلیا ہے اور جس کے لشکر نے تمھیں مارا ہے، یعنی حضرت عمر بن خطاب اور وہ تم سے رُکنے والا نہیں حتیٰ کہ اس کا لشکر تمھارے شہروں میں موجود ایک شخص کو نکالے گا۔ پس تم بھی اس کے مقابل نکلو اور اس کے شہروں میں جنگ کرو۔ چناں چہ انھوں نے آپس میں معاہدہ کیا۔ جب یہ خبر کوفہ کے مسلمانوں کے پاس پہنچی تو اُنھوں نے حضرت عمر تک پہنچائی اور جب حضرت عمر کو خبر پہنچی تو وہ بہت خوف زدہ ہوا۔ پھر مسجد نبویؐ میں آیا اور منبر پر آیا اور حمدالٰہی نیز ثناء کے بعد کہا:

اے مہاجرین وانصار! تحقیق شیطان نے تمھارے خلاف لشکر جمع کر رکھا ہے اور وہ آنا چاہتا ہے تا کہ اللہ کے نور کو بجھا دیا جائے۔ خبردار! تحقیق اہلِ ہمدان، اصفہان، رَے، قومس، نہاوند کی زبانیں مختلف ہیں، ان کے رنگ اور دین بھی مختلف ہیں۔ لیکن انھوں نے آپس میں معاہدے اور عقد باندھے ہیں تا کہ وہ اپنے شہروں سے نکل کر تمھارے شہروں پر حملہ آور ہوجائیں اور تمھیں اپنے شہروں میں جنگ کر کے قتل کر دیں۔ اب مجھے مشورہ بھی دو اور ہمت بھی بڑھاؤ اور رائے دینے میں سُستی نہ دکھانا کیوں کہ آج ہی باقی دنوں کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے، لہٰذا بولو اور کلام کرو۔

طلحہ بن عبداللہ اُٹھا جو کہ ایک قریشی خطیب تھا اس نے حمدِ خدا اور تعریفِ خدا کے بعد کہا: اے امیر مدینہ! تمام اُمور تمھارے پاس ہیں اور تم زمانوں کے مالک ہو، بلاؤں کا مقابلہ تم نے کیا ہے، تجارب تمھارے پاس ہیں۔ تم پر امر مبارک ہے جب سے تم والی بنے ہو تو تمھیں اطلاعات ہیں اور تم نے سب کا امتحان لیا ہوا ہے، نیز اللہ کی قضا کے عواقب سے انکشاف نہیں ہوتا مگر نیک لوگوں کے ذریعے۔ پس اس امر کو بھی اپنی رائے سے حل کرو اور اس سے غفلت نہ کرو۔

حضرت عمر نے کہا: اب کلام کرو، تو عثمان بن عفان اُٹھا، حمدِ خدا اور ثناء کی، پھر کہا: امابعد! اے امیر مدینہ! میں دیکھتا ہوں کہ تم اہلِ شام کی ان کی شام سے جستجو کر لیتے

ہو، اہلِ یمن کو یمن سے پہچان لیتے ہو اور تم چلتے رہتے ہو۔ ان دونوں کے شہریوں کے ساتھ اور اہلِ مصر و کوفہ اور بصرہ میں جاتے رہتے ہیں اور تمام مشرکین کی تمام مومنین سے جنگیں ہوئیں۔

اے امیر! تم اپنے نفس سے عرب کے بعد باقی نہ رکھو اور دنیا سے عزیز کو منع نہ کرو اور حرز کی پناہ نہ مانگو، اپنی رائے واضح کرو اور پیچھے نہ ہٹو۔

حضرت عمر نے کہا: اور کہو! حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: الحمدللہ والصلوٰۃ علی رسولؐ اللہ، امابعد! اگر تم اہلِ شام کو شام سے پہچانتے ہو تو اہلِ روم شام کے گھروں پر حملہ آور ہوئے اور اگر اہلِ یمن کا خیال ہے تو حبشہ والے ان کے کھیتوں میں داخل ہوگئے اور ان دو شہروں سے متعین کرتے ہیں، اطرافِ عالم سے عرب تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے حتیٰ کہ جو عیالات عرب سے جن کو تو اپنے پیچھے چھوڑ دے گا تو وہ تیرے اہم ہوگا تیرے سامنے والے ہیں۔

البتہ تمھارا کثرتِ عجم کا ذکر کرنا اور ان کے اجماع سے خوف زدہ ہونا یہ کیا ہے۔ کیا ہم نے رسولؐ اللہ کے زمانہ میں کثرت سے جنگ نہیں کی جب کہ ہم کثرت سے لڑتے تھے۔ اور یہ بات کہ وہ اکٹھے ہو کر مسلمانوں کی طرف حملہ آور ہیں تو خدا کو ان کا یہ کام تجھ سے زیادہ ناپسند ہے۔ اور جسے وہ پسند نہیں کرتا تو اسے تبدیل کرنے پر وہی قادر ہے۔ کیوں کہ اعاجم اگر تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے یہ عرب ہے۔ اگر اس پر حملہ کیا تو تمام عرب حملہ آور ہوں گے۔

میری رائے یہ ہے کہ ان کو اپنے شہروں میں رہنے دو اور اہلِ بصرہ کو لکھو تا کہ وہ تین فرقوں میں تقسیم ہو جائیں: ایک فرقہ شہر میں اہل و عیال کی حفاظت کرے، دوسرا فرقہ ان کی نگہداری کرے جن سے معاہدے کیے گئے ہیں تا کہ وہ اپنے معاہدے نہ توڑیں اور تیسرا فرقہ گروہِ لشکر کی طرف بھائیوں کی مدد کے لیے جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یہ بہترین رائے ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس پر عمل کروں اور بار بار حضرت علیؑ کو دہراتا رہا، اس پر تعجب بھی کرتا رہا اور اختیار بھی کرتا رہا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اللہ اس موقف کی طرف تمھاری تائید کرے دیکھو جو رائے کی فضیلت پر آگاہ کرتا ہے کہ جب اولوالباب اور اہلِ علم جھگڑا کریں اور غور دتاَمّل کریں اس توفیق میں جو اللہ نے حضرت امیر المومنینؑ کو تمام اموال میں عطا فرمائی ہے اور مشکلات میں پوری قوم انھی کی پناہ میں جاتی ہے اور اضافہ کیا جو حضرتؑ کی طرف سے ہم نے ثابت کیا کہ متقدم القوم کو دین نے عاجز کر دیا۔ اس دن میں قضا سے بہت کچھ ثابت ہے، حتیٰ کہ تمام لوگ حضرت علیؑ کے علم کی طرف محتاج ہوئے اور ان کے علم کو ایک معجزہ ہی پایا اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

عثمانی عہد

حضرت علیؑ نے عثمان بن عفان کے دور میں جو فیصلے کیے۔ سُنّی شیعہ ہر دو مکاتب کے علماء نے ان آثار کو نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک عورت سے ایک بوڑھے شخص نے نکاح کیا۔ وہ حاملہ ہوگئی مگر بوڑھا سمجھتا تھا کہ میں نے جماع نہیں کیا اور یہ مجھ سے حاملہ نہیں۔ حضرت عثمان اس مسئلہ پر تشویش میں پڑ گئے۔ حضرت عثمان نے عورت سے پوچھا کہ کیا اس بوڑھے نے تمھاری بکارت توڑی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضرت عثمان نے کہا: اس عورت پر حد جاری کر دو۔

اس موقع پر حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس عورت کے دو سوراخ ہیں: ایک سوراخ حیض کے لیے ہے اور ایک سوراخ پیشاب کے لیے ہے۔ جب یہ بوڑھا اس کے قریب ہوا شاید اس کی منی حیض کے سوراخ میں گر گئی جس سے یہ حاملہ ہوگئی۔ مرد سے اس بارے میں پوچھا گیا اس نے کہا: میں ہمیشہ اپنا پانی اس کے قُبل میں ڈالتا ہوں، رحم تک پہنچائے بغیر۔ علیؑ نے فیصلہ سنایا کہ یہ اس بوڑھے کا حمل ہے اور بچہ اس کا ہے

اور اگر انکار کرے تو اسے سخت سزا دی جائے۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص کی ایک کنیز تھی۔ اس سے اُس شخص کا ایک بچہ پیدا ہوا۔ مگر اُس نے اسے چھوڑ دیا اور اس کا نکاح اپنے ایک غلام سے کر دیا۔ پھر غلام کا مالک مر گیا تو وہ عورت آزاد ہوگئی، کیوں کہ اپنے بیٹے کی ملکیت میں آ گئی تھی اور اس عورت کا بیٹا اس عورت کے (غلام) شوہر کا مالک بن گیا۔ پھر بیٹا مر گیا تو یہ اپنے بیٹے کی وجہ سے اپنے شوہر کی وارث بن گئی، کیوں کہ اس کا شوہر اس کے بیٹے کا غلام تھا۔ یہ مسئلہ حضرت عثمان کی طرف آیا۔ عورت کہتی تھی کہ یہ میرا عبد ہے اور وہ کہتا کہ یہ میری بیوی ہے اور میں اس سے خوش نہیں ہوں۔

حضرت عثمان نے کہا: یہ تو بہت مشکل مسئلہ ہے۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام بھی موجود تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اس سے سوال کرو کہ کیا اس نے تمھاری میراث ہونے کے بعد تمھارے ساتھ جماع کیا؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر میں جانتا کہ شوہر نے تمھارے ساتھ جماع کیا تو اسے سخت سزا دیتا۔ تم جاؤ اب یہ تمھارا عبد ہے۔ اسے تم پر کوئی حق نہیں ہے۔ اگر چاہو تو اسے غلام بنائے رکھو اور چاہو تو آزاد کر دو اور اسے بیچ دو، تمھیں اس کا اختیار ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک مکاتبہ کنیز سے عہدِ عثمان میں زنا کیا گیا۔ اس وقت وہ ۳/۴ حصّہ آزاد تھی اور ۱/۴ حصّہ کنیز تھی۔ جناب عثمان نے حضرت علیؑ سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اسے ۳/۴ حصّہ آزاد عورت کی سزا سے سزا دو اور ۱/۴ حصّہ کنیز کے حساب سے کنیز کی سزا دو۔ زید بن ثابت نے کہا: کنیز کے حساب سے کوڑے مارے جائیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: اس کو کنیز کی سزا کیسے دے سکتے ہو جب کہ اس کا ۳/۴ حصّہ آزاد ہے اور ۱/۴ حصّہ کنیز ہے۔ جب کہ آزاد عورت کو کوڑے زیادہ لگتے ہیں اور کنیز کو کم لگتے ہیں۔ زید نے عرض کیا: اگر ایسا ہوتا تو پھر اسے وراثت بھی ۳/۴ حصّہ آزاد کی وجہ

سے ملی ہے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: یہ واجب ہے۔ زید ناراض ہوا تو عثمان نے حضرت علیؑ کی مخالفت کی اور زید کی بات پر عمل پیرا ہوا اور حجت کے ظہور کے بعد بھی حجت پر ذرا بھر توجہ نہ کی۔

حضرت علیؑ کا اپنا دورِ حکومت

جب حضرتؑ کی بیعت عام ہوگئی اور عثمان کا عہد ختم ہوگیا تو روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے ہاں بچہ پیدا کیا جس کے دو بدن، دو سر، ایک ہی گردن پر تھے اور دو بدن تھے۔ گھر والوں پر یہ امر مشتبہ ہوگیا کہ یہ ایک ہے یا دو ہیں؟ وہ اسے لے کر حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس گئے، تاکہ اس کے متعلق آگاہ ہوسکیں۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جب یہ سو جائے تو اس کا امتحان کرو۔ اس کے ایک بدن اور ایک سر کو اُٹھاؤ۔ اگر ایک کے اُٹھانے سے دونوں بدن اُٹھ جائیں تو پھر ایک شخص ہے اور اگر ایک کے اُٹھانے سے دوسرا نہ اُٹھے تو وہ دو ہیں۔ اور اگر دو ہیں تو میراث میں دُہرا حصّہ لیں گے۔

خنثٰی (مخنث) کے بارے میں فیصلہ

جناب حسن بن علی العبدی نے سعد بن طریف سے اور انھوں نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ قاضی شُریح مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص پیش کیا گیا تو اس نے شُریح سے کہا: اے ابواُمیہ! مجھے چھوڑ دو مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ شُریح نے حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دو۔ جب وہ اکیلا میرے پاس آیا تو میں نے پوچھا کہ تیرے اکیلے آنے کی غرض و حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا: اے ابواُمیہ! مجھ میں مردوں والی نشانی بھی ہے اور عورتوں کی نشانی بھی ہے۔ میرے بارے کیا حکم ہے؟ کیا میں مرد ہوں یا عورت؟ قاضی نے کہا: میں نے حضرت امیرالمومنینؑ سے ایک واقعہ سنا جو میں تمھیں

سناتا ہوں۔

پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ پیشاب کون سی فرج سے نکلتا ہے؟ اس نے کہا: دونوں سے نکلتا ہے۔ قاضی نے پوچھا: کون سی فرج سے پہلے منقطع ہوجاتا ہے؟ اس نے کہا: دو مقاموں سے اکٹھا بند اور ختم ہوتا ہے۔ شُریح نے تعجب کیا تو اس شخص نے کہا: اب میں تمھیں ایک اور بات بتاتا ہوں جو بہت زیادہ عجیب ہے۔ قاضی شُریح نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میرے باپ نے اس نیت سے میری شادی کی کہ میں ایک عورت ہوں۔ میرے شوہر نے مجھ سے جماع کیا اور مجھے حمل ہوگیا اور حمل کے دوران میرے شوہر نے میری خدمت کے لیے ایک کنیز خریدی۔ میں نے اس کنیز سے جماع کیا تو وہ مجھ سے حاملہ ہوگئی۔ قاضی شُریح نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر تعجب سے مارا اور کہا: یہ ایسا معاملہ ہے جسے حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی حل نہیں کرسکتا، کیوں کہ میں تمھارے بارے کوئی حکم نہیں لگا سکتا۔ پس قاضی اُٹھا اور اس شخص کو ساتھ لے کر ہمراہ دیگر حاضرین کے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا اور سارا قصہ سنایا۔

حضرتؑ نے اس شخص کو بلایا اور پوچھا کہ تمھارا شوہر کون ہے؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں، جو اُس شہر کا رہنے والا تھا۔ حضرتؑ نے اسے بلایا اور پوچھا۔ اس نے تصدیق کی کہ میں شوہر ہوں اور یہ میری بیوی ہے۔ تب حضرت علیؑ نے قنبرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اس کو اندر لے جاؤ اور اپنے ساتھ چار عادل عورتیں لے جاؤ۔ پھر ان کو حکم دو کہ اس کی فرج پر پردہ ڈالتے ہوئے اس کے کپڑے اُتاریں اور اس کی پسلیاں شمار کریں۔

ایک شخص نے کہا: یا امیر المومنینؑ! اس شخص سے کوئی محفوظ نہیں نہ مرد اور نہ عورت۔ آپؑ نے حکم دیا کہ اس کی شلوار کو مضبوطی سے باندھیں اور کمرے میں اکیلا رکھیں۔ پھر اندر داخل ہوکر اس کی پسلیوں کو شمار کریں۔ جب پسلیاں شمار کی گئیں تو دائیں جانب والی آٹھ پسلیاں تھیں اور بائیں جانب والی سات پسلیاں تھیں۔ آپؑ نے فرمایا:

یہ شخص مرد ہے اور حکم دیا کہ یہ اپنے بال کٹوا دے اور اسے ٹوپی، نعلین اور چادر عبا پہنائی جائے اور اسے اور اسکے شوہر کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا جائے۔

بعض نے نقل کیا ہے کہ جب اس شخص نے دو فرج ہونے کا دعویٰ کیا تو حضرت علیؑ نے دو عادل اشخاص کو حکم دیا کہ اس کو خالی کمرے میں لے جائیں اور دو آئینے لگائیں۔ ایک اس شخص کی فرج کے سامنے اور دوسرا اس آئینے کے بالکل مقابل نصب کریں۔ اور اس شخص کو حکم دیا کہ ان آئینوں کے سامنے اپنی فرج سے پردہ ہٹا دے تاکہ دونوں عادل براہِ راست نہ دیکھ سکیں۔ پھر دونوں عادلوں سے فرمایا: اس شخص کے مقابل والے آئینہ میں دیکھیں۔ جب ثابت ہو گیا کہ واقعی دونوں فرج ہیں تو پھر پسلیاں شمار کرنے کا مرحلہ آیا۔ جب دائیں جانب آٹھ پسلیاں پائی گئیں تو اسے مردوں سے ملحق کر دیا۔ اور اس کا کہنا کہ حاملہ ہوں اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور کنیز کے حمل کو اسی شخص خنثیٰ کا حمل قرار دیا اور اسی کے ساتھ ملحق کر دیا۔

گواہوں میں تفریق

روایت کی گئی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو ایک نوجوان رو رہا تھا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ جب حضرتؑ نے پوچھا اس نے کہا: قاضی شریح نے میرے خلاف فیصلہ کر کے میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: تمھارا مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میرے والد ان لوگوں کے ساتھ سفر پر گئے تھے۔ یہ سب واپس آ گئے اور میرے والد نہیں آئے۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ مر گئے ہیں۔ میں نے اس مال کا پوچھا جو ان کے ساتھ تھا تو انھوں نے کہا: ہمیں اس کے اموال کا کچھ علم نہیں۔ قاضی نے ان سے حلف لیا اور انھوں نے قسم کھالی اور مجھے کہا کہ اب ان کا پیچھا چھوڑ دو۔

حضرت امیر المومنینؑ نے قنبرؓ نامی غلام سے فرمایا: لوگوں کو جمع کرو، قاضی اور

پولیس افسر کو بلاؤ۔ پھر آپ بیٹھے اور ان لوگوں کو بلایا گیا جن کے ساتھ اس جوان کا باپ گیا تھا اور وہ فوت ہو گیا تھا۔ اب نوجوان کو بلایا اور پوچھا تو اس نے اپنا دعویٰ دُہرایا اور رونے لگا۔ پھر کہا: یا امیرالمومنینؑ! میں ان لوگوں کو اپنے باپ کے بارے پوری طرح متہم سمجھتا ہوں، کیوں کہ انھوں نے بڑے حیلے بہانے کر کے اسے اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کیا تھا۔ ان کو ہمارے اموال کی لالچ اور طمع تھی۔

امیرالمومنینؑ نے ان لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح کہا جس طرح شُریح کے سامنے کہا تھا کہ وہ شخص مر گیا ہے اور ہمیں اس کے اموال کا علم تک نہیں۔ حضرتؑ نے ان لوگوں کے چہروں کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں تمھارے کارنامے کو نہیں جانتا جو تم نے اس جوان کے باپ کے ساتھ کیا ہے؟ کیا میں علم نہیں رکھتا، پھر ان کو حکم دیا کہ مسجد میں متفرق ہو جائیں اور ہر شخص کو مسجد کے ستون کے ساتھ ایک ایک کر کے کھڑا کر دیا پھر اپنے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کو بلایا اور فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ۔ اب ان لوگوں میں سے ایک کو بلایا اور کہا: ذرا آہستہ بول کر مجھے بتاؤ کس تاریخ کو اس شخص کو ساتھ لے کر گھر سے نکلے تھے؟ اس نے تاریخ، مہینہ اور سال بتایا تو حضرتؑ نے کاتب سے فرمایا: یہ لکھ لو۔ پھر اس سے پوچھا کہ وہ شخص کس مرض میں فوت ہوا؟ اس نے مرض بتائی۔ پھر پوچھا کہ کون سے مقام پر فوت ہوا تو اس نے مقام بتایا۔ پھر پوچھا: اسے غسل اور کفن کس نے دیا؟ تو اس نے بتایا کہ فلاں فلاں نے۔ پھر پوچھا: کس طرح کا کفن دیا تو اس نے بتایا: اس نوعیت کا تھا۔ پھر پوچھا: کس نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی؟ تو کہا: فلاں فلاں نے۔ پوچھا: کس نے اسے قبر میں داخل کیا؟ تو کہا: فلاں نے۔ عبیداللہ بن ابی رافع نے یہ سب تفتیش لکھ دی۔ جب اس کا اقرار اور اس کے دفن تک پہنچا تو امیرالمومنینؑ نے تکبیر پڑھی جسے اہلِ مسجد نے سنا۔ پھر اس شخص کو بھیج دیا اور دوسرا گواہ بلایا اور اپنے پاس بٹھایا اور اس سے وہی سوال

کیے جو پہلے شخص سے کیے تھے لیکن اس کے جوابات پہلے کے جوابات سے برعکس تھے اور عبیداللہ کاتب نے سب کچھ لکھ دیا۔ جب اس سے سوالات کر کے فارغ ہوئے تو تکبیر پڑھی جسے اہلِ مسجد نے سنا اور فرمایا: ان اشخاص کو مسجد سے پکڑ کر زندان میں پہنچا دو۔ پھر تیسرے شخص کو بلایا تو اس نے پہلے دو کے بالکل خلاف سوالوں کے جواب دیے۔ وہ بھی لکھ لیے گئے اور حضرتؑ نے تکبیر پڑھی اور اس کو بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ زندان بھیج دیا۔ پھر چوتھے کو بلایا تو اس کا کلام اور لہجہ بالکل مختلف تھا اور اس نے اعتراف کیا کہ ہم نے مل کر اس شخص کو قتل کیا اور اس کے اموال حاصل کیے اور اسے فلاں فلاں مقام پر دفن کیا ہے جو قریب کوفہ ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے تکبیر پڑھی اور اس کے زندان جانے کا حکم دیا اور ایک شخص کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے یہ خیال کیا کہ وہ شخص اپنی طبعی موت مرا ہے اور تم نے اسے قتل کیا ہے اب مجھے حقیقت بتاؤ ورنہ تجھ سے انتقام لوں گا۔ تمھارے اس واقعہ میں حق واضح ہوگیا اور تمھارے ساتھی نے قتل کا اعتراف کیا ہے جس کا دوسرے نے بھی اعتراف کیا ہے اور باقیوں کو بلایا تو انھوں نے اعتراف کر لیا اور اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوئے۔

اور ان تمام کی باتوں کا اس پر اتفاق تھا کہ انھوں نے اس شخص کو قتل کیا ہے اور مال لوٹا ہے۔ پھر حکم دیا کہ وہاں سے وہ مال نکال کر لائیں جسے انھوں نے دفن کیا ہے۔ مال وہاں سے لایا گیا اور اس جوان کے سپرد کر دیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ اب کیا چاہتے ہو؟ میں نے سمجھ لیا جو تمھارے باپ کے ساتھ ہوا۔ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ خدا کرے۔ تو میں خدا کی رضا کے لیے دنیا کی سزا معاف کرتا ہوں۔ پس حضرت علیؑ نے حدِ قتل جاری نہ کی اور سزا دی۔

واقعۂ مات الدین

قاضی شُریح نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! یہ حکم کیسا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت

داؤدؑ بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے تو اپنے میں سے ایک کو کہہ رہے تھے: یَامَاتَ الدِّین اے مات اللہ! اور وہ بچہ ان کو جواب دیتا تھا۔ حضرت داؤدؑ ان کے قریب گئے اور فرمایا: اے غلام تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا نام مات الدین ہے۔ جناب داؤدؑ نے فرمایا: تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے؟ اس نے کہا: میری ماں نے۔

حضرت داؤدؑ نے فرمایا: تیری ماں کہاں ہے؟ اس نے کہا: گھر میں ہے۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا: مجھے اپنی ماں کے پاس لے جاؤ تو وہ لے گیا اور اس کی ماں گھر سے باہر دروازے پر آئی تو حضرت داؤدؑ نے فرمایا: اے اللہ کی کنیز! تیرے اس بیٹے کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: اس کا نام مات الدین ہے۔ جناب داؤدؑ نے فرمایا: یہ نام کس نے رکھا؟ اس نے کہا: اس کے باپ نے رکھا۔ حضرت داؤدؑ نے پوچھا: یہ نام رکھنے کی وجہ کیا تھی؟ اس نے کہا: وہ ایک سفر پر گیا، اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ تب یہ غلام میرے بطن میں تھا۔ تمام لوگ واپس آگئے لیکن میرا شوہر نہ آیا۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: (مَاتَ) وہ مر گیا ہے۔ میں نے اس کے اموال کے بارے پوچھا تو اُنھوں نے کہا: اس کے اموال کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے؟ میں نے کہا: کیا اُس نے تمھیں کوئی وصیّت کی تھی؟ انھوں نے کہا: ہاں اس کا خیال تھا کہ تم حاملہ ہو، جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام مات الدین رکھنا۔ پس میں نے وہی نام رکھا جو اس کی وصیّت تھی اور اس کے خلاف کرنا پسند نہ کیا۔

حضرت داؤدؑ نے اس عورت سے فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ کیا تم ان لوگوں کو پہچانتی ہو؟ اس نے کہا: ہاں! پہچانتی ہوں۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا: چلو ان کی نشان دہی کرو۔ نشان دہی کی گئی تو حضرتؑ نے ان کو گھروں سے بلایا اور بلا کر ان سے تفتیش کی تو اسی قسم کا فیصلہ کیا جو میں نے آج کیا ہے۔ حالاں کہ ان پر خون بہا ثابت ہو گیا تھا اور مال ان سے برآمد ہو گیا تھا۔ پھر اس عورت سے کہا کہ اب اس بیٹے کا نام رکھو عَاشَ الدِّین۔

کشفِ بیاض

روایت ہے کہ ایک عورت نے ایک نوجوان کو اپنی طرف (گناہ کے لیے) راغب کیا لیکن نوجوان نے انکار کر دیا۔ وہ غصّے میں آئی اور انڈا لے کر اس کی سفیدی اپنے کپڑوں پر لگائی اور پھر نوجوان سے چمٹ گئی اور اسے حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس لے گئی اور کہا کہ اس جوان نے میرے ساتھ زیادتی کر کے مجھے رُسوا کیا ہے۔ پھر کپڑے دکھائے کہ یہ اس کی منی لگی ہوئی ہے۔ وہ نوجوان رو رہا تھا اور اس کام سے عذر اور بیزاری کر رہا تھا اور اپنی بے گناہی کی قسم کھاتا تھا۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے غلام قنبرؓ سے فرمایا: شدید گرم پانی لاؤ۔ جب گرم پانی لایا گیا تو عورت کے کپڑے پر ڈالا اور نوجوان کے کپڑے پر بھی ڈالا تو انڈے کی سفیدی سکڑ کر جمع ہوگئی۔ پھر اس سفیدی کو لیا اور دو اصحاب کو دیا کہ اسے پکاؤ اور کھاؤ۔ جب پکا کر کھایا گیا تو وہ واقعی انڈے کی سفیدی تھی۔ جب تصدیق ہوگئی تو حضرتؑ نے اُس نوجوان کو چھوڑ دیا اور اس عورت کو جھوٹا دعویٰ کرنے پر سزا دی۔

پھر روٹیوں والے آئے

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ جب حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ کیا جس کا کوئی سابقہ نہ تھا اور دعویٰ یہ تھا کہ دو شخصوں نے اکٹھے سفر کیا، ایک مقام پر بیٹھ کر کھانا کھانا چاہا تو ایک نے پانچ روٹیاں نکالیں اور دوسرے نے تین روٹیاں نکالیں کہ اچانک ایک شخص وہاں آن پہنچا۔ اس نے سلام کیا تو انھوں نے اُسے بھی کھانے کی دعوت دی تو وہ بھی بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ کھانے میں شامل ہوگیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے آٹھ درہم دیے اور دونوں سے کہا: یہ اس کھانے کی قیمت ہے جو میں نے تمھارے ساتھ بیٹھ کر کھایا ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ اب ان دونوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، تین روٹیوں والا کہتا تھا کہ یہ تیرے اور میرے درمیان برابر تقسیم ہوں گے اور پانچ

روٹیوں والا کہتا تھا کہ نہیں میرے لیے پانچ درہم اور تمھارے لیے تین درہم ہوں گے۔ تو یہ اپنا دعویٰ حضرت علیؑ کے پاس لے گئے اور اپنا قصہ سنایا۔

حضرتؑ نے ان دونوں سے فرمایا: یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مصالحت کرلو اور جھگڑا نہ کرو کیوں کہ صلح تمھارے لیے بہتر ہے۔ تین روٹیوں والے نے کہا: میں ایسے راضی نہیں ہوں، آپ صحیح فیصلہ کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اگر تم صلح پر راضی نہیں ہوتے اور صحیح فیصلہ چاہ رہے ہو تو تمھارے حصّے میں ان آٹھ درہموں میں سے صرف ایک درہم آتا ہے جب کہ تمھارے ساتھی کے سات درہم ہیں۔

اس نے کہا: سبحان اللہ! یہ کس طرح کا فیصلہ ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: تیری تین روٹیاں تھیں اور تیرے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ کل آٹھ روٹیاں ہوئیں۔ ہر روٹی کو تین حصوں میں تقسیم کرو تو یہ چوبیس حصّے ہوں گے۔ تم نے خود آٹھ کھائے، آٹھ تمھارے ساتھی نے کھائے اور مہمان نے بھی آٹھ ٹکڑے کھائے۔ جب اس نے تمھیں آٹھ درہم دیے تو تیرے ساتھی کے لیے سات اور تیرے لیے ایک ہوا۔ کیوں کہ تین روٹیوں کے نو حصّے ہوئے، آٹھ تو نے خود کھائے اور ایک مہمان نے کھایا اور اس کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے تھے، آٹھ اس نے کھائے اور سات مہمان نے کھا لیے۔ تو اسی طریقے پر فیصلہ ہے کہ سات اس کے لیے اور ایک تیرا حصّہ بنتا ہے۔ یہ فیصلہ سنا تو دونوں شخص اس فیصلہ پر راضی ہوگئے اور بصیرتِ علیؑ سے مطمئن ہو کر چلے گئے۔

چار شرابی

علمائے سیرت نے روایت کی ہے کہ زمانۂ امیرالمومنینؑ میں چار شخصوں نے شراب پی تھی۔ وہ نشہ میں مست ہوگئے۔ انھوں نے چاقوؤں اور چھریوں سے اپنے پیٹ زخمی کیے اور وہ جراح کے پاس پہنچ گئے۔ یہ خبر حضرت امیرؑ تک پہنچی تو آپؑ نے ان سب کو قید کرنے کا حکم صادر فرمایا جب تک کہ ان کو نشے سے افاقہ نہ ہوا۔ ان میں

سے دو زندان میں مر گئے اور دو باقی بچ گئے۔ دو کی قوم والے حضرت امیرؑ کے پاس آئے اور کہا: ان دو نے ہمارے دو ساتھی قتل کر دیے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: ان کے بارے میں تمھاری کیا معلومات ہیں؟ شاید ان دو نے ایک دوسرے کو قتل کیا ہو؟ انھوں نے کہا: ہم نہیں جانتے جو اللہ نے آپؑ کو علم عطا فرمایا ہے آپؑ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔

آپؑ نے فرمایا: مقتولین کی دیت ان چار شرابیوں کے خاندان والوں پر ہے البتہ دو زندوں کے زخموں کے علاج کے اخراجات نکال کر باقی دیت دی جائے۔ یہ حکمِ الٰہی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قاتل پر گواہ پیش کرنا نہیں ہوتے اور نہ قتلِ عمد میں گواہ طلب ہوتے ہیں، یہی قتلِ خطائی میں حکم ہے۔

فرات میں غرق ہوئے

روایت میں ہے کہ چھے شخص فرات میں داخل ہوئے اور کھیلتے کودتے رہے۔ ان میں سے ایک غرق ہو گیا تو دو شخصوں نے تین کے خلاف گواہی دی کہ انھوں نے اُسے غرق کیا ہے۔ دوسرے نے دو کے خلاف گواہی دی کہ (ہم نے نہیں) اِنہوں نے اسے غرق کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فیصلہ کیا کہ اس کی دیت ان پانچوں اشخاص پر ہے۔ ۳/۵ حصّہ دیت ان دو پر، ان کی شہادت کی وجہ سے اور ۱/۵ حصّہ دیت ان تین پر جن کے خلاف دو نے گواہی دی ہے اور ۱/۵ حصّہ دیت ان تینوں پر ان کے خلاف شہادت کی وجہ سے۔ یہ قضاوت میں سب سے صحیح فیصلہ تھا جو حضرتؑ نے کیا۔

ایک شخص کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال کی ایک وصیّت کی لیکن جز معین نہ کیے۔ اس کے مرنے کے بعد وارثوں کا جز کی مقدار میں اختلاف ہو گیا تو وہ حضرت امیر المومنینؑ کے پاس آئے۔ آپؑ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے مال سے ساتواں حصّہ نکالا جائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ

مَّقْسُوْمٌ (سورۂ حجر، آیہ ۴۴)

ایک شخص کے بارے میں حضرتؑ نے فیصلہ کیا جس نے موت کے وقت ایک حصّہ کی وصیّت کی لیکن وہ حصّہ معین نہ کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اختلاف ہوا تو حضرتؑ نے فیصلہ کیا کہ اس کے مال کا آٹھواں حصّہ وصیّت سمجھا جائے اور تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ (سورۂ توبہ، آیہ ۶۰) اور مساکین وفقراء کی آٹھ اصناف ہیں اور ہر صنف کا ایک سہم ہے۔

العبدالقدیم

ایک شخص کے بارے میں جس نے وصیّت کی کہ میری طرف سے ہر عبد قدیم کو آزاد کیا جائے۔ جب وہ فوت ہوا تو وصی کو علم نہ تھا کہ کیا کرے، اس بارے میں پوچھا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا: جس عبد کو چھے ماہ ہو گئے ہوں اِس کو آزاد کیا جائے اور تائید میں یہ آیت تلاوت کی: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (سورۂ یٰس، آیہ ۳۹) اور یہ ثابت ہے کہ عرجون چھے ماہ کے بعد ہوتا ہے۔

چھے ماہ روزے رکھے

ایک شخص نے نذر کی کہ وہ کبھی روزہ رکھے گا لیکن اس نے وقت معین نہ کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: چھے ماہ روزے رکھے اور یہ آیت تلاوت کی: تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا (سورۂ ابراہیم، آیہ ۲۵)۔ اور حنین چھے ماہ کا ہوتا ہے۔

ایک شخص آیا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! میرے پاس کھجور تھی اور میری زوجہ نے جلدی سے وہ کھجور مجھ سے لی اور ایک دانہ منہ میں ڈال لیا۔ اُس نے قسم کھائی کہ وہ نہ کھجور کھائے گی اور نہ اُسے ہاتھ لگائے گی۔ حضرتؑ نے فرمایا: اس کو کہو کہ آدھا دانہ کھا لے اور آدھے کو پھینک دے تو وہ اپنی قسم سے خلاصی ہو جائے گی۔

احکام عجیبہ وغریبہ

ایک شخص نے بیوی کو مارا اور اس کا حمل (علقہ) سقط ہوگیا تو آپؑ نے فرمایا:

شوہر پر اس علقہ کی دیت چالیس دینار ہے اور یہ تلاوت فرمائی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ○ (سورہ مومنون، آیہ ۱۲-۱۴)

پھر فرمایا: نطفہ سقط ہو تو بیس دینار اور علقہ سقط ہو تو چالیس دینار اور مضغہ سقط ہو تو ساٹھ دینار اور ہڈیاں بن جائیں تو اسّی دینار اور روح داخل ہو جائے تو سو دینار اور مکمل روح داخل ہو جائے تو ہزار دینار دیت ہے۔

یہ وہ فیصلے ہیں جو حضرتؑ نے احکامِ عجیبہ وغریبہ کے کیے ہیں اور ان سے پہلے کسی نے ایسا فیصلہ نہیں کیا اور سُنّی وشیعہ سے کوئی بھی ان فیصلوں کو نہ جانتا تھا، صرف علیؑ نے سمجھا اور آپؑ کی عترت نے ان احکام پر عمل کیا۔

اگر کسی غیر کے قول کا امتحان لیا جائے تو وہ حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے عاجز ہیں اور یہ واضح اور مسلّم ہے۔

بچہ پرنالہ کے سرے پر

روایت ہے کہ ایک عورت نے چھے ماہ کا بچہ چھت پر چھوڑ دیا اور وہ ہاتھوں کے بل چلتا ہوا پرنالہ (میزاب) کے اُوپر جا بیٹھا۔ اس کی ماں چھت پر آئی لیکن اس کو پکڑنے کی قدرت نہ رکھتی تھی۔ سیڑھی لائی گئی لیکن پھر بھی وہ بچے کو نہ پکڑ سکی، کیوں کہ پرنالہ طولانی تھا اور بچہ پرنالے کے سرے پر آ بیٹھا تھا، جو چھت سے دُور تھا اور ماں چیخ و

پکار کر رہی تھی اور بچے کے گھر والے رو رہے تھے۔ یہ واقعہ حضرت عمر کے زمانے میں ہوا تو لوگ حضرت عمر کے پاس آئے۔ حضرت عمر بھی لوگوں کے ساتھ آئے۔ یہ منظر دیکھ کر سبھی حیران تھے۔ سب نے کہا: اب یہ مشکل علیؑ کے سوا کوئی حل نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؑ آئے تو بچے کی ماں بہت چلائی۔ پس علیؑ نے بچے کی طرف دیکھا تو بچہ بولا لیکن کسی کو اس کے کلام کی سمجھ نہ آئی۔ حضرتؑ نے فرمایا: یہاں اس جیسا ایک بچہ لاؤ۔ بچہ لایا گیا تو (اُس) بچے نے (اِس) بچے کی طرف دیکھا، پھر بچوں نے آپس میں بچپن کی بولی میں کلام کیا۔ اچانک بچہ پرنالے سے واپس چھت پر چلا گیا۔ مدینہ میں خوشی کی ایسی لہر دوڑی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی خوشی کا اظہار نہ ہوا تھا۔

پھر علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: کیا آپؑ نے ان کے کلام کو سمجھا؟ آپؑ نے فرمایا: پہلے بچے نے جو کلام کیا وہ یہ تھا کہ مجھے امیرالمومنینؑ کہہ کر سلام کیا اور میں نے جوابِ سلام دیا اور میں نے اس سے بات کرنے کا ارادہ نہ کیا، کیوں کہ حدِّ خطاب تکلیف تک نہ پہنچی تھی۔ پھر میں نے اس جیسے بچے کے لانے کا کہا تا کہ وہ اسے بچوں کی زبان میں میرا پیغام دے کہ اے بھائی! واپس چھت کی طرف چلے جاؤ، اپنی ماں اور قبیلہ کا اپنی موت سے دل نہ جلاؤ۔

اس نے کہا: معذرت میرے بھائی! میرے یہاں پہنچنے سے پہلے مجھ پر شیطان غالب آ گیا ہے۔ اس بچے نے کہا: واپس چھت کی طرف چلے آؤ شاید تمھاری صلب سے ایسا بچہ پیدا ہو جو اللہ، رسولؐ اور اس شخص یعنی امیرالمومنینؑ سے محبت کرنے والا ہو۔ یوں وہ بچہ اللہ کے کرم اور حضرت امیرؑ کی کرامت سے چھت کی طرف گیا۔

ایک عورت کے اُونٹ کا قصہ

جناب عمار یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس تھا کہ بھاری آواز آئی جو جامع الکوفہ سے تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: عمارؓ جاؤ اور میری ذوالفقار

قاطع الاعمار کو لاؤ۔ میں تلوار لایا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جاؤ اور اس شخص کو عورت پر ظلم کرنے سے روکو۔ اگر رُک جائے تو ٹھیک ہے ورنہ میں اسے ذوالفقار سے روکوں گا۔

عمارؓ نکلے اور دیکھا کہ ایک شخص اور عورت کھڑے ہیں اور مرد نے عورت کے اُونٹ کی مہار پکڑی ہوئی ہے اور عورت کہہ رہی ہے کہ یہ اُونٹ میرا ہے اور وہ شخص کہتا ہے کہ اُونٹ میرا ہے۔ میں نے اس شخص سے کہا: حضرت امیرالمومنینؑ تجھے اس عورت پر ظلم کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ اس نے جواباً کہا: علیؑ سے کہو کہ وہ اپنے شغل میں مشغول رہیں اور وہ پہلے اپنے ہاتھ دھوئیں جو بصرہ کے مسلمانوں کے خون میں رنگین ہوئے، اور اُس نے کہا: اب وہ مجھ سے اُونٹ چاہتا ہے اور اُونٹ لے کر اس جھوٹی عورت کو دینا چاہتا ہے۔

عمارؓ واپس آئے اور حضرتؑ کو حالات بتائے۔ حضرت علیؑ باہر نکلے اور آپؑ کے چہرے پر غضب الٰہی تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اے بدبخت! اس عورت کے اُونٹ کو چھوڑ دے۔ اس نے کہا: یہ اُونٹ میرا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے ملعون تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اس نے کہا: اس عورت کی صداقت کی گواہی کون دیتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا گواہ وہ ہے کہ کوفہ سے جس کی گواہی کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اس شخص نے کہا: اگر اس شاہد نے شہادت دی کہ یہ اُونٹ اس عورت کا ہے تو میں اُونٹ دے دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا: اے اُونٹ! تو خود بول کر بتا کہ تم کس کے اُونٹ ہو؟ اُونٹ زبان میں بولا: یاامیرالمومنینؑ! میں اس عورت کا اُونٹ انیس سال سے ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے عورت! اپنا اُونٹ لے لے، اور اس مرد کو ایسی ضرب لگا کہ اس کے دو برابر حصّے ہو جائیں۔

قصة العلاّم

جناب واقدی نے حضرت جابر سے اور انھوں نے حضرت سلمانِ فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس ایک غلام بالغ آیا اور کہا کہ میری ماں

نے مجھے میرے باپ کی وراثت سے محروم کر دیا ہے اور میرا انکار کر دیا ہے کہ تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ حضرت عمر نے اس عورت کو بلایا اور اس سے کہا: تم نے اپنے اس بیٹے کا انکار کیوں کیا ہے؟

اس نے کہا: یہ جھوٹا ہے اور میرے پاس گواہ ہیں کہ میں باکرہ ہوں۔ میں نے شادی بھی نہیں کی۔ اس عورت نے سات عورتوں کو رشوت دے رکھی تھی اور اُس نے اس عورت کو دس دینار دیے تھے کہ وہ گواہی دے کہ میں باکرہ ہوں اور میں نے شادی ہی نہیں کی، نہ شوہر دیکھا ہے۔

حضرت عمر نے اس سے کہا: کیا تمھارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے کہا: سات عورتیں گواہی کے لیے حاضر ہیں۔ اُن ساتوں نے گواہی دے دی کہ یہ باکرہ ہے اور اس نے شادی ہی نہیں کی، نہ کسی شوہر نے اسے مَس کیا ہے۔ اس پر غلام نے کہا: میرے اور اس کے درمیان ایک علامت ہے، میں اس کے متعلق بتاتا ہوں، شاید یہ اُسے پہچان لے۔ حضرت عمر نے غلام سے کہا: بتاؤ وہ کیا نشانی ہے؟ غلام نے کہا: میرے والد شیخ سعد بن مالک تھا، اسے حارث مزنی بھی کہتے تھے۔

میں قحط والے سال پیدا ہوا اور میں نے پورے دو سال تک بکری کا دودھ پیا۔ پھر میں بڑا ہوگیا تو میرے والد ایک قافلہ کے ساتھ تجارت کرنے گئے۔ دوسرے سب واپس آ گئے مگر میرے والد واپس نہ آئے۔ ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ تمھارا باپ فوت ہوگیا ہے۔ جب میری اس ماں نے یہ خبر سنی تو میرا انکار کر دیا اور مجھ سے دور ہوگئی اور اجنبی بن گئی۔

حضرت عمر نے کہا: فیصلہ مشکل ہے، لہٰذا حضرت علیؑ کے پاس جاؤ، علیؑ کے بغیر کوئی یہ مسئلہ حل نہیں کرسکتا۔ غلام چلّا کر پوچھ رہا تھا: این منزل کاشف الکروب۔ اس اُمت کے خلیفۂ برحق کی منزل کہاں ہے؟ اس کی حضرت علیؑ کے گھر کی طرف

رہنمائی کی گئی کہ جو حلِ مشکلات اور کاشف الکروبات ہیں۔ وہ دروازے پر رُک گیا اور بلند آواز سے کہا: یا کاشف الکروب؟ امامؑ نے فرمایا: اے غلام! کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا: یا مولیٰ! میری ماں نے میرا حق روک دیا ہے اور میرا انکار کر دیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: قنبرؓ! قنبرؓ نے کہا: لبیک یا مولائی۔ آپؑ نے فرمایا: جاؤ اور اس عورت کو مسجد نبویؐ میں حاضر کرو۔ قنبرؓ گئے اور اس عورت کو امامؑ کے سامنے لائے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے بدبخت! تو نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا؟ اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! میں کنواری ہوں اور میری کوئی اولاد ہی نہیں، مجھے تو کسی بشر نے مَس تک نہیں کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے عورت! کلام کو طول نہ دے، میں ابن عم رسولؐ، بدرِ تمام اور تاریکیوں کا چراغ ہوں۔ تحقیق جبرئیلؑ نے تیرے قصے کی مجھے اطلاع دی ہے اس نے کہا: اے میرے مولاؑ دائی بلالیں وہ میرا معائنہ کرے کہ میں باکرہ ہوں یا نہیں؟ دائی حاضر کی گئی۔ جب وہ دائی اندر گئی تو اس عورت نے اپنے بازو پر باندھے دینار اُسے دے دیے اور کہا کہ میری گواہی دو کہ میں باکرہ ہوں۔ جب دائی باہر آئی تو اُس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! یہ تو باکرہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے قنبرؓ! اس بوڑھی نے بھی جھوٹ بولا ہے۔ اس کی تلاشی لو۔ جب تلاشی لی گئی تو اس سے دینار برآمد ہوئے۔

اس وقت لوگوں نے شور و غل بلند کیا تو آپؑ نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ۔ کیوں کہ میں علمِ نبوت کا ظرف ہوں، پھر عورت کو بلایا اور فرمایا: اے عورت! میں دین کی زینت، دین کا قاضی، حسنؑ و حسینؑ کا باپ ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تیری شادی اس غلام جوان سے کردوں جو تیرے اُوپر مدعی ہے۔ کیا تجھے شوہر کے حوالہ سے یہ قبول ہے؟ اس نے کہا: نہیں یا مولائی! کیا آپ شریعتِ محمدؐ کو باطل کرتے ہو؟ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: میرے بیٹے سے شادی کرتے ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اب تک تم نے یہ حرکت اور انکار

کیوں کیا؟ اس نے کہا: میراث کے خوف سے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اللہ سے استغفار کرو اور توبہ کرو۔ پھر ان کے درمیان صلح کرا دی اور بیٹے کو اپنی ماں سے ملحق کر دیا اور اس کو باپ کی وراثت بھی دلا دی۔

اہلِ بیتؑ المقدس کے جوان کا قصہ

حضرتؑ کے فضائل میں سے یہ روایت مذکور ہے کہ بیت المقدس کا ایک شخص مدینہ آیا۔ وہ خوب صورت اور جوان تھا۔ اس نے نبی پاکؐ کے حجرے کی زیارت کی اور مسجد میں رہنے کا قصد کیا۔ وہ ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت کرتا تھا۔ خلافتِ حضرت عمر کا زمانہ تھا۔ وہ نوجوان تمام مخلوق سے زیادہ عبادت کرتا تھا اور لوگ اس جیسی عبادت کی تمنا کرتے تھے۔ حضرت عمر خود اس کے پاس آئے اور اس کی حاجات پوری کیں۔

ایک مرتبہ اس مقدسی نے کہا: میں حج بیت اللہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ عازمِ حج ہوا۔ حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا: یا اباحفص! میں حج پر جا رہا ہوں، میری ایک امانت ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس رکھ دوں اور حج سے واپسی پر لے لوں۔ حضرت عمر نے قبول کیا۔ اس جوان نے ایک ڈبہ تالا لگا کر اس کے سپرد کیا اور خود کاروانِ حج کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ حضرت عمر اس کاروانِ حج کو الوداع کرنے گیا تو سالارِ کاروان سے کہا کہ میں تجھے اس جوان کی خصوصی وصیت کرتا ہوں، اس سے اچھا سلوک کرنا۔

اس کاروان میں ایک انصاری عورت بھی تھی۔ وہ ہمیشہ اس جوان مقدسی کو دیکھتی رہتی تھی۔ جہاں نزول ہوتا وہ اس کے قرب میں اپنا پڑاؤ ڈالتی۔ ایک دن وہ اس جوان کے پاس آئی اور کہا: اے جوان! مجھے تمھارے اس خوب صورت اور عمدہ جسم پر رحم آتا ہے کہ تم نے گرم کپڑے پہنے ہوئے ہیں؟ اس جوان نے کہا: جسم کو تو کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے، اس نے تو مٹی میں چلے جانا ہے۔ عورت نے کہا: میں تمھیں اس چمکتے موتی

کی طرف بلاتی ہوں جو سورج کو شرما دیتا ہے۔ نوجوان نے کہا: اے عورت! خوفِ خدا کرو اور مجھ سے دُور ہو جاؤ۔ مجھے تمھارے کلام نے عبادت سے روک دیا ہے۔ اس عورت نے کہا: مجھے تم سے ایک حاجت ہے اگر تم میری وہ خواہش پوری کرو تو پھر میں تمھیں تنگ نہ کروں گی۔ اور اگر پوری نہ کرو گے تو میں تمھیں نہ چھوڑوں گی۔ یہاں تک کہ تم (تنگ آ کر) میری وہ حاجت پوری کر دو گے۔ جوان نے پوچھا: تمھاری حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا: جنسی خواہش۔

نوجوان نے اُسے جھڑکا اور مذمت کی، اللہ کا خوف دلایا اور کہا: میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ عورت نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو تمھیں عورتوں کے چکروں میں ایسا پھنساؤں گی اور ایسا مکر کروں گی کہ تمھارا اس سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس جوان نے اس عورت کی طرف توجہ نہ دی اور نہ اس کی دھمکی کی پروا کی۔ ایک رات وہ جوان عبادت کرتے کرتے تھک گیا۔ تھوڑی سی نیند کی تو وہ عورت آ گئی۔ اُس نے جوان کے سر کے نیچے سے اس کے زادِراہ کی تھیلی اُٹھائی اور اپنے پانچ سو دینار بھی اس میں ڈال دیے اور تھیلی دوبارہ اس کے سرہانے رکھ کر چلی گئی۔ جب صبح نمودار ہوئی اور قافلہ والے اُٹھے اور یہ ملعونہ بھی نیند سے اُٹھی۔ اُس نے چیخ کر کہا: ہائے اللہ! اے سالارِ کارواں! اے لوگو! میں ایک مسکین عورت ہوں کسی نے میرا نفقہ اور زادِراہ چُرا لیا ہے۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ میری مشکل حل کرو۔

سالار نے قافلہ میں موجود ایک شخص سے کہا: تمام حاجیوں کی تلاشی لے، تمام کی تلاشی لی گئی لیکن کسی سے اس ملعونہ کی رقم نہ ملی۔ صرف وہی جوان باقی بچا جس کی تلاشی نہ لی گئی۔ سالار کو بتایا گیا۔ عورت نے کہا: اے لوگو! تمھیں کیا تکلیف تھی اگر اس جوان کی تلاشی بھی لے لیتے۔ وہ بھی تو مہاجرین اور انصار جیسا ہی ہے۔ تم کیا جانو کہ اس کا ظاہر اچھا ہو اور باطن بُرا ہو۔ عورت نے چیخ پکار کر کے قافلہ والوں کو اس جوان کے

سامان کی تلاشی پر تیار کرلیا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی، وہ نماز میں مصروف تھا، جب اُس نے ان کو دیکھا تو اُس نے نماز ختم کی اور کہا: کیا کام ہے؟ انھوں نے کہا: اس انصاری عورت نے کہا ہے کہ میری چوری ہوگئی ہے، ہم نے باقی تمام قافلے کی تلاشی لی ہے کہیں سے اس کے زادراہ کا پتہ نہیں چلا، صرف آپ کی تلاشی باقی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے سامان کی تلاشی بھی لے لی جائے حالاں کہ حضرت عمر نے آپ کے بارے میں تاکید کی تھی۔

تو اس جوان نے کہا: اس میں مجھے کیا ضرر ہے جیسے چاہو تلاشی کرو، مجھے اپنے اُوپر اعتماد ہے۔ جب انھوں نے اس تھیلی کو کھولا جس میں اس جوان کا زادِراہ تھا تو اس میں ایک اور تھیلی (پرس) موجود پائی۔ عورت نے چیخ کر کہا: اللہ اکبر! خدا کی قسم یہی میرا مال اور کمائی ہے اور اس میں دینار ہے اور لؤلؤ کے موتیوں کا گلے کا ہار ہے جس کا وزن اس قدر ہے۔ جس طرح عورت نے بتایا ویسی نشانیوں سے وہ مال برآمد ہوگیا۔ تمام قافلے والے اس پر ٹوٹ پڑے، کسی نے ضرب ماری، کسی نے گالی دی، کسی نے طعن و تشنیع کیا اور بدبخت کہا۔ لیکن اس جوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس جوان کو زنجیر پہنا کر پیدل چلا کر مکہ لے گئے۔ جوان نے کہا:

اے قافلہ والو! بحق خدا بیت اللہ کا صدقہ مجھ پر مہربانی کرو، میرے زنجیر کھول دو، مجھے آزادی سے مناسکِ حج ادا کرنے دو، حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد خدا اور رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں واپس تمھارے پاس آؤں گا اور اپنے ہاتھ تمھارے ہاتھوں میں دے دوں گا۔ ان کے دلوں میں خدا نے رحمت اور نرمی پیدا کی اور اُسے چھوڑ دیا۔ جب اس نے مناسکِ حج ادا کر لیے تو وہ قافلہ کے پاس آیا اور انہیں کہا: اب میں تمھارے پاس آیا ہوں مجھے جو سزا دینی ہے دو، میں حاضر ہوں۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اگر یہ جدائی چاہتا تو کبھی واپس نہ آتا۔ انھوں نے اس جوان کو چھوڑ دیا اور

سب حجاج کرام واپس مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں اس عورت کو اپنا زادِ راہ صرف کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اُس نے ایک چرواہا دیکھا۔ اس سے زادِ راہ مانگا تو چرواہے نے کہا: میرے پاس جس قدر چاہو زادِ راہ ہے لیکن بیچتا نہیں ہوں، ہاں اگر تو میری جنسی خواہش پوری کر دے تو تجھے زادِ راہ دے دوں گا۔ اس عورت نے اس کی جنسی خواہش پوری کی اور اس سے زادِ راہ لیا۔ جب یہ چرواہے کے پاس سے واپس آئی تو راستے میں اُس نے ابلیس ملا۔ اُس نے اس کو کہا کہ تو حاملہ ہو گئی ہے۔ اس نے کہا: کس سے؟ ابلیس نے کہا: اس چرواہے سے، وہ چیخنے چلّانے لگی۔ ابلیس نے کہا: ڈرو نہیں جب کارواں میں جاؤ گی تو ان کو کہہ دینا کہ میں نے اس مقدس جوان کی خوب صورت تلاوت سنی تو قریب آ گئی اور مجھے نیند آ گئی اور جب مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو وہ جوان میرے قریب ہوا اور مجھ سے ہم بستری کی اور میں اس وقت اپنے نفس سے دفاع بھی نہ کر سکتی تھی اور اب مجھے اس سے حمل ہو گیا ہے۔ میں ایک انصاری عورت ہوں اور میرا خاندان کافی بڑا ہے۔ جو ابلیس نے کہا تھا وہ اس ملعونہ نے کیا۔ کسی نے شک نہ کیا، کیوں کہ وہ پہلے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ عورت کا مال اسی جوان کے سامان سے برآمد ہوا۔ چناں چہ سب اس جوان کے اردگرد جمع ہو گئے اور کہا: کیا تمھارے لیے زادِ راہ کی چوری ہی کافی نہ تھی کہ زنا بھی کر لیا۔ کسی نے اُسے مارا، کسی نے گالی دی، خوب طعن تشنیع ہوئی اور انھوں نے اسے زنجیروں میں جکڑ لیا لیکن اس نے کسی کا جواب نہ دیا۔ جب حجاج کرام مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عمر چند اصحاب کے ساتھ حجاج کے استقبال کو آئے۔ جب قافلہ حضرت عمر کے قریب ہوا تو حضرت عمر نے سب سے پہلے سوال اس مقدس جوان کے بارے میں کیا کہ اس کا کیا حال ہے؟

اہلِ کارواں نے کہا: اے خلیفہ! آپ کے اس مقدس نے کس قدر غافل کر دیا ہے یہ تو چور اور زانی ہے۔ پھر پورا قصہ سنایا۔ حضرت عمر نے اس جوان کو حاضر کرنے کا

حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو کہا: اے بدبخت! تیرا باطن کچھ اور ظاہر کچھ ہے اس لیے تجھے اللہ نے رسوا کر دیا ہے۔ میں تجھ سے سخت انتقام لوں گا لیکن اس جوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور بہت بھیڑ ہو گئی کہ اب اس جوان کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

اس وقت ایک نور ساطع ہوا جس کی شعاعیں ہر طرف چمکیں۔ لوگوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا کہ علمِ نبوت کے ظرف حضرت علی بن ابی طالبؑ آ رہے تھے۔ آپؑ نے پوچھا: مسجدِ رسولؐ میں آج اس قدر اجتماع اور ازدحام کیوں ہے؟ لوگوں نے بتایا: یاامیرالمومنینؑ! اس جوان مقدس زاہد نے چوری کی اور زنا بھی کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس نے چوری کی اور نہ زنا کیا۔ اس کے علاوہ تو کسی کا حج قبول ہی نہیں ہوا۔ جب حضرت عمر نے حضرتؑ کا یہ کلام سنا تو کھڑا ہو گیا اور علیؑ کو اپنے پاس بٹھایا۔ حضرتؑ نے دیکھا کہ وہ جوان زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور سر نیچے کیا ہوا کھڑا ہے جب کہ وہ عورت بھی قریب ہی بیٹھی ہوئی ہے۔ مولائے کائنات نے عورت سے فرمایا: اے بدبخت! اپنا واقعہ سنا۔

اس نے کہا: یاامیرالمومنینؑ! اس جوان نے میرا مال چرایا ہے اور تمام کارواں نے دیکھا کہ میرا زادِ راہ اس کے سامان سے برآمد ہوا ہے۔ اس نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا، میں ایک رات اس کی قرأت سننے کے لیے قریب آئی اور مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا تو اس نے مجھ پر حملہ کیا اور ہم بستری کر ڈالی۔ میں جان نہ چھڑا سکتی تھی، تاکہ میری شرمندگی نہ ہو اور اب مجھے اس سے حمل بھی ہو چکا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے ملعونہ! تو جھوٹ بول رہی ہے اور اس پر غلط الزام لگا رہی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے حضرت عمر! یہ جوان مجبوب ہے اس کا آلۂ تناسل نہیں ہے اور اس کا آلۂ تناسل اس ڈبے میں ہے جو تیرے پاس امانت پڑا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے مقدس! وہ ڈبہ کہاں ہے؟ اس نے سر اُٹھایا اور کہا:

مولا! آپؑ جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟ پھر حضرت علیؑ نے حضرت عمر سے کہا کہ اس جوان کی امانت کو یہاں منگواؤ۔ وہ ڈبہ حضرت امیرؑ کے سامنے آ گیا۔ حضرت عمر کو حکم دیا کہ اس ڈبے کو کھولو، کھولا تو دیکھا کہ اس میں ریشم کا کپڑا ہے اور اس ریشم میں اس کا اجلیل لپیٹا ہوا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اے مقدس! اُٹھو! وہ اُٹھا اور اس کے کپڑے اُتارے گئے تاکہ اس کو دیکھ لیں کہ اس پر زنا کی محض تہمت لگائی گئی ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مجبوب تھا یعنی آلۂ تناسل کٹا ہوا تھا۔ اس وقت لوگوں میں شور بلند ہوا۔ امامؑ نے ان سے فرمایا: خاموش ہو جاؤ اور میرا فیصلہ سنو جس کی خبر مجھے رسولؐ اللہ نے دی تھی۔

پھر فرمایا: اے ملعونہ! تو نے خدا سے برأت کی ہے۔ اے بدبخت! کیا تو خود اس کے پاس نہیں آئی تھی۔ اس نے تیری جنسی خواہش پوری نہ کی تو نے اس سے کہا کہ میں تجھے عورتوں کے ایسے چکر میں پھنساؤں گی کہ تجھے اس سے نجات نہ ملے گی۔

عورت نے کہا: ہاں یاامیرالمومنینؑ! یہی بات ہے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: پھر تو رات کو آئی، اس کے زادِ راہ میں پانچ سو دینار کی تھیلی ڈال کر چلی گئی اور صبح شور مچایا کہ میرا مال چوری ہو گیا ہے۔ اس عورت نے اقرار کیا۔ حضرتؑ نے لوگوں سے فرمایا: تم اس عورت کے اقرار کے گواہ رہنا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: تیرا حمل اس جوان سے نہیں بلکہ اس چرواہے سے ہے جس سے تو نے زادِ راہ مانگا تھا۔ اس نے تجھ سے عزت مانگی تھی اور تو نے دے دی۔

اس عورت نے کہا: ہاں یاامیرالمومنینؑ! یہی بات ہے۔ پھر لوگوں نے شور مچایا۔

حضرت علیؑ نے انھیں خاموش کرایا اور عورت سے کہا: تو چرواہے کے پاس سے آئی تو راستے میں ایک بزرگ جوان صفات کا مالک تھا وہ تجھے ملا اور اس نے تجھے یہ تجویز دی کہ یہ الزام اس مقدس جوان پر لگا دو اور تو نے یہ الزام لگا دیا اور وہ شیخ بزرگوار شیطانِ ابلیس تھا۔

قوم نے تعجب کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اب اسے کیا سزا دی جائے؟

امیر علیہ السلام نے فرمایا: اب صبر کرو، اس کا بچہ پیدا ہو جائے اور اس بچے کو دودھ پلانے والی مل جائے تو پھر اس پر اللہ کی حد جاری ہوگی۔ یعنی اسے یہودیوں کے قبرستان میں گڑھا کھود کر نصف بدن کو گڑھے میں ڈال کر رجم کیا جائے گا۔ اسی طرح ہوا جس طرح حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ وہ مقدس جوان ہمیشہ مسجد میں عبادت میں مشغول رہا، حتیٰ کہ وہاں ہی فوت ہو گیا۔ اس مقام پر حضرت عمر نے کہا: لولا علی لهلك حضرت عمر۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ پھر لوگ متفرق ہو گئے اور علیؑ کے فیصلے سے تعجب کیا اور خوش ہو گئے۔

مقتول جوان کا قصہ

جناب میثم تمارؒ روایت کرتے ہیں: میں حضرت امیر المومنینؑ کے پاس مسجدِ کوفہ میں موجود تھا اور اصحابِ رسولؐ حضرت کے اردگرد بیٹھے تھے۔ حضرتؑ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا کہ اچانک ایک طویل القامت شخص داخل ہوا۔ جس نے سیاہ عبا پہنی ہوئی تھی اور زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ نیزے اور تلواریں حمائل کیے ہوئے تھا اور بغیر سلام کیے بیٹھ گیا اور کچھ بات نہ کی۔ لوگ گھور گھور کر اس کی طرف دیکھنے لگے حتیٰ کہ ہر طرف سے لوگ اس کے اردگرد کھڑے ہو گئے مگر حضرت امیر المومنینؑ نے اس کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب لوگوں کے حواس معمول پر آئے تو اچانک ایسے بولا جیسے تلوار نیام سے نکلی ہو کہ تم میں سے شجاعت میں مجتبیٰ کون ہے؟ کون ہے جس نے فضیلت کی دستار باندھی ہے؟ تم میں سے مولودِ کعبہ کون ہے اور تم میں اخلاقِ کریمہ میں کون بلند تر ہے؟ تم میں سے دل گردے والا، میدان کا شہسوار، دشمنوں کی سانسوں کو تنگ کرنے والا اور سخت انتقام لینے والا کون ہے؟ تم میں سے پاک و پاکیزہ کون ہے؟ تم میں سے خلیفۂ رسولؐ کون ہے جس نے رسولؐ کی ان کے زمانے میں

مدد کی، ان کی سلطانی کو دنیا میں سرفراز کیا اور اس کی شان کو بلند کیا؟

اس وقت حضرت علیؑ نے اپنا سر بلند کیا اور فرمایا: تمھیں کیا حاجت ہے اے اباسعد بن فضل بن الربیع بن مدرکہ بن نجینہ بن صلت بن حارث بن عران بن اشعث بن ابی السمع الرومی؟ تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، میں نبیؐ کے علم کا خزانہ ہوں۔ اس نے کہا: ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپؑ رسولؐ اللہ کے وصی ہیں اور ان کی اُمت میں ان کے خلیفہ ہیں اور آپؑ مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ میں آپؑ کی طرف ساٹھ ہزار مردوں کی طرف سے قاصد ہوں جن کو عقیمہ کہتے ہیں۔ وہ لوگ میرے پاس ایک لاش لائے جسے مرے ہوئے مدت ہوگئی ہے اور اس کے سبب موت میں اختلاف ہے اور مسجد کے دروازہ پر اس کی میت پڑی ہے اگر آپ اسے زندہ کر دیں تو ہم مان لیں گے کہ آپ صادق اور نجیب الاصل ہیں اور ثابت ہوجائے گا کہ آپ اللہ کی زمین پر حجتِ خدا اور خلیفہ محمد مصطفیٰؐ ہیں اور اگر آپ زندہ نہیں کر سکتے تو اس میت کو ہم اپنی قوم میں واپس لے جائیں گے اور سمجھیں گے کہ تمھارا دعوے خلافت درست نہیں اور ظاہر وہ کرتے ہو جو کر نہیں سکتے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے میثمؓ! اپنے اُونٹ پر سوار ہوجاؤ اور کوفہ کے بازاروں، میدانوں اور محلوں میں اعلان کر دو کہ جو لوگ رسولؐ اللہ کے بھائی اور جناب زہراؑ کے شوہر علیؑ کے اس فضل و علم کو دیکھنا چاہتے ہیں، جو اللہ نے انھیں اپنے علمِ ربانی سے عطا کیا ہے تو وہ نجف کی طرف نکلیں۔ لوگ نجف کی طرف نکلے۔

امامؑ نے فرمایا: اے میثمؓ! اس دیہاتی اور اس کے ساتھی کو لاؤ۔ (میثم کہتے ہیں) میں نکلا، دیکھا تو وہ شخص سوار ہے اس قبلہ میں جس میں میت ہے تو میں اسے نجف لے آیا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا: ہمارے بارے میں وہی کہو جو ہم سے دیکھتے ہو اور ہم سے وہ بات روایت کرتے ہو جو ہم سے مشاہدہ کرو۔ پھر فرمایا: اے دیہاتی! اپنے اُونٹ سے اُترو اور اپنی میت کو لاؤ۔

میثمؒ کہتے ہیں کہ اس نے ایک تابوت نکالا جو خالص ریشم میں لپٹا ہوا تھا۔ اس میں ایک نوجوان تھا جس کی ڈاڑھی ابھی پوری نہ اُتری تھی اور اس کے بال بہت گھنے، خوب صورت اور گھنگریالے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمھاری میت کو مرے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے؟ اس نے کہا: اکتالیس دن ہوگئے ہیں۔ حضرتؑ نے پوچھا: اس کی موت کا سبب کیا ہے؟ دیہاتی نے کہا: اے جوان! اس میت کے اہل تو چاہتے ہیں کہ اس کو آپؑ زندہ کریں تا کہ خود بتائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے کیوں کہ یہ رات کو صحیح و سالم سویا تھا مگر صبح ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح شدہ پایا گیا اور اس کے خون بہا کا مطالبہ پچاس مرد کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں۔ اے محمدؐ کے بھائی! مہربانی کر کے ہمارے اس شک کو دُور فرما دیں۔

امامؑ نے فرمایا: اسے اس کے چچا نے قتل کیا ہے کیوں کہ اس نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی مگر پھر اس کی بیٹی کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی تھی تو اسے اس کینہ اور غصہ کی وجہ سے قتل کیا گیا۔

اعرابی نے کہا: ہم صرف آپ کے قول پر قناعت نہیں کر سکتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ خود اُٹھے اور اپنے اہل کے پاس خود گواہی دے کہ اسے کس نے مارا ہے تا کہ فتنہ، تلوار اور قتل کا سلسلہ بند ہو جائے۔

اس وقت امام کھڑے ہوئے، خدا کی حمد وثنا کی اور نبیؐ و آلِ نبیؐ پر درود وسلام پڑھا۔ پھر فرمایا: اے اہلِ کوفہ! بنی اسرائیل کی گائے مقام ومنزلت میں مجھ سے زیادہ نہ تھی، کیوں کہ میں تو رسولؐ کا بھائی ہوں، اس گائے نے تو صرف سات دن کے مُردے کو زندہ کیا تھا۔ پھر حضرت امیرؑ میت کے قریب گئے اور فرمایا: بنی اسرائیل کی گائے کا ایک حصّہ میت کے اُوپر رکھا گیا تو وہ زندہ ہوگئی اور میں اس میت پر اپنا بعض حصّہ رکھتا

ہوں کیوں کہ میرا بعض حصّہ گائے کے بعض حصّے سے بہت افضل و اعلیٰ ہے۔ پھر حضرتؑ نے اپنے پاؤں سے اس میت کو حرکت دی اور فرمایا: قُم بِاِذنِ اللّٰہِ۔ اے مدرک بن حنظلہ بن غسان بن بجیر بن فہر بن فہر بن سلالۃ بن الطیب بن الاشعث، اُٹھ تجھے خدا نے علیؑ کے ہاتھوں زندہ کردیا ہے۔

جناب میثمؒ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ نوجوان چمکتے چہرے سے اُٹھا۔ وہ سورج سے زیادہ چمک دار تھا اور چاند سے زیادہ خوب صورت چہرہ رکھتا تھا اور کہا: لبیک لبیک یاحجۃ اللّٰہ علی الانام۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: اے غلام! تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے میرے چچا حارث بن غسان نے قتل کیا ہے۔

پھر حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: اب اپنی قوم سے بات کرو اور انھیں وہ کچھ بتاؤ جو تمھارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا: اے میرے مولاؑ! مجھے اپنی قوم کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اس قوم میں نہیں جاتا کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ دوبارہ مجھے قتل کردیا جائے گا اور پھر مجھے کوئی زندہ کرنے والا میرے پاس نہ ہوگا۔

پس امامؑ ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو خبردار کرو۔ اس نے کہا: یامولاؑ! خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہ ہوں گا بلکہ ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

خدا اس پر لعنت کرے جس کے لیے حق واضح ہوجائے اور پھر وہ حق پر پردہ ڈالے۔ وہ ہمیشہ حضرتؑ کے پاس رہا حتیٰ کہ جنگِ صفّین میں شہید ہوا۔ پھر حضرت اہلِ کوفہ کی طرف چلے گئے۔

حضرت علیؑ کا ایک مجنونہ عورت کو قتل سے بچانا

امام حسین علیہ السلام سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک مجنونہ

لائی گئی جو حاملہ تھی اور الزام تھا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ حضرت عمر نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے حضرت عمر! کیا تو نے نہیں سنا جو رسولؐ پاک نے فرمایا: تکلیف کا قلم تین لوگوں سے اُٹھا لیا گیا ہے۔ ایک مجنون جب تک کہ حالتِ جنوں میں ہے اور دوسرا نیند والا جب تک کہ بیدار نہ ہو جائے اور بچہ جب تک کہ جوان نہ ہو جائے۔ پس حضرت عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

اسی طرح حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ایک حاملہ عورت لائی گئی تو اس سے حضرت عمر نے پوچھا تو اس نے زنا کا اعتراف کر لیا۔ حضرت عمر نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا لیکن علی علیہ السلام نے اس عورت کو واپس کر دیا اور فرمایا: کیا تم نے اس کے رجم کا حکم دیا ہے؟

حضرت عمر نے کہا: کیسے نہ دیتا اس نے تو میرے سامنے زنا کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: تمھاری سلطانی اس عورت کے جسم پر تو ہے لیکن اس بچے (جنین) پر تیری سلطانی نہیں۔ اس عورت کو زندہ رہنے دو، اس کی خبر گیری کیے رکھنا شاید تو نے اسے دھمکایا یا ڈرایا ہے۔ اس لیے اس نے اعتراف کر لیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے رسولؐ پاک کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ سختی اور مار پیٹ کے ذریعے جو اعتراف کیا جائے، اس اعتراف پر حد جاری نہیں ہوتی۔ شاید تو نے اسے قید کیا ہے، بند کیا یا تہدید کی ہے، لہٰذا یہ اقرار مفید حد نہیں ہے۔ پس حضرت عمر نے اس عورت کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اب عورتیں بانجھ ہو گئی ہیں کہ علیؑ جیسا بیٹا پیدا کریں کیوں کہ لولا علی لهلك حضرت عمر۔

جناب عمار بن یاسر اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ہم حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس تھے۔ اُس دن پیر وار تھا اور ستره صفر تھی کہ اچانک سخت آواز کانوں میں گونجی۔ حضرت اس وقت مقام دکة القضاء پر تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اے عمارؓ! مجھے ذوالفقار لا دو

جس کا وزن ۷/۲ ملی کن تھا۔ میں وہ لایا، حضرتؑ نے تلوار نیام سے نکالی اور اپنی ران پر رکھ دی اور فرمایا: اے عمارؓ! جو شخص دروازے پر ہے اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس عمارؓ باہر آئے اور دیکھا کہ ایک عورت اُونٹ پر ہودج میں بیٹھی ہوئی ہے اور وہ شکایت کر رہی ہے اور فریاد کر رہی ہے:

یا غیاث المستغیثین ویابغیة الطالبین، یاکنز الراغبین، یا ذا القوۃ المتین یامطعم الیتیم یارازق العدم یامحی کل عظم رمیم

"اے طالب لوگوں کی چاہت، اے تلاش کرنے والوں کے خزانے، اے صاحبِ قدرت اور قوت! اے یتیم کو کھلانے والے اور خالی ہاتھ کو رزق دینے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندگی دینے والے! اے ہر قدیم سے قدیم! اے جس کا کوئی مددگار نہیں اس کے مددگار! اے اس کے خزانے جس کا کوئی خزانہ نہیں! میں تیرے دروازے پر اور تیرے ولی سے توسّل کرنے اور تیرے رسولؐ کے خلیفہ کے پاس آئی ہوں، پس میرے چہرے کو سفید کر دے اور میری پریشانی دُور فرما"۔

عمار کہتے ہیں کہ اس عورت کے اردگرد ہزار فارس تھے جنھوں نے تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں۔ ایک گروہ اس کا حامی اور ایک گروہ اس کا مخالف تھا۔ میں نے کہا: حضرت امیرالمومنین اور نبی کے علم کا خزانہ تمھیں بلا رہے ہیں۔

وہ عورت اُتری اور اس کے ساتھ قوم گھوڑوں سے اُتری اور مسجد میں داخل ہوئی۔ پس وہ عورت حضرت امیرالمومنینؑ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور کہا: اے مولاؑ! اے امام المتقین! میں آپ کے پاس آئی ہوں اور آپ ہی کے ارادے سے آئی ہوں۔

میری مصیبت اور دُکھ دُور فرمائیے کیوں کہ آپ اس کو دُور کرنے پر قادر ہیں اور آپ ماضی، حال، قیامت تک کے حالات کو جاننے والے ہیں۔

اس وقت حضرتؑ نے فرمایا: اے عمار! کوفہ میں اعلان کرو جو شخص وہ دیکھنا چاہتا ہے جو خدا نے رسولؐ کے بھائی کو عطا کیا ہے تو وہ مسجدِ کوفہ میں پہنچے۔ پس اعلان ہوتے ہی لوگوں کا جمِ غفیر مسجدِ کوفہ میں پہنچ گیا اور مسجد بھر گئی تو حضرت امیرالمومنینؑ اُٹھے اور فرمایا:

سلونی ما بدالکم یا اهل الشام

''اے شامیو! جو تمھیں درپیش ہے وہ بتاؤ''۔

ان سے ایک بوڑھا اُٹھا، جس نے یمانی چادر اوڑھ رکھی تھی اور کہا:

السلام علیك یا امیرالمومنین ، یا کنز الطالبین یامولای

یہ عورت میری بیٹی ہے۔ ملوک عرب کی طرف سے اس کے رشتے آئے لیکن اس نے قبیلہ میں میرا سر جھکا دیا ہے۔ میں عرب میں تعریف کیا جاتا تھا۔ اس لڑکی نے مجھے اپنے قبیلہ اور قوم میں رسوا کر دیا ہے، کیوں کہ یہ حاملہ ہے اور میں فلیس بن عفریس ہوں۔ میرے چولہے کی آگ کبھی نہیں بجھی اور میرا پڑوسی مجھ سے خوش ہے اور میں اپنے سلسلہ میں حیران ہوں، لہٰذا میری یہ پریشانی ختم کریں، کیوں کہ امامؑ کو حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ یہ میرے اُوپر بہت بڑی آزمایش آ گئی ہے کہ آج تک ایسی آزمایش نہ دیکھی اور نہ اس سے بڑا امتحان دیکھا۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے لڑکی! تم کیا کہتی ہو، اس کے بارے میں جو تمھارے باپ نے کہا ہے؟ اس نے کہا: میں عاتق ہوں، یہ ٹھیک ہے لیکن جو انھوں نے کہا: انی حاملُ میں حاملہ ہوں مجھے آپ کے حق کی قسم! میں نے بالکل قطعاً کوئی

خیانت نہیں کی۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ آپؑ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور میں بالکل سچ بول رہی ہوں۔ اب ہماری مشکل حل فرمائیں۔ عمار کہتے ہیں کہ اس وقت امامؑ نے تلوار اُٹھائی اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

پھر فرمایا: کوفہ کی تجربہ کار دایہ لائی جائے، پس ایک عورت آگئی جس کو لبنیٰ کہتے تھے اور یہ اہلِ کوفہ کی عورتوں کی دایہ تھی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: یہاں اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ لگاؤ اور اس عاتق لڑکی کو غور سے دیکھو کہ یہ حاملہ ہے یا نہیں؟

اس نے ایسا ہی کیا اور پھر باہر آ کر بتایا کہ مولاؑ یہ حاملہ ہے۔

اس وقت امامؑ اس لڑکی کے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے غضب کرنے والے! کیا آپ فلاں فلاں دیہات کے قریب دمشق کے رہنے والے نہیں اور ان دیہات کو اسعار کہا جاتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر فرمایا: تم میں سے کوئی ہے جو اس وقت برف کا ایک ٹکڑا لا سکے۔ اس نے کہا: برف تو ہمارے شہروں میں کافی ملتی ہے لیکن اب وہاں سے نہیں لا سکتے، بہت دور ہیں تو حضرتؑ نے فرمایا: ہمارے اور تمہارے درمیان ۲۵۰ فرسخ، یعنی ۲/۱ ۱۳۷۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں میرے مولا! پھر فرمایا: اے لوگو! اب دیکھو کہ خدا نے علیؑ کو کیسے علمِ نبیؐ عطا کیا ہے۔ وہ علم جو کہ رسول اللہؐ نے مجھے علمِ ربانی سے عطا فرمایا ہے۔

عمار یاسر کہتے ہیں: پھر حضرتؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور واپس کیا تو ہاتھ میں برف کا آدھا بلاک تھا جس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھ کر شورِ تحسین مچایا اور جامع مسجد کوفہ اس شور سے گونج اُٹھی۔ حضرتؑ نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ۔ اگر میں چاہتا تو صرف برف ہی نہیں برف کے پہاڑ بھی اُٹھا لاتا۔

پھر فرمایا: اے دایہ! یہ برف لو اور اس لڑکی کو مسجد سے باہر لے جاؤ۔ اس کے

نیچے طشت رکھو اور اس میں برف ایسے رکھو کہ اس کے اُوپر بیٹھے تو برف اس کی فرج سے متصل ہو۔ تم ایک لوتھڑا نکلتا دیکھو گی۔ جس کا وزن ساڑھے سات درہم اور دو دانق ہے۔ تو دایہ نے کہا: اے علیؑ! میں اللہ اور آپؑ کی خوشنودی کے لیے یہ کام کروں گی۔ پھر وہ برف اور لڑکی کو لے کر مسجد سے باہر چلی گئی۔ طشت منگوایا اور اس میں برف رکھی اور اُوپر لڑکی کو بٹھایا تو فوراً علقہ (گوشت کا لوتھڑا) نکلا اور دایہ نے اس کا وزن کیا تو وہی نکلا جو حضرتؑ نے بتایا تھا۔

پس دایہ اور لڑکی امامؑ کے حضور آئیں اور وہ علقہ حضرتؑ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا: اے غصہ ہونے والے باپ! اپنی بیٹی کو سنبھالو! خدا کی قسم اس نے زنا نہیں کیا بلکہ یہ کسی مقام پر تالاب میں داخل ہوئی اور وہاں پانی میں بیٹھی تو یہ علقہ اس کے پیٹ میں چلا گیا۔ اس وقت یہ دس سال کی لڑکی تھی اور اب تک یہ اس کے بطن میں بڑا ہوتا رہا، اس کا باپ اُٹھا اور کہا: خدا کی قسم! آپؑ وہ ہیں جو ارحام میں موجود کے بارے میں بھی جانتے ہیں اور دلوں کے اندر کی باتوں سے بھی باخبر ہیں اور آپ ہی دین کا دروازہ اور ستون ہیں۔ لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! آج پانچ سال ہو گئے کہ ہم پر بارش کا ایک قطرہ نہیں برسا اور کوفہ سے اس مدت میں بارش منقطع ہو رہی ہے۔ اب ہماری حالت بُری ہے۔ اے وارثِ محمدؐ! خدا سے ہمارے لیے بارش کا نظارہ کریں۔ حضرت فوراً اُٹھے اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو بارش شروع ہو گئی اور اس قدر بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور تازگی ہی تازگی اور ہریالی ہی ہریالی نظر آنے لگی۔

لوگوں نے کہا: اے امیر! اب بارش کافی ہو گئی ہے۔ حضرتؑ نے ایک جملہ کہا: بادل چلے گئے اور بارش رُک گئی اور سورج نے طلوع کیا اور خدا لعنت کرے اُس پر جو علیؑ کے فضائل میں شک کرتا ہے۔

بیان: جاریہ عاتق: یعنی وہ جوان لڑکی جس نے پہلی دفعہ گھر میں جوانی محسوس کی ہو اور ابھی شوہر نہ دیکھا ہو۔

عبدِ مقید

کعب احبار سے روایت ہے کہ زمانۂ حضرت عمر میں حضرت علیؑ نے ایک فیصلہ فرمایا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک مقید غلام کسی جماعت سے گزرا تو ایک نے کہا: اگر اس کی بیڑیوں کا وزن یوں یوں ہوا تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی۔ دوسرے شخص نے کہا: جو تم نے کہا: اگر ایسا ہوا تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی۔

پس وہ دونوں اُٹھے اور غلام کے مالک کے پاس آئے اور غلام کے مالک سے کہا: ہم اس عبدِ مقید پر اپنی اپنی بیوی کی طلاق پر حلف اُٹھا چکے ہیں۔ کیا اس کی بیڑیاں کھل سکتی ہیں کہ ہم ان کا وزن کر سکیں۔ مالک نے کہا: اگر اسی کی بیڑی کھول دوں تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ پس تینوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تینوں حضرت عمر کے پاس آئے اور اپنا واقعہ سنایا۔ حضرت عمر نے کہا: اس کا مولا زیادہ حق دار ہے۔ انھوں نے اپنی بیویاں چھوڑ دیں اور گھروں سے نکلے اور حیران تھے کہ کہاں جائیں۔ ایک دوسرے سے کہا: ہمیں حضرت علیؑ کے پاس جانا چاہیے شاید کوئی حل نکل آئے۔ وہ آئے اور اپنا حال سنایا اور مسئلہ بتایا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تو بہت آسان کام تھا۔ پھر حضرتؑ نے ایک بڑا پیالہ دیا اور فرمایا کہ غلام کی بیڑی والا پاؤں اس پیالے میں رکھا جائے اور اس پر پانی ڈالا جائے اور فرمایا: اس کی بیڑیوں کو پانی سے اُٹھاؤ۔ جب اس کی بیڑیاں پانی سے اُٹھائی گئیں تو پانی کی سطح نیچے گری اور اس کے عوض حضرتؑ نے لوہے کا ٹکڑا بھیجا اور وہ اس میں ڈالا گیا تو پانی وہاں آ گیا جہاں تک بیڑیاں تھیں۔ تب آپؑ نے فرمایا: اب اس لوہے کو نکالو اور وزن کرو تو یہی وزن ان زنجیروں اور بیڑیوں کا ہوگا۔ جب یہ کہا اور بیڑیوں کا اس طریقے پر وزن کیا تو وہ اور نکلا۔ لہٰذا ان کی عورتیں ان پر جائز ہو گئیں، وہ

وہاں سے نکلے اور کہہ رہے تھے: نشهد انك غيبة علم النبوة وباب مدينة العلم۔ اور جو آپ کے حق کا انکار کرے تو اللہ کی اور ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت اس پر ہے۔

سیاہ فام کا واقعہ

جناب اصبغ بن نباتہ کی روایت ہے کہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپؑ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے۔ ایک گروہ آیا جس کے ساتھ ایک سیاہ فام شخص بندھا ہوا آیا۔ اس گروہ نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! یہ چور ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: اے سیاہ فام! کیا تم چور ہو؟ اس نے کہا: ہاں امیرالمومنینؑ! حضرتؑ نے فرمایا: تمھاری ماں تمھارے غم میں روئے۔ اگر تم نے دوبارہ چوری کا اقرار کیا تو تمھارا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اس نے کہا: ہاں میرے مولاؑ! فرمایا: اے بدبخت دیکھو کیا کہتے ہو؟ کیا تم نے چوری کی ہے؟ کہا: ہاں میرے مولا! اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کے ہاتھ کاٹ دو کیوں کہ اس کے ہاتھوں کا کاٹنا واجب ہوگیا ہے۔ پس دایاں ہاتھ کٹ گیا تو اس نے اسے بائیں ہاتھ اُٹھایا اور خون بہہ رہا تھا، اور وہ جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص جسے ابن الکواء کہتے تھے، ملا۔ اس نے کہا: اے سیاہ فام! یہ تیرے ساتھ کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا دایاں ہاتھ سیدالوصیین، قائد الحجلین اور مومنین سے اولیٰ (امیرالمومنینؑ) علی بن ابی طالب، امام الہدیٰ، زوج فاطمۃ الزہراءؑ ابنۃ المصطفیٰؐ، ابوالحسن المجتبیٰ و ابوالحسین المرتضیٰ، السابق الی جنات النعیم، مصادم الابطال جاہلوں سے انتقام لینے والے، زکوۃ دینے والے، ہاشم کی مہمان نوازی کو درجۂ کمال تک پہنچانے والے، ابن عم الرسول، ہدایت کی طرف ارشاد کرنے والے پختہ اور مستحکم کلام والے، مکی شجاع، وفادارِ اسلام اور مخلصِ اسلام، آلِ حم ویٰسین والیاسین کے آمین، محلِ الحرمین، مصلی القبلتین، دونوں حرموں میں آزاد رہنے والے، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے، خاتم الاوصیاء اور صفوۃ انبیاءؑ کے وصی،

بہت بڑے بہادر شیر، ببر شیر، اور جبرئیلؑ سے تائید شدہ، میکائیل کے منصور شدہ اور رسولؐ اللہ کے وصی اور آگ جلانے والوں کی آگ بجھانے والے، اور قریشیوں میں سب سے بہتر اور آسمانی لشکر میں لپیٹے ہوئے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کاٹا ہے۔

یہ سن کر ابن الکواء نے کہا: اے سیاہ فام! اس نے تمھارا ہاتھ کاٹ دیا اور تم اس کی اس قدر تعریف وثنا کر رہے ہو۔ سیاہ فام نے کہا: میں کیوں ان کی تعریف نہ کروں کیوں کہ ان کی محبت میرے گوشت اور خون میں مخلوط ہوگئی ہے۔ خدا کی قسم! انھوں نے ہاتھ نہیں کاٹا، مگر اس حق کی وجہ سے جسے اللہ نے مجھ پر واجب قرار دیا ہے۔

ابن الکواء کہتا ہے: میں امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور عرض کیا: آج تو بہت عجیب منظر دیکھا ہے۔ فرمایا: کیا عجیب منظر دیکھا ہے؟ عرض کیا: میں نے ایک سیاہ فام کو دیکھا جس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا اور خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ اس نے کہا: سید المومنینؑ نے کاٹا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا: انھوں نے تمھارا ہاتھ کاٹا اور تم ان کی تعریف کر رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اُن کی تعریف کیوں نہ کروں، میرے تو گوشت اور خون میں اُن کی محبت رچ بس چکی ہے۔ خدا کی قسم! انھوں نے ہاتھ نہیں کاٹا، مگر اس حق کی وجہ سے جو ان کا میرے اُوپر واجب ہے۔

ابن کواء کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام حضرت حسنؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جاؤ اور اپنے چچا سیاہ فام کو لے آؤ۔ امام حسنؑ گئے تو اسے تلاش کرتے کرتے کِندہ کے مقام پر پایا اور اسے حضرت امیر المومنینؑ کے پاس لے آئے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے سیاہ فام! میں نے تمھارا ہاتھ کاٹا اور تم بازاروں میں میری تعریف کر رہے ہو؟

اس نے کہا: یا امیر المومنینؑ! میں کیسے آپؑ کی تعریف نہ کروں میرے گوشت اور خون میں ہی آپؑ کی محبت مخلوط ہے۔ آپؑ نے ہاتھ کاٹا ہے تاکہ میں عذاب

آخرت سے نجات پاسکوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دو۔ حضرتؑ نے اس کا ہاتھ لیا اور اس کو اس مقام پر رکھا جہاں سے کاٹا تھا پھر اس پر اپنی چادر ڈال کر چھپا دیا اور خود اُٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر ایک دعا کی جس میں آخری جملہ یہ تھا: آمین! پھر چادر ہٹائی اور فرمایا: اے شریانوں اور رگوں! اسے مضبوط کرو جس طرح یہ پہلے تھا۔ وہ سیاہ فام اُٹھا اور کہہ رہا تھا: امنت باللہ وبمحمد رسول اللہ اور اس علیؑ پر ایمان رکھتا ہوں جس نے مجھے دوبارہ ہاتھ دے دیا حالاں کہ وہ بازو سے جدا ہو چکا تھا۔ پھر وہ سیاہ فام حضرتؑ کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کیا: اے علمِ نبوت کے وارث! میرے والدین بھی آپؑ پر قربان جائیں۔

ابن کواء کے سوالات

کتاب صفوۃ الاخبار میں ہے کہ ابن کواء یشکری حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا: مجھے بتائیں کہ رات کا بصیر کون ہے اور دن کا بصیر کون ہے اور بتائیں کہ دن کا بصیر اور رات کا اندھا کون ہے؟

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: وہ سوال پوچھ جن کے پوچھنے سے فائدہ ہو اور وہ مت پوچھ جس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ ہاں! دن رات کا بصیر وہ شخص ہے جو سابقہ رسلؑ پر ایمان رکھے نیز نبی پاکؐ پر ایمان رکھے تو وہ دن رات دونوں کا بصیر ہے۔

رات کا اندھا اور دن کا بصیر وہ شخص ہے جو سابقہ رسولوںؑ اور کتب کا انکار کرے اور نبی پاکؐ اور ان کی کتاب پر ایمان رکھتا ہو، یعنی ایسا شخص رات کا اندھا اور دن کا بصیر ہے۔

دن کا اندھا اور رات کا بصیر وہ شخص ہے جو سابقہ انبیاؑ وکتب پر ایمان رکھتا ہو لیکن رسولؐ پاک کا انکاری ہو۔ یعنی ایسا شخص رات کا بصیر اور دن کا اندھا ہے۔ ابن الکواء نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جس نے میرے دل کو

فاسد کر دیا ہے اور میرے دین میں شک ڈال دیا ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: یہ آیت وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيحَهٗ (سورۂ نور، آیہ ۴۱) پرندہ کیا ہے اور اس کی نماز اور تسبیح کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے بدبخت! اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو مختلف صورتوں اور شکلوں میں پیدا کیا ہے، خبردار! اللہ نے ایک فرشتہ پیدا کیا جو مرغ کی شکل میں ہے جو غلیظ الصوت ہے کہ اس کے پنجے سات زمینوں سے بھی نیچے اور اس کی چوٹی عرشِ رحمٰن کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ اس کا ایک پَر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہوتا ہے۔ مشرقی پَر آگ سے زیادہ گرم ہے اور مغربی پَر برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ پنجے پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی گردن بلند کرتا ہے اور پھر پَروں کو پھڑپھڑاتا ہے۔ جیسے دوسرے مرغ پَروں کو پھڑپھڑاتے ہیں اور اسی طرح نبی کو اشارہ کیا ہے: وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيحَهٗ جس طرح زمین میں مرغ کرتا ہے۔

ابن الکواء نے کہا: اللہ کا قول ہے: بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (سورۂ بقرہ، آیہ ۲۴۸)۔ آپؑ نے فرمایا: وہ موسیٰؑ کا عمامہ اور عصا ہیں، الواح کے ٹکڑے، زمرد کی تلوار، اور سونے کا طشت ہیں اور یہ آیت الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (سورۂ ابراہیم، آیہ ۲۸) سے مراد قریش فاجر بنواُمیہ اور بنی مغیرہ ہیں۔ بنی مغیرہ کے بڑے کو روزِ بدر اللہ نے قطع کر دیا تھا اور بنواُمیہ آج تک فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور پھر اس نے پوچھا: سب سے گھاٹے میں جانے والے اور بداعمال کرنے والے کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اہلِ حرورا ہیں۔

پھر پوچھا: ذوالقرنین نبیؑ تھے یا فرشتے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ نبی تھے اور نہ

فرشتے، بلکہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ وہ اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ اُن سے محبت کرتا تھا۔ وہ اللہ کے لیے خالص تھے، لہٰذا اللہ نے انھیں اجر دیا۔ اللہ نے انھیں ایک قوم کی طرف بھیجا تو اس قوم نے ان کے سر کی داہنی جانب ضرب لگائی تو وہ غائب ہوگئے۔ پھر کافی مدت کے بعد آئے تو اس قوم نے سر کی بائیں جانب ضرب لگائی تو پھر غائب ہوگئے۔ پھر تیسری مرتبہ ظاہر ہوئے تو اللہ نے انھیں زمین کی فتوحات کی توفیق دی اور ابن کواء تم میں بھی ایک ایسا شخص ہے اور وہ مَیں ہوں۔

دیگر سوالات

جناب اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن ابن الکواء حضرت امیرؑ کے پاس آیا اور کہا: مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے پہلے اولادِ آدمؑ کے ساتھ کلام کیا؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنی تمام مخلوق سے کلام کیا خواہ نیکی پر تھی یا برائی پر۔ اور تمام مخلوق نے جواب بھی دیا۔ یہ بات ابن الکواء پر مشکل ہوگئی کیوں کہ وہ اس کلام کو نہ جانتا تھا۔ اس نے کہا: یہ کلام کیسے ہوئی؟ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے کتابِ خدا میں نہیں پڑھا کہ جو تم میں نبی کے لیے فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا

(سورۂ اعراف، آیہ ۱۷۲)

پس خدا نے اپنا کلام ان مخلوقات کو سنایا اور مخلوق نے جواب دیا: قَالُوْا بَلٰى پھر فرمایا کہ انی انا للہ لا الٰہ الا انا الرحمٰن الرحیم۔ پس مخلوق نے اس کی اطاعت اور ربوبیت کا اقرار کیا تو مخلوق کے اقرار کے وقت ملائکہ نے کہا: شھدنا ہم گواہ ہیں اے نبی اکرمؐ تم پر، اگر تم روزِ قیامت کہو کہ ہم تو دین اور امرونہی سے غافل تھے۔

خنثیٰ کے بارے میں فرمایا: حضرتؑ نے فیصلہ کیا کہ جس میں مردانہ آلات بھی

تھے اور علاماتِ عورت بھی تھیں۔ آپؑ نے فرمایا: اگر یہ فرج سے پیشاب کرے تو عورت ہے اگر آلۂ تناسل سے پیشاب کرے تو مرد ہے۔ اگر دونوں کی طرف سے پیشاب کرے تو پھر اس کی پسلیاں شمار کرنی ہوں گی۔ اگر مرد کی پسلیوں سے ایک زیادہ ہوتو عورت ہے اور اگر کم ہوتو مرد ہے۔

اسی طرح ایک خنثیٰ کا یوں فیصلہ کیا کہ اسے کہا کہ اپنا پیٹ دیوار سے لگاؤ اور پیشاب کرو۔ اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو مذکر ہے اور اگر پیچھے گرے جیسے اُونٹ کا گرتا ہے تو وہ عورت ہے۔

عنین مرد (نامرد کا فیصلہ)

ایک شخص کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ میرا مرد عنین یعنی نامرد ہے اور مرد نے اس بات سے انکار کیا تو حضرتؑ نے حکم دیا کہ عورت کی فرج پر خلوق کا عطر زعفرانی لگائیں اور شوہر کو علم نہ ہو۔ پھر شوہر سے کہا: اس سے جماع کرو۔ پھر فرمایا: اگر عطرِ زعفرانی سے آلہ تناسل کھڑا ہو جائے تو وہ نامرد نہیں۔

ایک شخص نے آ کر عرض کیا: میرے اس غلام نے میری اجازت کے بغیر شادی کرلی ہے تو آپؑ نے فرمایا: تم ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دو۔ پس مولاؑ نے اپنے عبد سے کہا: اے خبیث! اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور حضرتؑ نے غلام سے کہا کہ چاہو تو طلاق دو اگر چاہو تو طلاق نہ دو۔ پس مالک کا عبد کو کہنا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے گویا اس کی تزویج پر رضامندی ہے اور اب طلاق کا اختیار عبد کے پاس ہے۔

مرد رومی

ابوالملیح الھذلی نے باپ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک رومی شخص آیا اور اُس نے کہا: کیا تم عرب ہو؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں۔ اس

نے کہا: میں تین سوال کرتا ہوں۔ اگر تم نے صحیح جواب دیے تو دین اسلام قبول کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا: پوچھو جو دل چاہے۔ اس نے کہا: وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نہیں جانتا اور وہ کون سی شے ہے؟ جو اللہ کے لیے نہیں ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے پاس نہیں ہے؟

حضرت عمر نے کہا: تو کفر بک رہا ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ تشریف لائے اور حضرت عمر سے کہا کہ تم غصے میں کیوں ہو؟ حضرت عمر نے کہا: کیسے غصہ نہ کروں یہ سوال ہی ایسے کرتا ہے جن سے کفر ٹپکتا ہے۔ کیا آپؑ ان کا جواب دے سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: خدا آپ کو خوش حالی دے ورنہ میرا دل تو تنگ ہو چکا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: نبی اکرمؐ نے آپ کو فرمایا تھا: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا پس جو شہر علم میں داخل ہونا چاہے تو وہ دروازہ کھٹکھٹائے۔

پھر فرمایا کہ جس چیز کو خدا نہیں جانتا وہ اپنے شریک کو نہیں جانتا، یعنی خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ وزیر، نہ بیوی، نہ اولاد، اور نہ قبیلہ۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ (سورۂ یونس، آیہ ۱۸)

اور یہ کہنا کہ جو چیز اللہ کے پاس نہیں تو وہ بندوں پر ظلم کرنا اس کے پاس نہیں۔ اور جو خدا کے لیے نہیں تو اس کی اولاد اور قبیلہ نہیں۔ نہ کوئی مثل ہے، نہ ضد اور نہ ہم سر ہے۔ پس حضرت عمر اُٹھے اور حضرت علیؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر کہا: پس علم آپؑ سے آیا ہے اور آپؑ کی طرف ہی جاتا ہے: لولا علی لهلك حضرت عمر۔

پس رومی نصرانی مسلمان ہو گیا اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

حدادین کا واقعہ

حضرت علیؑ نے بصرہ میں ایک قوم حدادین کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے ایک گروہ سے لوہے کا دروازہ خریدا دروازے والوں نے کہا: یہ اتنے من وزن کا ہے۔ حدادین

نے اسے خرید لیا اور وزن کی تصدیق کر لی۔ جب مزدوروں نے دروازے کو اُٹھایا تو انھوں نے خریداروں سے کہا کہ اس کا وہ وزن نہیں ہے جو بیچنے والوں نے بتایا ہے۔ چناں چہ خریداروں نے کہا: اس کی قیمت کم کرو لیکن بیچنے والوں نے انکار کر دیا۔ اس پر اختلاف ہو گیا اور فریقین حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آئے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اسے پانی میں لے جاؤ اور ایک چھوٹے حوض میں ڈال دو۔ جس قدر حوض کا پانی اُوپر بلند ہو تو وہاں نشان لگا لینا۔ پھر اس کو نکال لینا اور وزن شدہ کھجور یا کوئی شے اس پانی میں ڈالنا جب وہ اس نشان تک پانی پہنچا تو معلوم ہو گیا کہ دروازے کا وزن اس قدر ہے۔

کِندی شخص

ایک کِندی شخص نے چوری کی۔ آپؑ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ وہ شخص بہت خوب صورت اور عمدہ لباس پہنتا تھا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تیرا کتنا خوب صورت چہرہ اور عمدہ ونفیس لباس ہے اور کندہ کا عرب میں ایک نام ہے۔ تو تجھ جیسے کا یہ کام کرنا کندہ کو عیب دار کرنا ہے۔ اس پر کندی نے سر جھکا لیا اور کہا کہ اللہ میرے اُوپر مہربانی کرے۔

یاامیرالمومنینؑ! خدا کی قسم میں نے کبھی چوری نہیں کی اب غلطی ہوئی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے بدبخت! ممکن ہے کہ خدا تیرا ایک گناہ پر مواخذہ نہ کرے تو کندہ رو پڑا۔ حضرتؑ نے سر جھکا لیا اور پھر فرمایا: میں تجھے تیرا ہاتھ کاٹے بغیر نہیں چھوڑ سکتا اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ کندی یہ سن کر رونے لگا اور حضرتؑ کے دامن سے لپٹ گیا اور عرض کیا: خدارا میرے عیال کے بارے میں سوچیں۔ اگر میرا ہاتھ کٹ گیا تو میں اور میرے اہل وعیال ہلاک ہو جائیں گے اور میرے تیرہ اہل وعیال ہیں جن کا میرے سوا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ حضرتؑ نے پھر سر جھکایا اور فرمایا: میں حدودِ الٰہی کو

ترک نہیں کرسکتا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو یہاں سے لے جاؤ اور ہاتھ کاٹ دو۔ پس اس کا کٹا ہوا ہاتھ حضرتؑ کے سامنے آیا تو کندی نے کہا: خدا کی قسم! میں نے ننانوے مرتبہ چوری کی اور اب کی مرتبہ پورا سو ہوگیا۔ اور ہر چوری پر خدا نے میرا پردہ رکھا تو لوگوں نے اُسے کہا کہ کیا تجھے اس قدر طولانی چوری سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: پہلے تو میں تیری بات سن کر پریشان تھا لیکن اب خوش ہوں اور اللہ حلیم و کریم ہے، وہ پہلے گناہ میں تجھے سزا دینے میں بہت جلدی نہیں کرے گا۔ پس لوگوں نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! اللہ آپ کی توفیقات میں اضافہ کرے جب تک آپؑ باقی ہیں ہماری بھلائی اور بہتری ہے۔

ماہِ رمضان میں افطار کرنے والے

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام مسجدِ کوفہ میں بیٹھے تھے کہ ایک گروہ کو لایا گیا کہ یہ لوگ رمضان میں دن بھر کھاتے رہتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے کھایا اور تم افطار کرنے والے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم یہودی ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا نصرانی ہو؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر تمھارا کون سا مذہب ہے؟ کہا: ہم مسلمان ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم مسافر تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا کیا تم بیمار تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔ دن بھر افطار کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: نہ بیمار تھے اور نہ کوئی وجہ تھی؟ فرمایا: کیا تم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے ہو؟ انھوں نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ لیکن محمدؐ کو نہیں جانتے۔ فرمایا: وہ تو اللہ کے رسولؐ تھے۔ انھوں نے کہا: ہم ان کی رسالت کو بھی نہیں مانتے اور جانتے بلکہ وہ ایک اعرابی تھا۔ اس نے لوگوں کو اپنا تعارف کرایا اور بس۔

آپؑ نے فرمایا: تم اقرار کرتے ہو نبوتِ محمدؐ کا یا میں تمھیں قتل کردوں؟ انھوں نے کہا: جو آپ کا دل ہے۔ حضرتؑ نے پولیس افسر سے کہا: ان کو ظہر کے وقت کوفہ کی

پشت کی طرف لے جانا اور حکم دیا کہ دو گڑھے ایک دوسرے کے ساتھ کھودنا اور ان دونوں کے درمیان ایک سوراخ بنانا۔ پس حضرتؑ گئے اور فرمایا: میں تمھیں ان میں سے ایک گڑھے میں ڈالتا ہوں اور دوسرے گڑھے میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگوا دی ہے۔ اور فرمایا: دوسرے گڑھے کے دھوئیں سے تمھیں قتل کروں گا۔ اُنھوں نے کہا: اگر ایسا کریں گے تو ہماری دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ آپؑ نے انھیں ایک گڑھے میں ڈالا اور دوسرے گڑھے میں آگ لگا دی۔ پھر حضرتؑ ان کو بار بار ندا دیتے رہے کہ اب تم کیا کہتے ہو؟ وہ کہتے کہ جو کرنا ہے وہ کرلو ممکن ہے کبھی موقع نہ ملے۔ اسی طرح وہ مر گئے اور حضرتؑ واپس چلے گئے تو یہ خبر پوری زمین میں جنگل کی آگ کی طرف پھیل گئی۔ ایک دن آپ مسجد میں بیٹھے تھے کہ یثرب سے ایک یہودی آیا اور کہا: میں مدینہ کے یہودیوں میں سے اعلم ہوں۔ اور اسی طرح میرے آبا بھی جو مجھ سے پہلے تھے۔ پھر اس کے اہلِ بیت کے کچھ لوگ ساتھ آئے۔ جب مسجدِ اعظم کوفہ کے دروازے پر آئے تو اُونٹ بٹھائے اور مسجد کے دروازے پر رُک گئے اور امیرالمومنینؑ کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم یہودی ہیں اور حجاز سے آئے ہیں۔ ہمیں تمھارے ساتھ کوئی کام نہیں ہے؟ آپ ہماری طرف نکلیں گے یا ہم آپ پر داخل ہو جائیں؟ حضرت علیؑ ان کی طرف باہر گئے اور فرما رہے تھے کہ وہ عنقریب داخل ہوں گے۔ اور فرمایا: کیوں آئے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا: اے فرزندِ ابوطالبؑ! آپؑ نے یہ کون سی بدعت اسلام اور دینِ محمدؐ میں جاری کردی ہے۔

حضرتؑ نے پوچھا: کون سی بدعت؟ یہودی نے کہا: اہلِ حجاز کی ایک قوم کا خیال ہے کہ آپ اس قوم کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ جن لوگوں نے توحید کی شہادت دی اور محمدؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ آپ نے اُنھیں دُھوئیں سے ہلاک کردیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ ان سات آیات کو پڑھو جو حضرت موسٰیؑ پر کوہِ طور پر

نازل ہوئی تھیں۔

وبحق كنائس الخمس القدس وبحق الصمد الديان

کیا تم جانتے ہو کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کے بعد اس قوم کے پاس آئے تو قوم نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور حضرت موسیٰؑ کی رسالت کا انکار کیا تو انھوں نے اسی طریقے سے ان کو قتل کر دیا۔

یہودی نے کہا: ہاں! ہم گواہ ہیں کہ آپ موسیٰؑ کے راز دان ہیں۔ پھر اس نے اپنی قبا سے سریانی زبان کی ایک کتاب نکالی اور حضرت امیرالمومنینؑ کو دی۔ حضرتؑ نے اسے کھولا اور دیکھا اور رو پڑے۔

یہودی نے پوچھا: یابن ابی طالب! آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے کتاب دیکھی اور رونے لگے۔ کتاب تو سریانی میں ہے اور آپ عرب ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں! یہ میرا نام ثبت ہُوا ہے، لٰہذا نہ روؤں تو کیا کروں؟

یہودی نے کہا: مجھے اس کتاب میں اپنا نام دکھائیں اور بتائیں کہ سریانی میں آپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا: یہ دیکھو اور اپنا نام دکھایا اور فرمایا: سریانی میں میرا نام ایلیا ہے۔ اس پر یہودی نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول اللہ اور اشهد انك وصى محمد المصطفیٰ۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ سے بہتر کوئی شخص نہ آیا تھا نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ اور ان تمام لوگوں سے آپ بہتر اور ذمہ دار ہیں۔ پس اُنھوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت امیرالمومنینؑ اُٹھے اور فرمایا: میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ میں اس کے نزدیک بھولا نہیں ہوں اور حمد ہے اللہ کی کہ اس نے میرا نیک لوگوں کے صحائف میں ذکر فرمایا ہے۔

عورت کا اعترافِ جرم

حضرت عمران بن میثمؒ اور صالح بن میثمؒ نے اپنے باپ میثمؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مکمل حمل والی خاتون حضرتؑ کے پاس آئی اور کہا: یاامیرالمومنینؑ! میں نے زنا کیا ہے لہٰذا مجھے پاک کرو۔ اللہ نے آپ کو طہارت دی ہے۔ کیوں کہ عذاب دینا عذابِ آخرت سے آسان ہے اور عذابِ آخرت کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ حضرتؑ نے پوچھا کہ کس طرح تجھے پاک کروں۔

اس نے کہا: میں نے زنا کیا ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: شوہردار ہے یا بغیر شوہر کے؟ اس نے کہا: شوہردار ہوں۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا تیرا شوہر موجود تھا یا نہیں۔ اس نے کہا: موجود تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب چلی جاؤ اور اس بچے کی ولادت کے بعد میرے پاس آنا تمھیں پاک کردوں گا۔ جب عورت پیچھے مڑی تو گویا اتنی جلدی کہ حضرتؑ کا کلام بھی نہ سنا۔ حضرتؑ نے فرمایا: میرے اللہ! یہ اس کی ایک شہادت ہے۔ پھر ولادت کے بعد آئی اور کہا: میں نے بچہ پیدا کرلیا ہے اب آپ مجھے پاک و پاکیزہ کردیں۔ حضرتؑ نے پھر بھی سوال کرتے ہوئے فرمایا: تمھیں کس سے پاک کروں؟ اس نے کہا: میں نے زنا کیا لہٰذا پاک کریں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تو شوہردار تھی جب زنا کیا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: تیرا شوہر موجود تھا یا غائب تھا؟ اس نے کہا: موجود تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب واپس چلی جاؤ اور اپنے بچے کو دودھ پلاؤ اور جب دودھ پلانے کی مدت ختم ہوجائے تو آ کر پاک ہونا۔ اور وہ چلی گئی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اے اللہ! دودھ پلانے کی مدت اب یہ دو شہادتیں ہوگئی ہیں۔ پس دو سال گزر گئے تو پھر عورت آئی اور کہا کہ میں نے بچے کو دو سال مکمل دودھ پلایا ہے اب مجھے پاک کرو یا امیرالمومنینؑ! پھر حضرتؑ نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پوچھا: تجھے کس طرح پاک کروں؟ عورت نے کہا: میں نے زنا کیا ہے مجھے سزا دیں اور جہنّم سے بچائیں

اور پھر حضرتؑ نے وہ سوال کیے کہ شوہر دار ہو یا غیر شوہر دار ہو؟

حضرتؑ نے فرمایا: تم اب واپس چلی جاؤ اور اپنے بچے کی کفالت کرو۔ جب وہ آزادی سے چلنے پھرنے، کھانے پینے اور چھت سے گرنے اور کنویں سے گرنے سے بچنے کے قابل ہو جائے تو فوراً آنا، میں حد جاری کروں گا۔ وہ واپس چلی گئی اور رونے لگی۔ جب اس نے پشت کی تو گویا حضرت علیؑ کا کلام اسے سنائی نہ دیا ہوگا۔ فرمایا: اے میرے اللہ! اب تو تین مرتبہ اقرار کیا گیا ہے اور تین شہادتیں مکمل ہو گئی ہیں۔

راوی کہتا ہے: اس کا استقبال عمرو بن حریث المخزومی نے کیا اور اس عورت سے کہا: اے اللہ کی کنیز کیوں رو رہی ہے؟ میں نے تجھے کئی بار علیؑ کے پاس آتے دیکھا اور تو نے انھیں کہا کہ مجھے پاک کریں۔ اس عورت نے کہا: میں علیؑ سے پاک ہونے کے لیے آئی تھی لیکن انھوں نے کہا: پہلے اپنے بچے کی کفالت کرو۔ اس کے عاقل بالغ ہونے کے بعد آنا، تاکہ تجھے پاک کروں۔ مجھے ڈر ہے کہ میں مر نہ جاؤں اور مجھے علیؑ پاک نہ کریں۔ عمرو بن حریث نے عورت سے کہا کہ تم واپس علیؑ کے پاس جاؤ، میں تمھارے بچے کی کفالت کروں گا تو وہ واپس علیؑ کے پاس چلی گئی اور عمرو بن حریث کے بارے میں بتایا کہ وہ بچے کی کفالت کرنے کو تیار ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: وہ تجھے نہیں جانتا وہ کبھی تمھارے بچے کی کفالت نہ کرے گا۔ عورت نے کہا: یا علیؑ! میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کریں۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا تو شوہر دار ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرتؑ نے پوچھا: تمھارا شوہر موجود تھا؟ اس نے کہا: موجود تھا۔ پھر حضرتؑ نے سر بلند کیا اور کہا: اے میرے اللہ! اب زنا ثابت ہو گیا ہے کہ اس نے چار مرتبہ اعتراف کیا ہے کہ میں نے زنا کیا ہے اور مجھے پاک کیا جائے۔ اور تو نے اپنے نبیؐ کو کہا: اے محمدؐ! جس نے میری حدود کو معطل کیا تو وہ میرا دشمن ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیری حدود کو معطل نہیں کرتا نہ میں تیرے احکام کی

مخالفت کرتا ہوں بلکہ تیرا مطیع اور سنتِ رسولؐ کے تابع ہوں۔ حضرت نے عمرو بن حریث کو دیکھا کہ اس کے منہ میں انار تھا جیسے ہی عمرو نے حضرتؑ کو دیکھا تو کہا:

یاامیرالمومنینؑ! میرا ارادہ ہے میں اس کے بچے کی کفالت کروں گا لیکن اگر آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں اور اگر آپ (میری کفالت کو) ناپسند کرتے ہیں تو میں یہ کام نہیں کرتا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا چار اعتراف کرنے کے بعد تو کفالت کرے گا جب کہ تو شرابی ہے۔ حضرتؑ منبر پر آئے اور خطاب کیا۔ مسجد بھری ہوئی تھی۔ فرمایا: اے لوگو! تمھارے امام ظہر کے بعد اس عورت پر حد جاری کریں گے۔ پس عورت اور لوگ چہرے چھپائے ہوئے باہر نکلے۔ اُنھوں نے پتھروں سے جھولیاں بھری ہوئی تھیں۔ ایک گڑھا کھودا اور عورت کو کمر تک اس میں دفن کیا۔ پھر اپنے خچر پر سوار آئے اور کانوں میں دونوں انگلیاں رکھیں اور بلند آواز سے اعلان کیا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے نبیؐ سے عہد لیا تھا اور وہ عہد محمدؐ نے مجھ سے لیا کہ کوئی ایسا شخص حد جاری نہیں کرسکتا جس پر خود کوئی حد لگی ہو۔ پس جس نے اس عورت جیسا جرم کیا ہے وہ اس عورت پر حد جاری نہیں کرسکتا۔ تو تمام لوگ واپس آگئے اور شرمندہ ہو کر چلے گئے سوائے امیرالمومنینؑ، حسنؑ و حسینؑ کے۔ پھر ان تینوں نے اس عورت پر حد جاری کی اور ان کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔

مرد کا اعترافِ زنا

جناب احمد بن محمد بن خالد نے مرفوعاً حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت کی کہ ایک شخص کوفہ میں میرے پاس آیا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! میں نے زنا کیا۔ مجھے پاک کریں تو آپؑ نے فرمایا: کس قبیلے سے ہو؟ اس نے بتایا بنومزنیہ سے ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: کیا قرآن سے کچھ پڑھ سکتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: پڑھو۔ اس نے بہت خوب صورت قرأت کی۔ حضرتؑ نے پوچھا: تم مجنون تو نہیں ہو؟ اُس نے کہا:

نہیں۔ فرمایا: تم چلے جاؤ ہم تمھیں خود بلائیں گے۔ وہ شخص چلا گیا اور پھر آ گیا کہ یاامیرالمومنینؑ! میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کریں۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا تمھاری بیوی تھی؟ اس نے کہا: ہاں شادی شدہ ہوں اور بیوی بھی موجود تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب چلے جاؤ۔ وہ چلا گیا نیز فرمایا کہ خود تجھے بلاؤں گا۔ حضرتؑ نے اس کی قوم سے تحقیق کروائی کہ یہ صحیح العقل ہے پاگل تو نہیں۔ پھر یہ تیسری مرتبہ آیا تو حضرتؑ نے واپس کیا۔ پھر چوتھی مرتبہ آیا اس نے اقرار کیا تو حضرتؑ نے قنبر سے فرمایا: اس کی حفاظت کرو پھر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: یہ شخص کتنا قبیح ہے کہ ایک تو بڑا کام کیا اور پھر تمام لوگوں میں اس گناہ کو ظاہر کر کے اپنے آپ کو رسوا کر رہا ہے۔ کیا اپنے گھر اور تنہائی میں توبہ نہ کر سکتا تھا؟ خدا کی قسم! اللہ اور اپنے درمیان کسی گناہ کی توبہ کرنا میرے حد جاری کرنے سے بہتر ہے۔ پھر اس کو باہر نکالا اور لوگوں کو آواز دی: اے لوگو! اس شخص پر حد جاری کرنے نکلو اور کوئی ایک اپنے ساتھی کو نہ پہچانتا ہو۔

اس کو صحرا میں لے گئے تو حضرتؑ نے فرمایا: میں نماز پڑھتا ہوں، آپؑ نے نماز پڑھی۔ اس شخص کو گڑھے میں کھڑا کیا اور پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے مسلمانو! یہ اللہ کے حقوق ہیں جس کی گردن میں خود کوئی حق ہے تو وہ واپس چلا جائے۔ وہ حد جاری نہیں کر سکتا جس کی گردن میں کوئی حد ہو۔ پس لوگ واپس چلے گئے اور صرف تین اشخاص خود حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ باقی رہ گئے اور پتھر اُٹھائے، تین دفعہ تکبیر کہی اور پھر اسے تین تین پتھر مارے اور ہر پتھر پر تین تین تکبیریں پڑھتے تھے۔ پھر امام حسنؑ نے تین پتھر مارے اور پھر امام حسینؑ نے تین پتھر مارے تو وہ شخص مر گیا۔ اُسے گڑھے سے نکالا۔ اس کے لیے قبر کھدوائی، اس کا جنازہ پڑھا اور دفن کر دیا تو حضرت امیرالمومنینؑ سے پوچھا گیا: کیا اس کو غسل نہ دیں گے۔ آپؑ نے فرمایا: اب اسے آبِ طہر سے یومِ قیامت تک غسل دیا جائے گا، کیوں کہ اس نے اس معاملے میں

عظیم صبر کیا ہے۔

حضرت عمر کے پاس ایک شخص آیا کہ اس کے ساتھ لواطہ کیا گیا ہے۔ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ اسے کوڑے ماروں، لہٰذا گواہوں سے کہا کہ کیا تم نے دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں دستہ داخل ہوتا ہے۔ اُنھوں نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ آپؑ نے اس شخص کو بلایا جس نے اس کے ساتھ یہ کام کیا تھا لیکن وہ نہ مل سکا۔ حضرتؑ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کردو۔ پس اسے قتل کیا گیا۔ پھر فرمایا: اسے پکڑو اس کے لیے ایک عقوبت باقی ہے۔

حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی عقوبت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: لکڑیاں منگواؤ، لکڑیوں کے درمیان ڈالا گیا اور اسے آگ لگا دی تو پھر فرمایا: اللہ کے کئی ایسے بندے ہیں کہ جن کی صلبوں میں ایسے رحم ہیں جیسے عورتوں کے رحم ہوتے ہیں۔

حضرت عمر نے پوچھا: پھر ان کو حمل کیوں نہیں ہوتا؟ آپؑ نے فرمایا: ان کے رحم ان کی پشتوں میں اس کے برعکس غددوں کی طرح ہوتے ہیں جیسے اُونٹ کی عذود ہوتی ہے۔ اس عذود میں ہیجان آتا ہے۔ وہ لوگ اس کی طرف ہیجان کرتے ہیں اور جب وہ خاموش ہوتو وہ شخص ساکن ہو جاتا ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ سویا ہوا تھا کہ ایک بھاگ گیا اور دوسرا پکڑا گیا تو اسے حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا: اب اس کا کیا کروں؟ کسی نے کہا: یہ کرو اور کسی نے کہا: وہ کرو۔ حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے پوچھا: آپؑ فرمائیں کیا سزا دیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی گردن اُڑا دو۔ حضرت عمر نے اسے قتل کردیا۔ پھر جس وقت اُسے اُٹھانے گئے تو فرمایا: ابھی اس پر ایک حد باقی ہے۔ حضرت عمر نے کہا: کون سی حد باقی ہے؟ فرمایا: لکڑیاں منگواؤ اور اس میں رکھ کر اسے جلا دو۔

لواط کا اقرار

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: میں نے ایک غلام سے لواط کیا ہے لہٰذا مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: ابھی تم گھر جاؤ شاید گھر والوں کو تمھاری ضرورت ہو۔ جب دوسرا دن ہوا تو پھر آیا اور یہی بات کی تو آپؑ نے فرمایا: واپس گھر جاؤ شاید ان کو تیری ضرورت ہے، پھر چلا گیا۔ تیسرے دن پھر آیا اور وہی بات کہی۔ علیؑ نے ٹال دیا۔ جب چوتھے دن اس نے پھر اقرار کیا تو آپؑ نے فرمایا: تجھ جیسے گناہ گار کے لیے رسولؐ پاک نے تین احکام جاری کیے ان میں جو حکم چننا چاہو تمھارا اختیار ہے۔ اس نے کہا: وہ کون سے احکام ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا:

1. تلوار کی ضرب تیری گردن جہاں تک جاری ہے۔
2. ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور پہاڑ سے نیچے دھکا دیا جائے
3. آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔

اس نے کہا: کون سی سزا مجھ پر بہت سخت ہوگی؟ فرمایا: آگ سے جلنا۔ اس نے کہا: پھر میں یہی اختیار کرتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اختیار تیرا ہے۔ اس شخص نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد تشہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے یہ دعا کی: اے میرا اللہ! میں اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں اور میں عذابِ آخرت سے بہت ڈرتا ہوں، لہٰذا میں تیرے رسولؐ کے چچازاد کے پاس آیا ہوں کہ مجھے سزا دے کر پاک کریں اور انھوں نے مجھے تین سزاؤں سے ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے۔

میرے اللہ! میں نے ان میں سے شدید ترین کا انتخاب کیا۔ اے میرے اللہ! میرا سوال ہے کہ اس میری سزا کو میرے بُرے اعمال کا کفارہ بنا دینا اور مجھے آخرت کی آگ میں نہ جلانا۔ پھر وہ اُٹھا اور رو رہا تھا۔ پھر اس گڑھے میں جا بیٹھا جو

حضرت امیرؑ نے اس کے لیے کھدوایا تھا۔ اس کے اردگرد آگ شعلہ دار ہو رہی تھی۔ علیؑ اور اصحابِ علیؑ خوب روئے اور فرمایا: اے شخص! اب یہاں سے اُٹھ جا کیوں کہ تو نے آسمان کے ملائکہ اور زمین کے ملائکہ کو رُلا دیا ہے، اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے اور یہاں سے اُٹھ جا اور پھر کبھی یہ کام نہ کرنا۔

حضرت علیؑ کی قضاوت حسینؑ کے حوالے کرنا

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دور میں دو شخص اللہ کی رضامندی میں بھائی بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مر گیا اور دوسرے کو وصیت کر گیا کہ میری اولاد کا خاص خیال رکھنا، اس نے اس کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر حفاظت کی۔ پھر اس کو سفر پیش آیا تو اپنی بیوی کو اپنے مرحوم روحانی بھائی کی بیٹی کی وصیت کی۔ اس شخص کا سفر طولانی ہو گیا حتیٰ کہ وہ بچی جوان ہو گئی۔ وہ بہت خوب صورت نکلی۔ مسافر شخص سفر سے اس بچے کی حفاظت اور توجہ دینے کا کہتا رہتا تھا۔ اس کی بیوی کو شک پیدا ہوا کہ اس بچی کو دیکھو کہ اس قدر تاکید کیوں ہو رہی ہے؟ جب اسے دیکھا تو وہ جوان اور بہت خوب صورت تھی۔ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے میرے شوہر کو اس کا حُسن و جمال پسند آ جائے اور اس سے شادی نہ کر لے، لہٰذا یہ خود اور اپنے ساتھ چند عورتوں کو اس بچی کے گھر لے گئی۔ ان عورتوں نے اس بچی کو پکڑے رکھا اور انگلی سے اس کا پردہ بکارت پھاڑ دیا۔ پس جب وہ مرد سفر سے گھر آیا تو اس بچی کو لایا تو وہ شرم کے مارے کہ جو اس کے ساتھ ہوا تھا، نہ آئی۔ اس نے بہت بلایا، منت سماجت کی لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ جب اس کا انکار اور اس مرد کا اصرار بڑھا تو اس کی بیوی نے کہا: اس بچی کو چھوڑ دو وہ تجھ سے شرم کرتی ہے کیوں کہ اس نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ اس نے اپنی عزت لُٹا لی ہے۔ مرد نے کلمۂ استرجاع پڑھا اور پھر خود لڑکی کے پاس جا پہنچا اور اس کی توبیخ و مذمت کی اور کہا: بدبخت میں کس طرح تمہارے اُوپر مہربان تھا اور تمھیں عزت

دیتا تھا۔ خدا کی قسم! میں نے تمھیں محفوظ رکھا ہوا تھا اپنی اولاد سے بھی عزیز کیے رکھا لیکن تو نے یہ کام کر دکھایا۔ تو کس کے بہکاوے میں آ گئی تھی۔ شیطان کے!

اس وقت لڑکی نے کہا: جو تمھیں بتایا گیا ہے وہ غلط ہے، خدا کی قسم! میں نے وہ کام نہیں کیا جو تمھاری بیوی مجھ پر الزام دھرتی ہے اور وہ جھوٹ بولتی ہے اور میرے ساتھ اس نے یہ حرکت کی ہے۔ اس نے تمام واقعہ سنایا جو اس کی بیوی نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ پس اس شخص نے اپنی بیوی اور اپنی اس عزیزہ کو لیا اور حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آ گیا۔ آپؑ کے حضور پورا واقعہ بیان کیا۔ اس کی بیوی نے اس کا اقرار کرلیا۔ اس وقت امام حسنؑ سامنے بیٹھے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: حسنؑ بیٹے! اس کا فیصلہ کرو۔ امام حسنؑ نے فرمایا: اس عورت پر حدِ قذف جاری ہوگی۔ نیز اس عورت پر واجب ہے کہ اس لڑکی کی پردۂ بکارت پھاڑنے کی دیت دے۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا: آپ نے حق اور صحیح فیصلہ کیا ہے۔ پھر فرمایا: لو کلف الجمل الطحن لفعل، ''اگر اُونٹ سے زنا بھی میسر آئے تو وہ کرے گا''۔

قال المجلسی: افتراع سے مراد بکارت کا ازالہ کرنا ہے اور لو کلف الجمل الطحن سے مراد اس مقام پر بچی کی مجبوری تھی اور وہ معذور تھی۔

قدامہ بن مظعون کو کوڑے

جناب عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: شراب پینے میں حدّ ہے، خواہ تھوڑی شراب پیئے یا زیادہ۔ پھر فرمایا: حضرت عمر کے پاس قدامہ بن مظعون کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی اور اس پر گواہ قائم ہو گئے۔ اُس نے حضرت علیؑ سے سوال کیا: آپ نے فرمایا: اسے اسّی کوڑے مارے جائیں۔

قدامہ نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! مجھ پر کوئی حدّ نہیں کیوں کہ میں اس آیت کا مصداق ہوں۔ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا

(سورۂ مائدہ، آیہ ۹۳) تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

تم ان لوگوں سے نہیں ہو ان کا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ کیوں کہ وہ نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں مگر جو اللہ نے ان کے لیے حلال کیا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ کیا کھا رہا ہے اور کیا پی رہا ہے پس اسے اسّی کوڑے مارے جائیں۔

شراب کی حُرمت کے بارے میں آیت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر کے دور میں شراب پی اور اسے حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے شراب پی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ ابوبکر نے کہا: کیوں پی ہے یہ تو حرام ہے۔ اس شخص نے کہا: میں اسلام لے آیا، جب کہ میرا مکان بازار میں ہے۔ لوگ میرے گھر شراب پیتے رہتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں۔ اگر مجھے اس کی حُرمت کا علم ہوتا تو یقیناً اجتناب کرتا۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: آپ اس معاملے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: یہ ایسی صورت ہے کہ جسے سوائے علیؑ کے کوئی حل نہیں کرسکتا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو بلوایا تو حضرت عمر نے کہا: دونوں اُٹھے اور وہ شخص بھی ساتھ تھا اور کچھ لوگ اور بھی تھے۔ حتیٰ کہ وہ حضرت امیرالمومنینؑ کے سامنے پہنچے اور ان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ اس شخص نے اپنا واقعہ سنایا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اسے ساتھ لے جاؤ اور تمام مہاجرین و انصار کی محافلین میں جا کر معلوم کرو کہ کوئی ایسا شخص ہے جس نے یہ آیت کریمہ اس شخص کو سنائی ہو تو وہ گواہی دے۔ اسی طرح انھوں نے تفتیش کی تو کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے کہا ہو کہ میں نے اسے سنا ہے۔ اس کو چھوڑ دو اور فرمایا: اب اگر شراب پی تو تم پر حدِ الٰہی جاری ہوگی۔

علیؑ کے انوکھے فیصلے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایسے فیصلے کیے جو پوری تاریخِ انسانی میں پہلے کبھی نہ ہوئے تھے اور رسولؐ اللہ کے بعد سب سے پہلا فیصلہ علیؑ کا وہ ہے کہ جب حکومت ابوبکر کے پاس تھی۔ ایک شخص آیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ حضرت ابوبکر نے اسے کہا: اس نے شراب پی ہے؟ اہلِ شہر نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: میں شراب کبھی نہ پیوں گا اگر یہ حرام ہے۔ پھر اس نے کہا: میں اسلام لے آیا ہوں لیکن میرا گھر جس طرف ہے وہاں وہ لوگ شراب پیتے رہتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں اور میں بھی نہ جانتا تھا کہ یہ حرام ہے ورنہ اجتناب کرتا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی طرف دیکھا اس نے کہا: یہ ایسی مشکل ہے کہ جس کے لیے علیؑ کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو بلانا چاہا لیکن حضرت عمر نے کہا: ہمیں ان کے دروازے پر جانا چاہیے۔ پس وہ آئے اور سلمان فارسیؓ بھی ساتھ تھے۔ حضرتؑ کو اس شرابی شخص کا واقعہ سنایا۔ حضرت علیؑ نے ابوبکر سے کہا: اس کے ساتھ ایسا شخص بھیجو جو اس کے تمام مہاجرین اور انصار کی محفلوں میں جائے اور ان سے پوچھے کہ کوئی شخص ایسا ہے جو کہے یہ آیتِ تحریم ان میں سے کسی نے سنائی تھی تو اس کے خلاف گواہی دی اور اگر یہ آیتِ تحریم اسے نہیں سنائی گئی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ حضرت ابوبکر نے ایک شخص کو اس کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام لوگوں سے تفتیش کر لے کہ آیتِ تحریم اس شخص کو کسی نے سنائی ہے یا نہیں؟ مگر کوئی شخص باہر نہ نکلا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ فرمایا: میں اس آیت کی دوبارہ تجدید و تاکید کے لیے آیا ہوں: اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک قوم حضرت امیر المومنینؑ کے پاس آئی اور کہا: السلام علیك یا ربنا۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا: توبہ کرو لیکن

انھوں نے توبہ نہ کی تو ان کے لیے ایک گڑھا کھدوایا گیا اور اس میں لکڑی ڈال کر آگ لگا دی گئی اور ایک اور گڑھا اس کے قریب کھودا گیا اور دونوں کے درمیان سوراخ کے ذریعے رابطہ تھا۔ پھر بھی توبہ نہ کی تو ان کو ایک گڑھے میں ڈال کر اور دوسرے گڑھے میں لکڑیاں داخل کر کے آگ لگا دی اور وہ وہیں مر گئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت امیر المومنینؑ کے پاس بنی ثعلبہ سے ایک شخص آیا جو اسلام لانے کے بعد نصرانی ہوگیا تھا۔ اس پر گواہ پیش ہوئے۔ حضرت امیرؑ نے اُسے کہا: کیا تو نے اسلام کو عیب دار سمجھا ہے؟ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اس نے کہا: یہ ٹھیک ہیں اور میں اب واپس اسلام کی طرف آتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تم گواہوں کو جھٹلاتے تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ پس تم سے ہم نے یہ اسلام قبول کیا، اب دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ اب اگر تم منحرف ہوگئے تو دوبارہ میں تمھارا اسلام کی طرف رجوع قبول نہیں کروں گا۔

زط (سیاہ فام) کے ستّر آدمی

ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: جب وہ بصرہ سے فارغ ہوئے تو زط سے ستّر آدمی آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی زبان میں کلام بھی کیا تو آپؑ نے بھی وہی زبان اور وہی بولی اختیار کی۔ پھر فرمایا: میں وہ نہیں ہوں جو تم کہتے ہو۔ میں اللہ کا بندہ اور مخلوق ہوں۔ تو انھوں نے انکار کیا اور کہا: تو ہی رب ہے۔ حضرتؑ نے انھیں فرمایا: اگر تم اپنی گفتار سے باز نہ آئے تو میں تمھیں قتل کر دوں گا۔ وہ اپنی گفتار سے باز نہ آئے۔ حضرتؑ نے ایک کے لیے کئی ایک گڑھے کھدوائے پھر انھیں آپس میں سوراخ کے ذریعے مربوط کر دیا، تاکہ دھواں گزرتا رہے۔ پھر ان کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور گڑھے کا سر ڈھانک دیا۔ پھر اس کنویں میں آگ ڈالی جس میں وہ لوگ نہیں تھے ان کو

دھواں دینے کے لیے۔ پس دھواں ان کے گڑھوں میں داخل ہوا اور وہ مر گئے۔

علیؑ کے خلاف فیصلہ

روایت ہے کہ حکم بن عینیہ سلمہ بن کہیل حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے تو آپؑ سے شاہد اور یمین کے بارے پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا تھا اور علیؑ نے کوفہ میں اس کا فیصلہ کیا تھا۔ دونوں نے کہا: فیصلہ تو قرآن کے خلاف ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تمھیں کیسے پتا چلا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ دونوں نے کہا: اللہ فرماتا ہے: اشھدوا ذوی عدل منکم دو عادل گواہ ہوں اور یہ شہادت نفر اور قسم کی قبول کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: علی علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے اور وہاں سے عبداللہ بن فضل التمیمی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس طلحہ کی زرہ تھی۔ علیؑ نے اس سے فرمایا: یہ طلحہ کی زرہ یوم بصرہ چھن گئی ہے۔ عبداللہ بن فضل نے کہا: میرے اور اپنے درمیان قاضی جسے بھی بنائیں مجھے قبول ہے۔ حضرتؑ اور اس کے درمیان قاضی شُریح مقرر ہوا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: زرہ طلحہ کی ہے جو جنگِ جمل کے روز چھینی گئی ہے۔ شُریح نے کہا: جو آپ کہہ رہے ہیں اس کے گواہ لائیں۔ امام حسنؑ نے گواہی دی کہ یہ زرہ طلحہ کی ہے جو لائی گئی ہے۔ شُریح نے کہا: ایک گواہ ہے، اور میں ایک گواہ پر فیصلہ نہیں کرسکتا جب تک کہ دوسرا گواہ بھی اس طرح کا نہیں آتا۔ حضرتؑ نے قنبرؑ کو بلایا تو اس نے گواہی دی کہ زرہ طلحہ کی ہے۔

قاضی شُریح نے کہا: یہ تو غلام ہے اور غلام کی شہادت پر میں فیصلہ نہیں سناتا۔ حضرت علیؑ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اسے لے لو یہ تیرا فیصلہ تین طرح سے غلط ہے تو شریح متحول ہوا اور کہا: میں فیصلہ نہیں کرتا۔ پہلے یہ بتائیں کہ تین طرح کی قضاوت کا علم آپ کو کس طرح ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: مجھے بتایا ہے کہ زرہ طلحہ ہی کی ہے جو لوٹی گئی ہے تو تم نے مجھ سے اس بات کے گواہ مانگ لیے جب کہ رسولؐ پاک نے فرمایا

تھا کہ لوٹا ہوا سامان جہاں مل جائے بغیر گواہوں کی تصدیق کے لے لو۔ جب گواہ نے گواہی دی تو تم نے کہا: ایک گواہ ہے اور میں ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ حالاں کہ رسولؐ پاک نے ایک گواہ اور ایک قَسم کے ساتھ فیصلے کیے ہیں تو وہاں بھی دو چیزیں ہیں۔

پھر میں نے قنبرؓ سے گواہی دلوائی تو تم نے کہا: اس کی گواہی نہیں کیوں کہ غلام ہے حالاں کہ اگر مملوک عادل ہو تو اس کی گواہی میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرمایا: اے بدبخت! مسلمانوں کا امیر ان کے اُمور پر زیادہ محافظ اور امین ہوتا ہے، تیری اس قضاوت کے اس منصب سے۔

بیٹے کو ماں سے ملحق کر دیا

عاصم بن حمزة السلول نے روایت کی کہ میں نے ایک غلام کو مدینہ میں یہ کہتے سنا: اے احکم الحاکمین! احكم بيني وبين امي۔ میرے اللہ میری اور میری ماں کے درمیان.......... فیصلہ کرنا، میں تو اب واپس نہیں جا سکتا۔ امیر مدینہ نے کہا: اے غلام! تم ماں کے خلاف کیوں شاکی ہو؟ اس نے امیر مدینہ سے کہا: اس نے مجھے اپنے بطن میں نو مہینے اُٹھایا اور دو سال دودھ پلایا۔ جب میں تمیز کرنے لگا، اچھائی برائی سمجھنے لگ گیا اور دائیں اور بائیں سے آگاہ ہوا تو ماں نے مجھے خود سے دُور کر دیا اور میرا انکار کر دیا اور ظاہر کرتی ہے کہ میں تو اسے جانتی ہی نہیں۔

حضرت عمر نے کہا: تیری والدہ کہاں ہے؟ اس کو بلاؤ۔ اس کی ماں آئی جس کے ساتھ چار بھائی اور چار بہنیں تھیں جو قسم دینے آرہے تھے کہ یہ عورت (ہماری بہن) اس غلام کو جانتی تک نہیں ہے۔ یہ غلام حرامی، ظالم، دھوکے باز ہے اور ارادہ رکھتا ہے کہ اسے اپنے قبیلے میں رسوا اور شرمندہ کرے اور یہ عورت تو قریشی ہے جس نے ابھی شادی ہی نہیں کی، اس کا بیٹا کہاں سے آ گیا۔ اس کا مالک اس پر اپنی مہر لگا چکا ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اے لڑکے تم کیا کہتے ہو؟ اس غلام نے کہا: اے امیر مدینہ! خدا کی قسم! یہ میری ماں ہے جس نے مجھے نو ماہ اپنے پیٹ میں اُٹھائے رکھا اور دو سال اپنا دودھ پلایا لیکن جب میں بڑا ہوا اور خیر و شر کا علم ہوا نیز اچھے بُرے کی تمیز ہونے لگی تو اس نے مجھے اپنے سے دُور کر دیا اور میرا انکار کر دیا اور ظاہر کرتی رہی کہ یہ مجھے نہیں جانتی۔ حضرت عمر نے کہا: اے عورت یہ غلام کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: اے امیر مدینہ! اس ذات کی قسم جو اپنے نور سے ایسا چھپا ہوا ہے کہ کوئی آنکھ اُسے دیکھ نہیں سکتی اور محمدؐ کی نبوت کی قسم! میں اس کو جانتی تک نہیں اور نہ یہ جانتی ہوں کہ یہ کن لوگوں میں سے ہے۔ یہ تو ایک غلام ہے جو مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے۔ اور میں ایک قریشی کی کنواری لڑکی ہوں۔ حضرت عمر نے کہا: تیرے پاس گواہ ہیں؟ اس نے کہا: یہ لوگ کھڑے ہیں اور چالیس شخص آگے بڑھے اور اُنھوں نے قسم کھائی کہ اس عورت نے تو ابھی شادی ہی نہیں کی۔ اس پر حضرت عمر نے کہا: اس غلام کو پکڑ و اور اسے زندان میں ڈال دو۔ یہاں تک کہ ہم گواہوں سے پوچھ گچھ کرلیں۔ اگر ان کی شہادت عادلانہ ہو تو اس غلام کو حد افترا لگے گی۔ پس غلام کو پکڑا اور زندان میں لے گئے۔ راستے میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوگئی۔ غلام نے فریاد کی: یا علیؑ! اس حضرت عمر نے مجھے قید خانے میں بھیجنے کا حکم دے دیا ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: اس کو واپس حضرت عمر کی طرف لے جاؤ۔ جب اسے پلٹایا تو حضرت عمر نے کہا: میں تمھیں زندان بھیجتا ہوں اور تم اسے واپس میرے پاس لے آئے ہو۔ انھوں نے کہا: امیر المومنین علیؑ نے حکم دیا ہے کہ حضرت عمر کی طرف واپس لے جاؤ اور ہم نے آپ سے کئی دفعہ سنا ہے کہ علیؑ کی نافرمانی نہ کرنا۔ اتنے میں حضرت علیؑ بھی تشریف لے آئے اور فرمایا: اس غلام کو میرے پاس لاؤ۔ اسے لایا گیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے غلام! تم کیا کہتے ہو؟ حضرتؑ نے اپنے

اس کلام کو چند مرتبہ دُہرایا۔ مولا علیؑ نے حضرت عمر سے کہا: کہو تو مَیں ان کے درمیان فیصلہ کروں۔ حضرت عمر نے کہا: جی ہاں کریں۔ میں نے رسول اکرمؐ سے کئی مرتبہ سنا ہے کہ اعلمھم علی اتقاکم علی۔

پھر عورت نے کہا: کیا تیرے گواہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ چالیس قسم اُٹھانے والے آگے بڑھے اور قسم اُٹھائی کہ اس نے ابھی شادی ہی نہیں کی۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: آج میں وہ فیصلہ کروں گا جس میں خالق کی رضا ہوگی۔ جس کی مجھے رسولؐ خدا نے تعلیم دی ہے۔ پھر فرمایا: اے عورت تیرا کوئی ولی ہے؟ اس نے کہا: ہاں یہ سارے میرے بھائی ہیں۔ حضرتؑ نے اس کے بھائیوں سے کہا: کیا میرا کوئی فیصلہ تمھارے اور تمھاری بہن کے حق میں منظور ہوگا۔ انھوں نے کہا: اے عم زاد رسولؐ! ہمیں آپ کا فیصلہ اپنے بارے میں اپنی بہن کے بارے میں قبول ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمام حاضرین گواہ ہیں کہ میں عورت کا اس غلام سے چارصد درہم نقد سے عقد کرتا ہوں۔ اے قنبرؓ! درہم لے آؤ، پس وہ آیا اور وہ غلام کے ہاتھ میں دیے اور کہا: حق مہر کے عوض ان کو لو اور اپنی بیوی کی جھولی میں ڈال دو اور ہمارے پاس نہ آنا حتیٰ کہ تم پر نئی شادی کے آثار ہوں، یعنی غسل ہو۔ غلام اُٹھا، درہم اپنی بیوی کی جھولی میں ڈالے اور پھر اسے بلایا اور کہا: اے میری بیوی آؤ۔ عورت نے چیخ ماری اور کہا:

ہائے جہنم، ہائے جہنم! اے عم زادِ رسولؐ آپ میرے بیٹے کی مجھ سے شادی کرانا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے بھائیوں نے ایک جگہ پر میری شادی کردی اور میں نے اسے پیدا کیا، جب یہ بڑا ہوا تو میں نے اسے خود سے دُور کردیا، خدا کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے۔ پھر اس عورت نے غلام کا ہاتھ پکڑا اور چلی گئی۔

حضرت عمر نے کہا: لولا علی لھلک حضرت عمر۔

وقتِ جماع شوہر کی وفات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک عورت حضرت عمر کے پاس آئی جس کا شوہر بوڑھا تھا۔ جب اس نے جماع کیا تو وہ عورت کے اُوپر ہی مر گیا۔ عورت حاملہ ہوگئی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ شوہر کے بیٹوں نے دعویٰ کیا کہ اس عورت نے زنا کیا ہے اور اس پر گواہوں نے بھی گواہی دے دی۔ حضرت عمر نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ اتفاقاً اس وقت حضرت علیؑ تشریف لے آئے۔ عورت نے عرض کیا: اے عم زادِ رسولؐ! میرے پاس حجت ہے۔ فرمایا: وہ حجت لاؤ۔ اس نے ایک تحریر دی۔ حضرتؑ نے اسے پڑھا اور فرمایا: اے عورت! یہ تو تمھاری یومِ تزویج اور اپنے شوہر کے جماع کرنے کا بتا رہی ہے۔ پھر اسے عورت کو واپس کر دیا۔ دوسرے دن حضرتؑ نے اُس شخص کے بڑے بچوں کو بلایا اور اس عورت کے بچے کو بھی بلایا اور انھیں فرمایا کہ کھیلو۔ وہ کھیل میں مصروف ہوگئے تو انھیں کہا کہ اب بیٹھ جاؤ۔ جب بیٹھ گئے تو ان کو آواز دی کہ اب جلدی سے اُٹھو، باقی بچے جلدی سے اُٹھ گئے لیکن اس عورت کا بچہ ہتھیلیاں ٹیک کر دیر سے اُٹھا۔ حضرت علیؑ نے اسے بلایا اور اسے اُس کے باپ کو وراثت دی جب کہ اس کے بھائیوں پر حدِ قذف جاری کی۔

حضرت عمر نے کہا: یہ کیسے ہوگیا؟ فرمایا: میں نے بوڑھے شوہر کی کم زوری اس بچے کے ہتھیلیاں ٹیک کر اُٹھنے سے محسوس کر لی ہے۔

عبد اور مولیٰ کا جھگڑا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص جبلِ عامل سے حج کرنے آیا، اس کے ساتھ اُس کا غلام بھی تھا۔ اس غلام نے گناہ کیا تو اس کے مولیٰ نے اسے مارا۔ اس غلام نے کہا: میں عبد نہیں بلکہ مولا ہوں اور تم عبد ہو۔ وہ اسی طرح ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے رہے، وہ لڑتے جھگڑتے کوفہ پہنچ

گئے۔ مولا نے عبد سے کہا کہ میں تجھے علیؑ کے پاس لے جاؤں گا۔ جب امیرالمومنین ؑ کے پاس پہنچے تو جس مولا نے غلام کو مارا تھا اُس نے کہا: میرا بہت بُرا غلام ہے، میں اس کا سردار و مولا ہوں لیکن اس نے میری نافرمانی کی۔ مجبوراً مجھے اس کو مارنا پڑا تو اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ دوسرے نے کہا: خدا کی قسم! نہ میرا غلام ہے، اسے میرے باپ نے میرے ساتھ بھیجا ہے تا کہ مجھے سکھائے اور بتلائے اور اس نے مجھ پر حملہ کر دیا تا کہ میرا مال لوٹ لے۔ دونوں قَسم کھانے پر آمادہ تھے اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے تھے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب چلے جاؤ اور رات کو سوچ سمجھ کر مسئلہ حل کر لینا اور کل سچ کے ساتھ میرے پاس چلے آنا ورنہ آنے کی ضرورت نہیں۔ جب صبح ہوئی تو مولاؑ نے قنبرؓ سے فرمایا: اس دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ کر دو۔ جب سورج نیزے برابر طلوع ہوا تو دونوں آئے۔ اور بھی بہت سے لوگ جمع تھے۔ لوگوں نے کہا: آج وہ معاملہ پیش آیا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس مسئلہ سے علیؑ نہیں نمٹ سکیں گے۔ اب حضرتؑ نے اُن دونوں سے فرمایا: اُٹھو، تم سچ بولنے والے نہیں۔ پھر ایک سے کہا: اس سوراخ میں اپنا سر داخل کرو، پھر دوسرے سے کہا: تم اس سوراخ میں سر داخل کرو۔ پھر فرمایا: قنبرؓ! مجھے تیزی سے رسولِؐ خدا کی تلوار لا کر دو، تا کہ میں غلام کی گردن کاٹ دوں۔ یہ سنتے ہی غلام نے جلدی سے سر باہر نکال لیا لیکن دوسرا سر کو سوراخ میں ڈالے کھڑا رہا۔ پس حضرت علیؑ نے فرمایا: تو غلام ہے جب کہ تو کہتا تھا کہ میں غلام نہیں ہوں۔ اس نے کہا: ہاں لیکن اس نے مجھے بہت سخت مارا اور زیادتی کی ہے۔ حضرت علیؑ نے اس غلام کی وقوف (عقل) کی تائید کی اور غلام کو اس کے مولا کے سپرد کر دیا۔

ضرب کی زیادتی

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: حضرت امیرالمومنینؑ نے قنبرؓ کو حکم دیا کہ اس شخص پر ایک ضرب سے حد جاری کرو۔ قنبرؓ نے غلطی کی اور تین کوڑے

زیادہ مار دیے۔ حضرت علیؑ نے قنبرؓ کو تین کوڑے لگانے کی سزا دی۔

سماعہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کو حضرت امیرؑ کے دور میں کہا کہ میں نے تیری ماں سے خواب میں جماع کیا ہے۔ وہ دعویٰ حضرت علیؑ تک پہنچ گیا اور کہا: میرے اُوپر افترا ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: اس نے تجھے کیا کہا؟ اس نے جواب دیا: میری ماں سے محتلم ہوا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: عدل میں تو ہے کہ اگر تم چاہو تو میں اسے تمھارے لیے سورج میں کھڑا کر دیتا ہوں اور تم اس کے سایہ پر کوڑے برساؤ کیوں کہ خواب میں احتلام مثل سائے کے ہے لیکن ہم اس کو ضرب لگائیں گے تاکہ دوبارہ مسلمانوں کو اذیت نہ دے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے اسے بڑی دردناک ضرب ماری۔

جناب حارث بن حصیرہ سے روایت ہے کہ میں ایک حبشی کے پاس سے گزرا اور وہ مدینہ میں پانی پلاتا تھا۔ جب اس کا ہاتھ کٹ گیا تو میں نے پوچھا کیوں کر ہاتھ کٹا؟ اس نے کہا: علیؑ نے کٹوانے کا حکم دیا تھا کیوں کہ ہم ایک چوری میں پکڑے گئے تھے۔ ہم آٹھ آدمی تھے، بس ہمیں حضرت علیؑ کی خدمت میں لے جایا گیا تو ہم نے چوری کا اقرار کرلیا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے تھے کہ یہ چوری کرنا حرام ہے؟ ہم نے کہا: ہاں جانتے تھے۔ تو آپؑ نے حکم سنایا کہ ان کی ہتھیلیوں سے انگلیاں کاٹ دی جائیں اور انگوٹھا چھوڑ دیا جائے۔ پھر ہمیں حکم دیا کہ ان کو میرے گھر میں قید کردو۔ ان دنوں ہمیں گھی اور شہد کھلاتے اور علاج کرتے رہے حتیٰ کہ زخموں سے شفا حاصل ہوگئی۔ جب ہم وہاں سے نکلنے لگے تو ہمیں بہترین چادریں اور لباس دیے اور فرمایا: اگر تم توبہ کرو اور اپنی اصلاح کرلو تو بہت اچھا ہے۔ اللہ تمھیں جنت میں یہ ہاتھ عطا کرے گا اور اگر تم توبہ نہیں کرو گے تو تمھیں جہنم میں یہ ہاتھ مل جائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس دو شخص

آ ئے اور ایک نے کہا: اس (دوسرے) شخص نے میری زرہ چوری کی ہے اور اس شخص کو ان کو قسمیں دینا شروع کر دیں۔ جب گواہ دیکھے تو کہا کہ اگر رسولؐ خدا ہوتے تو وہ کبھی میرا ہاتھ نہ کاٹتے۔

حضرتؑ نے فرمایا: وہ کیوں؟ اس نے کہا: خدا ان کو خبر دیتا کہ میں بَری ہوں تو وہ مجھے باعزت بَری کر دیتے۔ حضرتؑ نے اس کی قسموں کو دیکھا تو گواہوں کو بلایا اور فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ظلم سے ایسے شخص کے ہاتھ نہ کٹواؤ اور ان کو قسم دی اور فرمایا: پس تم میں ایک اس کا ہاتھ کاٹے اور دوسرا اس ہاتھ کو پکڑے رکھے۔ جب وہ دونوں شخص ایک بلند مقام پر پہنچے تاکہ اس کے ہاتھ کاٹیں تو لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ وہ لوگوں میں مخلوط ہوگئے۔ جب وہ لوگوں میں مخلوط ہوگئے تو انھوں نے ایک شخص کو لوگوں میں بھیجا تو وہ شخص جس پر ان دونوں نے گواہی دی اس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! میرے خلاف دو آدمیوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔ جب لوگ آئے تو ہمیں لوگوں سے مخلوط کر دیا اور خود بھاگ گئے۔ اگر وہ سچے تھے تو مجھے لوگوں میں نہ بھیجتے۔ آپؑ نے فرمایا: کون ان دو کی مجھے اطلاع دے گا، تاکہ ان دونوں کو سزا دوں۔

خرابہ میں موجود

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کے پاس ایک شخص لایا گیا جو ایک خرابے سے ملا اور اس کے ہاتھ میں چھرا موجود تھا، جو خون آلود تھا جب کہ ایک شخص وہاں ذبح شدہ پڑا تڑپ رہا تھا۔ حضرتؑ نے پوچھا: اے شخص تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ فرمایا: اسے لے جاؤ اور زنجیر اور بیڑیاں پہنا دو۔ جب اسے لے گئے تو ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا: جلدی نہ کرو اور اسے حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس لے چلو۔ اسے لایا گیا اس نے کہا:
یا امیرالمومنینؑ! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: تم نے اقرارِ قتل

کیوں کیا ہے؟ اس نے کہا: میں یہ استطاعت نہیں رکھتا کہ اس کے برعکس کہوں اور اس قسم کے لوگ مجھ پر گواہی دیں۔ انھوں نے مجھے پکڑا اور میرے ہاتھ میں خون آلود چھری پائی جب کہ ایک مذبوح خون میں لت پت وہاں پڑا تھا جہاں میں کھڑا تھا۔ پس ان کے خوف سے میں نے اقرار کرلیا حالاں کہ اس خرابہ کے قریب میں نے بکری ذبح کی اور مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی تو میں خرابی میں چلا آیا اور دیکھا کہ یہ آدمی خون میں لت پت پڑا ہے۔ پس میں تعجب سے اُٹھا ہی تھا کہ یہ لوگ وارد ہوگئے اور مجھے پکڑ لیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ان دونوں کو پکڑو اور حسنؑ کے پاس لے جاؤ اور انھیں کہو کہ ان دو کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وہ امام حسنؑ کے پاس لے گئے تو فرمایا: امیرالمومنینؑ سے کہو کہ اس شخص (مجرم) نے اگرچہ ذبح کیا ہے لیکن ایک شخص (ملزم) کو زندگی دی اور خدا فرماتا ہے کہ جس نے ایک کو زندگی دی گویا سب کو زندگی دی۔ پس ان دونوں کو چھوڑ دیں اور مذبوح کی دیت بیت المال سے دی جائے۔

گھوڑے نے انسان کو قتل کیا

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو یمن کی طرف بھیجا تو اہلِ یمن کے ایک شخص کا گھوڑا بے قابو ہوا۔ اُس نے ایک شخص کو لات ماردی، جس سے وہ گر گیا اور گھوڑا اُوپر سے گزر گیا، جس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔ مقتول کے اولیاء اس شخص کے پاس آئے اور اسے پکڑ کر حضرت علیؑ کے پاس لے آئے۔ گھوڑے کے مالک نے گواہ پیش کیے کہ میرا گھوڑا گھر سے بھاگ گیا اور کسی کو مار دیا۔ حضرت علیؑ نے اس مقتول کی دیت کو باطل قرار دیا۔ مقتول کے اولیا یمن سے رسولؐ اللہ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ علیؑ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ ہمارے خون بہا کو باطل قرار دیا۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: خبردار! علیؑ ظالم نہیں اور نہ ظلم کے لیے وہ پیدا ہوئے ہیں، تحقیق میرے بعد ولایتِ علیؑ کی ہے ان کا حکم، اور قول میرا حکم اور قول

ہے، جو اس کی ولایت کو رد کرے گا، اس کے قول اور حکم کو رد کرے گا تو وہ کافر ہے۔ جب کہ علیؑ کی ولایت، قول اور حکم پر راضی ہونے والا مومن ہے۔ جب یمنیوں نے رسولؐ اللہ کا یہ جملہ حضرت علیؑ کے بارے میں سنا تو عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم علیؑ کے قول اور فیصلے پر راضی ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: اپنے اعتراض پر اللہ سے توبہ کرو۔

ہاتھی کا وزن

نضر بن سوید کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے قسم اُٹھائی کہ میں ہاتھی کا وزن کروں گا تو رسولؐ پاک نے فرمایا: کشتی میں ہاتھی کو بٹھاؤ، پانی جہاں تک اُوپر آتا ہے کشتی پر نشان لگا دینا، پھر ہاتھی کو نکال کر لوہا یا کوئی اور شے کشتی میں ڈالتے جاؤ جب پانی اس نشان تک پہنچ جائے تو یہ ہاتھی کا وزن ہوگا۔

زادان سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک عورت کو امانت سپرد کی اور اُس سے کہا: یہ امانت ہم میں سے ایک کو نہیں دینی بلکہ جب اکٹھے آئیں تو دینی ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان سے ایک شخص آیا اور کہا کہ میرا ساتھی فوت ہوگیا۔ لہٰذا میری امانت مجھے واپس کر دو۔ عورت نے انکار کر دیا، لیکن جب اختلاف بڑھ گیا تو اس عورت نے امانت دے دی۔ وہ شخص چلا گیا اور پھر دوسرا شخص آیا اور کہا: میری امانت دو۔ اس عورت نے کہا: تیرا ساتھی آیا تھا اور اس نے کہا: میرا دوسرا ساتھی فوت ہوگیا ہے تو امانت میں نے اُسے دے دی۔ اُس نے بھی شدید اختلاف کیا۔ معاملہ حضرت عمر کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر نے کہا: اے عورت تو ضامن ہے۔ عورت نے کہا: ہمارا فیصلہ علیؑ کرے تو مجھے منظور ہے۔ حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: فیصلہ کریں۔ فرمایا: تمھاری امانت میرے پاس ہے لیکن تم نے اس عورت کو کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو واپس نہ کرنا، جب تک کہ ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں، پس اپنا ساتھی لاؤ ورنہ یہ ضامن نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: ان دونوں کا خیال تھا کہ اس طریقے سے

عورت سے دونوں اموال لوٹ لیں گے۔

بیٹے کا بیٹی سے استنباط

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علیؑ کے زمانے میں ایک شخص کی دو کنیزیں تھیں۔ دونوں کے ہاں ایک ہی رات میں بچوں کی ولادت ہوئی۔ ایک کا بیٹا اور دوسری کی بیٹی تھی۔ جان بوجھ کر بیٹی والی نے اپنی لڑکی اس گھوارے میں رکھ دی جس میں دوسری کا لڑکا پڑا تھا۔ یوں بیٹی والی نے بیٹا اُٹھا لیا تو بیٹے والی نے کہا: بیٹا میرا ہے اور دوسری نے کہا: بیٹا میرا ہے۔ پس تنازعہ حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ ان کے دودھ کا وزن کیا جائے اور فرمایا: جس کا دودھ وزنی ہوگا اس کا بیٹا ہوگا اور جس کا وزن کم ہوگا اس کی بیٹی ہوگی۔

اَقُولُ: حضرت علیؑ کے فیصلے اور احکام بہت زیادہ ہیں البتہ ہم نے تو علامہ مجلسی کی اتباع کرتے ہوئے صرف چند ایک پر اکتفا کیا ہے۔

اُمورِ غیبی کا علم

کتاب الغارات میں ہلال ثقفی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے فرمایا: سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی خدا کی قسم! تم اس گروہ کے بارے میں پوچھو جو سیکڑوں کو گم راہ اور سیکڑوں کی ہدایت کرے گا۔ بتا سکتا ہوں بلکہ ان لوگوں کے قائد سابق اور پیچھے سے ہانکنے والے کا نام تک بھی بتا سکتا ہوں۔

ایک شخص اُٹھا اور کہا کہ میرے سر اور ڈاڑھی کے بال کتنے ہیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: تیری ڈاڑھی کے ہر بال پر شیطان بیٹھا ہے جو تجھے گم راہ کیے ہوئے ہے اور اغوا کر چکا ہے اور تیرے گھر میں ایک بچہ ہے جو فرزندِ رسولؐ کو قتل کرے گا یعنی تمھارا بیٹا حسینؑ کا قاتل ہے اور وہ بچہ اس وقت شیر خوار تھا اور پوچھنے والا سنان بن انس النخعی تھا۔

جناب حسن بن محبوب کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک دن خطاب کیا تو ایک شخص سامنے کھڑا ہوگیا اور کہا: یاامیرالمومنینؑ! میں وادیٔ ترئی سے گزرا تو میں نے خالد بن عرفطہ کو مُردہ پایا، اس کے لیے استفسار کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ فوت نہیں ہوا اور اس وقت تک نہ مرے گا جب تک کہ ایک گم راہ لشکر کی قیادت نہ کرے گا۔ جس کا جھنڈا اُٹھانے والا حبیب بن حماد ہوگا۔ دوسرا شخص اُٹھا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! میں حبیب بن حماد ہوں اور میں تو آپ کا شیعہ اور محب ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم حبیب بن حماد ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ دوسری دفعہ پوچھا اس نے کہا: ہاں میں حبیب بن حماد ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم اس کا جھنڈا اُٹھانے والے ہو اور اس شہر پر حملہ آور ہو گے اور اس دروازے سے داخل ہوگے اور ہاتھ سے مسجدِ کوفہ کے باب الفیل کی طرف اشارہ کیا۔

ثابت کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نہیں مرا حتیٰ کہ میں نے ابن زیاد کو دیکھا کہ اس نے حضرت عمر بن سعد کو حسینؑ کی طرف بھیجا اور خالد بن عرفطہ کو اس کے لشکر کا مقدمہ قرار دیا اور حبیب بن حماد کو صاحبِ علَم قرار دیا اور وہ اسی دروازۂ فیل سے داخل ہوا۔

محمد بن اسماعیل بن عمرو بجلی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ پڑھا تو ایک شخص اُٹھا جو دشمنِ علیؑ تھا اور کہا: تمھارے بارے میں خدا نے کیا نازل کیا؟ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے مارنے کے لیے بڑھے مگر حضرتؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ پھر فرمایا: کیا تم نے سورۂ ہود پڑھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت کی: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (سورۂ ہود، آیہ ۱۷) پھر فرمایا: اَلَّذِي كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ مُحَمَّدٌ وہ شاہد تلاوت کرنے والا میں ہوں۔

عثمان بن سعد روایت کرتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ کے دوران فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور رسولؐ خدا کا بھائی ہوں۔ مجھ سے پہلے یا بعد جو یہ کہے گا وہ جھوٹا ہے اور میں نبیؐ رحمت کا وارث ہوں۔ میری بیوی سیدۃ النساء العالمین ہیں اور میں خاتم الوصیین ہوں۔

جناب محمد بن جبلۃ الخیاط نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ مسجد میں بیٹھے تھے، ان کے سامنے کچھ لوگ تھے ان میں سے ایک عمرو بن حریس تھا کہ ایک نقاب دار عورت آئی جسے کوئی جانتا نہ تھا، وہ کھڑی ہوگئی اور حضرت علیؑ سے عرض کیا: اے وہ شخص! جس نے لوگوں کو قتل کیا، خون بہائے اور بچوں کو یتیم کیا اور عورتوں کو بیوہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ عورت بھیڑیا صفت، زبان دراز اور بے شرم و بے حیا ہے۔ یہ عورت مردوں اور عورتوں کی شبیہ ہے۔ جس نے کبھی خون دیکھا ہی نہیں۔ حضرتؑ کا یہ کہنا تھا کہ وہ عورت سر جھکا کر بھاگ گئی۔ حضرت عمر بن حریث اس کے پیچھے گیا۔ جب وہ منڈی میں گئی تو حضرت عمر بن حریث نے اسے کہا: خدا کی قسم! تو نے آج اس شخص سے چھپ چھپ کر بات کی، آؤ میرے گھر چلو تجھے ہدیہ دوں، لباس دوں۔ جب وہ اس کے گھر میں داخل ہوئی تو اس نے اپنی نوکرانیوں سے کہا: اس کی تلاشی لیں اور اسے خوب دیکھیں اور اس کے کپڑے اُتار کر دیکھیں کہ جو علیؑ نے اس کے بارے میں کہا ہے وہ سچ ہے۔ وہ رونے لگی اور اُس نے کہا: مجھے عریاں نہ کریں اور مزید کہا: خدا کی قسم! میں اسی طرح ہوں جس طرح علیؑ نے کہا ہے۔ مجھ میں عورتوں والی نشانی بھی ہے اور مردوں کے خصتین بھی ہیں اور میں نے کبھی خون نہیں دیکھا۔ حضرت عمر بن حریث نے اسے چھوڑ دیا اور گھر سے نکال دیا۔ پھر وہ علیؑ کے پاس آیا اور خبر دی۔ حضرتؑ نے فرمایا: مجھے اپنے خلیل رسولؐ اللہ نے خبر دی تھی کہ قیامت تک مردوں اور عورتوں سے غرور اور تکبر کرنے والے میرے مقابل ہوں گے۔

غدیرخم کی گواہی

عثمان بن سعید نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کو اطلاع پہنچی کہ لوگ انھیں رسولؐ کے بعد تمام لوگوں سے مقدم ہونے پر متہم کرتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! جو لوگ آج باقی ہیں اور انھوں نے یومِ غدیرخم کی حضرتؐ کی تقریر سنی ہے تو وہ اُٹھ کر گواہی دیں۔ حضرتؑ کی دائیں طرف سے اصحابِ رسولؐ سے چھے آدمی اور حضرتؑ کی بائیں جانب سے بھی اصحابِ رسول سے چھے آدمی کھڑے ہوگئے اور انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس دن رسولؐ پاک کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

من كنت مولاه فهذا علي مولاه، اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله ،
واحب من احبه و ابغض من ابغضه

"جس کا میں مولا ہوں اُس کے یہ علیؑ مولا ہیں، خدایا! تو بھی
اُس سے محبت رکھ جو علیؑ سے محبت رکھے، اور تو اُس سے دشمنی
رکھ جو اُس سے دشمنی رکھے، تو اُس کی مدد کر جو اُس کی مدد کرے،
تو اُس کو چھوڑ دے جو اس کو چھوڑے، تو اس کو محبوب بنا جو علیؑ کو
محبوب بنائے، تو اس سے بغض رکھ جو علیؑ سے بغض رکھے"۔

جناب عثمان بن سعید نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ ایک خطبہ دے رہے تھے اور ملاحم اور فتن کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اعشیٰ باہلہ جو بچہ تھا اُٹھا اور کہا: یاامیرالمومنینؑ! یہ حدیث تو خرافات (نعوذ باللہ) کے بالکل قریب ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے غلام! اگر میں اپنی گفتگو میں جھوٹا نہیں ہوں تو تجھے خدا غلام ثقیف کے سپرد کرے گا۔ پھر خاموش ہوگئے۔ لوگ اُٹھے اور کہا: یاامیرؑ! وہ غلام ثقیف کون ہوگا؟ فرمایا: وہ غلام تمھارے اس علاقے پر قابض ہوگا اور وہ حُرمت کی ہتک کرے گا، گردنیں تلوار سے

اڑائے گا۔ لوگوں نے کہا: وہ کتنے سال حکومت کرے گا؟ فرمایا: تقریباً بیس سال اس کی حکومت رہے گی۔ لوگوں نے پوچھا: وہ قتل ہوگا یا طبعی موت مرے گا؟ فرمایا: وہ طبعی موت سے پیٹ کی بیماری سے مر جائے گا۔ اس کی چارپائی اور تخت میں سوراخ ہوں گے کیوں کہ اس کے پیٹ سے ہر وقت کوئی شے نکلتی رہے گی۔

جناب اسماعیل بن رجا بیان کرتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے اَعشی باہلہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ ان قیدیوں میں موجود تھا جو عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے لشکر سے قید کیے گئے تھے۔ یہ حجاج کے سامنے کھڑا تھا۔ حجاج نے اسے جھڑکا اور توبیخ کی اور وہ شعر پڑھا جس سے یہ عبدالرحمٰن کو جنگ پر تحریص کرتا تھا اور پھر اسی محفل میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

جناب محمد بن علی الصواف روایت کرتے ہیں: حضرت علیؑ نے عمرو بن الحمق الخزاعی سے کہا کہ کہاں جاتا ہے اے عمرو! اس نے کہا: اپنی قوم میں۔ فرمایا: ان میں پڑاؤ نہ رکھنا۔ اس نے پوچھا: اپنے پڑوسی بنی کنانہ کے پاس چلا جاؤں؟ فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: میں ثقیف میں جاؤں؟ فرمایا: اپنے معرہ اور مجرہ سے کیا کرے گا۔ اس نے کہا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ آگ کے دو شعلے ہیں جو کوفہ کی پشت سے نکلیں گے، ایک شعلہ بنی تمیم اور بکر بن وائل پر لپکے گا تو ان سے بہت کم بچیں گے اور دوسرا شعلہ دوسری جانب سے کوفہ کو گھیر لے گا تو بہت کم ہوں گے جو اس سے بچ نکلیں گے۔ آگ ایک گھر میں داخل ہوگی تو ایک یا دو گھروں کو جلا دے گی۔ اس نے پوچھا: پھر میں کہاں جاؤں؟ فرمایا: تم اس وقت بنی عمرو بن عامر کے پاس جاؤ۔ ان لوگوں کا کہنا ہے، جو اس کلام کے وقت موجود تھے کہ پھر فرمایا: اے عمرو! تم میرے بعد قتل ہو جاؤ گے اور تمھارے سر کو منتقل کیا جائے گا اور یہ اسلام میں پہلا منتقل ہونے والا سر ہوگا، پس تباہی ہو تیرے قاتل کی۔ اور تم جس قوم کے پاس پناہ لو گے وہ تمھیں پکڑ کر پولیس کے سپرد کر دے گی، مگر یہ قبیلہ

جو بنی عمرو بن عامر اُزد سے ہوگا۔ یہ لوگ تمھیں نہ کسی کے سپرد کریں گے اور نہ چھوڑیں گے۔ خدا کی قسم! تھوڑے ہی دنوں بعد معاویہ کی خلافت کے دور میں عمرو بن الحمق منتقل ہوا حتیٰ کہ وہ اپنی قوم کے بنی خزاعہ کے پاس گئے تو انھوں نے معاویہ کے سپرد کر دیا، وہ قتل ہوگیا اور اس کا سر عراق سے شام منتقل کیا گیا اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک منتقل کیا گیا۔

ابراہیم بن میمون ازدی نے روایت کی ہے کہ جویریہ بن مسہر العبدی ایک نیک شخص تھا جو حضرت علیؑ کا مخلص دوست تھا اور علیؑ اس سے محبت کرتے تھے۔ آپؑ نے ایک دن اسے دیکھا کہ وہ جا رہا ہے تو آپؑ نے اس کو آواز دی: اے جویریہ! میرے پاس آؤ، کیوں کہ میں جب تمھیں دیکھتا ہوں تو تیرے لیے بہت دل چاہتا ہے۔

راوی کہتا ہے: ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اچانک حضرت علیؑ جویریہ کی طرف متوجہ ہوئے جو بہت دُور تھا، فرمایا: اے جویریہ! جلدی سے میرے پاس آؤ۔ کیا تم جانتے نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمھیں دل سے چاہتا ہوں۔ وہ آیا تو اسے ایک طرف لے گئے اور فرمایا: میں آج تمھیں نئی باتیں بتاتا ہوں ان کو یاد رکھنا۔ پھر آہستہ آہستہ باتیں بتانا شروع کیں۔

جویریہ نے کہا: یاامیرالمومنینؑ! میں بھول جانے والا شخص ہوں تو آپؑ نے فرمایا: اگر میں دوبارہ تم سے بیان کروں تو محفوظ کرلو گے اور آخر میں فرمایا: اے جویریہ! ہمارے دوستوں سے دوستی اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور جب کسی سے ہم محبت کرتے ہیں تو تم بھی ان سے محبت کرو۔

راوی کہتا ہے: کچھ لوگ حضرت علیؑ کے بارے میں اس شک میں تھے کہ وہ اپنا وصی جویریہ کو بنائیں گے جس طرح خود دعویٰ کرتے ہیں کہ میں رسولؐ اللہ کا وصی ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے اس کو شدت کے ساتھ مختص کیا ہے حتیٰ کہ وہ ایک دن حضرت علیؑ

کے پاس آئے تو علیؑ سوئے ہوئے تھے اور اصحاب کا گروہ بھی موجود تھا تو جویریہ نے آواز دی: ایھا النائم۔ بیدار ہوجاؤ ورنہ تمھارے سر میں ایک ایسی ضرب لگاؤں گا کہ تمھاری ڈاڑھی رنگین ہوجائے گی۔ حضرت علیؑ مسکرائے اور فرمایا: اے جویریہ! تجھے نئی بات بتاؤں، خدا کی قسم! تجھے سختی سے پکڑیں گے، تیرے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے اور ایک میں درخت کے نیچے تجھے پھانسی پر لٹکتا دیکھ رہا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد زیاد نے جویریہ کو گرفتار کیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ابن مکعبر کے درخت کے نیچے پھانسی دی۔

میثمؒ کو اسرارِ بیان کیے

کتاب الغارات میں روایت ہے کہ بنی اسد کی حکومت کا ایک غلام تھا۔ علیؑ نے وہ عبد خریدا اور آزاد کر دیا اور اسے کہا: تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: سالم۔ فرمایا: رسولؐ پاک نے مجھے بتایا تھا کہ تیرا جو نام تیرے والدین نے رکھا تھا وہ میثمؒ تھا۔ اس نے کہا: صدق اللہ صدق امیرالمومنینؑ۔ خدا کی قسم! یہی میرا نام تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اس نام سالم کو چھوڑ دو اور اپنے اصلی نام میثمؒ کی طرف پلٹ آؤ۔ ہم اسے تمھاری کنیت رکھتے ہیں یعنی تیری کنیت ابوسالم رکھ دی ہے۔

حضرتؑ نے میثمؒ کو علمِ کثیر عطا فرمایا اور اسرارِ وصیت سے خفیہ اسرار سے نوازا۔ میثمؒ ان سے بعض اسرار بیان کیا کرتے تھے اور اس بارے میں کوفہ کی ایک جماعت شک کرتی تھی اور حضرت علیؑ کی طرف جھوٹ، وہم اور تدلیس کی نسبت دیتی تھی، حتیٰ کہ آپ نے مجمع عام جس میں اصحاب بھی موجود تھے اور مخلص بھی تھے، فرمایا: اے میثمؒ! تمھیں میری محبت میں گرفتار کیا جائے گا اور سولی پر چڑھایا جائے گا اور دوسرے دن تیرے منھ اور ناک سے خون جاری ہوگا۔ حتیٰ کہ تمھاری ڈاڑھی خضاب ہوجائے گی۔ جب تیسرا دن ہوگا تو تمھارے پیٹ میں نیزہ مارا جائے گا اور وہ مقام جہاں سولی پر چڑھائیں گے وہ عمرو بن حریث کے گھر کے پاس ہے۔ تمھیں سب سے کوتاہ رسّی پر سولی

دی جائے گی اور وہ درخت بھی تمھیں دکھاؤں گا جس پر تمھیں سولی ہوگی۔ پھر اس پیشن گوئی کے دو دن بعد کوفہ میں دیکھا گیا کہ میثمؓ تمار اس درخت کے پاس کھڑے تھے۔ اس کے پاس نماز پڑھ کر کہا: اے بابرکت درخت! میں تیرے لیے پیدا ہوا ہوں اور تو میرے لیے اُگا ہے۔ پھر میثمؓ ہمیشہ اس درخت کی دیکھ بھال کرتے رہے حتیٰ کہ کھجور کاٹ دی گئی۔ اس کے تنے کے دو حصّے کیے گئے اور اس کٹے ہوئے درخت کی دیکھ بھال کرتے رہے۔

عمرو بن حریث سے ملاقات ہوئی تو فرمایا: میں تمھارا پڑوسی ہوں، اچھا سلوک کرنا۔ عمرو حریث نہیں جانتے تھے کہ میثمؓ تمار کا کیا ارادہ ہوسکتا ہے اور وہ جناب میثمؓ کو جواب دیتا: کیا تم ابن مسعود یا اُم دار کا مکان خریدنا چاہتے ہو؟ اپنی شہادت کے سال حج کیا اور مدینہ میں رسولؐ کے گھر گئے۔

جناب اُم سلمہؓ نے فرمایا: تم کون ہو؟ کہا: میں عراقی ہوں اور حضرت علیؑ کا غلام ہوں۔ انھوں نے پوچھا: کیا تم ہیثم ہو؟ میں نے عرض کیا: میں ہیثم نہیں میثمؓ ہوں۔ تو انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ میں نے رسولِؐ پاک سے سنا کہ آپ آدھی رات علیؑ کو تمھاری وصیّت فرما رہے تھے۔ میں نے امام حسینؑ کے بارے پوچھا۔ انھوں نے فرمایا: وہ اپنے باغ میں گئے ہیں تو میثمؓ نے کہا: بی بی! میرا سلام مولا حسینؑ کی خدمت میں دینا کہ ہم سب رب کی طرف جا رہے ہیں اور میں آج یہاں ٹھہر نہیں سکتا اور واپس کوفہ جا رہا ہوں۔ پھر بی بی نے ایک خوش بو بھیجی۔ میثمؓ نے وہ خوش بو لی اور کہا: البتہ یہ عنقریب خون سے رنگین ہوگی۔ اُم سلمہؓ نے کہا: تجھے یہ کس نے بتایا؟ میثمؓ نے کہا: مجھے میرے سردار نے سارے علوم عطا کیے تھے۔ اُم سلمہؓ روئیں اور فرمایا: وہ علیؑ صرف تمھارے سردار تو نہ تھے وہ تو میرے سردار اور تمام مسلمانوں کے سردار تھے۔

پھر اُم سلمہؓ کو الوداع کہہ کر میثمؓ کوفہ پہنچا تو اس کو گرفتار کیا گیا اور ابن زیاد کے

پاس لے جایا گیا تو اس کو کہا گیا کہ یہ علیؑ کا تمام لوگوں سے زیادہ دوست ہے۔ اس نے کہا: یہ عجمی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ عبیداللہ نے کہا: تیرا رب کہاں ہے؟ میثمؓ نے کہا: وہ ظالموں کی کمین میں بیٹھا ہے۔ عبیداللہ نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ علیؑ نے تجھے خاص مقام عطا کیا ہوا تھا۔ اس نے کہا: ہاں، تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: کہا گیا ہے علیؑ وہ بتا گئے ہیں جو تیرے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس نے کہا: میں جانتا ہوں جو انھوں نے بتایا تھا۔ اس نے پوچھا کہ علیؑ نے تجھے کیسے مطلع کیا جو اَب میں تیرے ساتھ کرنے والا ہوں؟ میثمؓ نے بتایا: انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تو دس آدمیوں کو پھانسی دے گا، بہت سے زمین کی طرف کم فاصلہ کی لکڑی میری ہوگی۔ اس نے کہا: میں اس پیشن گوئی کی مخالفت کروں گا۔ میثمؓ نے کہا: خبردار تم اس کی مخالفت نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ انھوں نے رسولؐ اللہ کی اطلاع سے یہ علم دیا اور رسولؐ پاک کو جبرئیلؑ یہ بات بتا کر گیا ہے جب کہ جبرئیلؑ نے یہ علم خدا سے لیا ہے۔ تم ان کے علم کی مخالفت کیسے کرسکتے ہو؟ خدا کی قسم! میں وہ مقام بھی جانتا ہوں جہاں مجھے پھانسی دی جائے گی۔ ابن زیاد نے میثمؓ کو اور ان کے ساتھ مختار بن ابی عبید ثقفی کو زندان میں قید کردیا۔ میثمؓ تمارؓ نے کہا: (جب وہ دونوں ابن زیاد کی قید میں تھے) اے مختار! تو قید سے نکلنے میں کامیاب ہوگا اور امام حسینؑ کے قاتلوں سے بدلہ لے گا اور اس جبار ظالم کو قتل کرے گا جس کی قید میں آج ہم پڑے ہیں اور تو اپنا قدم اس کی پیشانی اور چہرے پر رکھے گا۔

جب عبیداللہ نے مختارؓ کو بلایا، تاکہ اس کو قتل کردے تو عین اسی وقت یزید کا خط پہنچا جس میں تحریر تھا: اے عبیداللہ بن زیاد! مختار کو زندان سے آزاد کردو۔ قاصد کو جواب دیا کہ عمل کرتا ہوں کیوں کہ مختار کی بہن عبداللہ بن حضرت عمر کی بیوی تھی۔ اس کے شوہر نے یزید سے مختارؓ کی رہائی مانگی۔ اس نے مختارؓ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ مختار کو قتل کرنے کے لیے نکالا گیا تھا مگر اسے آزاد کردیا گیا اور میثمؓ کو قید خانے سے لاکر اسے

پھانسی دے دی گئی۔ عبیداللہ نے کہا: ہم ضرور ابوتراب کے حکم پر عمل کریں گے۔ ایک شخص آیا اس نے کہا: تجھے کس چیز نے اس سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ میثمؓ مسکرائے اور کہا: میں اس کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں، میری وجہ سے اسے زیادہ تکلیف ہے۔

جب میثمؓ کو لکڑی پر سولی کے لیے بلند کیا گیا تو لوگ جمع ہو گئے اور یہ مقام عمرو بن حریث کے دروازے کے قریب تھا۔ عمرو بن حریث نے اس وقت کہا کہ میثمؓ اکثر مجھے کہتے تھے کہ میں تیرا پڑوسی ہونے والا ہوں اور وہ اپنی کنیز کو روزانہ حکم دیتا کہ ہر شام اس درخت کے نیچے جھاڑو دیا کرو اور صفائی کرتی رہا کرو اور وہ پتھروں کو برابر چنتی رہی۔ جب سولی پر چڑھے تو میثمؓ نے فضائلِ اہل بیتؑ پڑھنا شروع کر دیے اور بنی اُمیہ کی مذمت کرنا شروع کر دی۔ ابن زیاد سے کہا گیا کہ تمھیں یہ شخص رسوا کر رہا ہے۔ اس نے کہا: اسے لگام ڈال دو۔ یوں وہ پہلے اسلامی شخص تھے جن کے منہ میں لگام ڈالی گئی ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو میثمؓ کی ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور جب تیسرا دن ہوا تو سینہ میں نیزہ مارا گیا اور یوں ان کی شہادت ہو گئی۔

حضرت میثمؓ کی شہادت جناب امام حسینؑ کے عراق میں داخل ہونے سے دس دن پہلے ہوئی۔

جناب ابراہیم بن عباس النھدی کی روایت ہے کہ ہم ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے کہ رُشید ہجری کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ یہ حضرتؑ کے خواص میں سے تھا۔ ابن زیاد نے رُشید سے کہا کہ جو ہم تیرے ساتھ اب کرنے والے ہیں اس کے بارے میں تیرے مولا تجھے کیا بتا گئے ہیں؟ رُشید نے کہا: مولاؑ نے مجھے بتایا تھا کہ تم میرے ہاتھ پاؤں کاٹو گے اور پھر سولی پر لٹکاؤ گے۔ ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! میں علیؑ کی باتوں کو جھوٹا ثابت کروں گا اور اُس نے مجھے چھوڑ دیا۔ جب رُشید باہر نکلنے لگے تو ابن زیاد نے کہا: اسے روک لو اور کہا کہ ہم تیرے ساتھ وہی کریں گے جس کے بارے میں علیؑ نے

تجھے خبردار کیا ہے۔ آپ ہمارے لیے برائی چاہیں گے لہٰذا ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور وہ کلام کرتا رہا۔ پھر کہا کہ اب اس کے گلے میں رسّی ڈال کر پھانسی دے دی جائے تو رُشید ہجری نے فرمایا: اب تمھارے لیے ایک چیز باقی رہ گئی ہے وہ بھی پوری کر دو، تا کہ مولاؑ کا فرمان حق ثابت ہو جائے۔ ابن زیاد نے کہا: اس کی زبان بھی کاٹ دو۔ جب اس کی زبان کاٹنے کے لیے باہر کھینچی گئی اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو صرف ایک کلمہ کہنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے مہلت دی تو رُشید نے کہا: اب میرے مولاؑ کے فرمان کی تصدیق ہو گئی ہے، کیوں کہ انھوں نے میری زبان کاٹنے، اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کی خبر دی تھی، جو پوری ہو گئی ہے۔

زمین دھنس جائے گی

جناب ابوداؤد طیالسی سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: ایک لشکر آئے گا جیسے ہی وہ بیداء کے مقام پر آئے گا تو زمین دھنس جائے گی۔ میں نے عرض کیا: کیا آپؑ غیب کی خبر دے رہے ہیں؟ فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو اور سمجھو۔ ایک شخص کو گرفتار کیا جائے گا۔ مسجدِ کوفہ کے اضافی دو حصوں کے درمیان سولی پر لٹکایا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا آپؑ غیب کی خبر دے رہے ہیں؟ فرمایا: جو کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور سمجھو۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ ایک دن وہ جمعہ آ گیا جب مزرع کو پکڑا گیا، قتل کیا گیا اور مسجد کے سامنے سولی پر لٹکایا گیا۔

اس حدیث حنیف کو بخاری اور مسلم نے اُمِ سلمہؓ سے بیان کیا ہے: میں نے رسولؐ پاک کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک لشکر ہو گا کہ جو بیداء کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا لیکن وہ محشور ہو گا اور بروزِ قیامت اپنی نیتوں کے مطابق مبعوث ہو گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ یہ بیداء زمین سے ہو گا؟ فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ صرف مدینہ میں ہو گا۔ بخاری و مسلم نے اسے بیان کیا ہے۔ اور

محمد بن موسیٰ عنزی نے روایت کی کہ مالک بن ضمرہ الرواسی حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے تھا۔ اس کے پاس کثیر علم حضرتؑ کی طرف سے تھا۔ وہ بھی ابوذرؓ کا ساتھی تھا اور حضرتؑ سے علم اخذ کیا تھا۔ وہ بنی اُمیہ کی حکومت کے دوران کہتا تھا کہ میرے اللہ! مجھے تین شخصوں سے قرار نہ دینا۔ اس سے پوچھا گیا: وہ تین کون ہیں؟ اُس نے کہا: ایک وہ شخص جو بلند مقام سے پھینکا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور زبان کاٹ کر سولی پر لٹکایا جائے گا۔ تیسرا وہ شخص جو بستر کی موت مرے گا۔ اور کہا گیا کہ جس کو بلندی سے نیچے گرایا گیا وہ ہانی بن عروہؓ تھے اور جس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا گیا وہ رُشید ہجریؓ تھے اور مالکؓ بستر کی موت مرا۔



حضرت علیؑ کے اجتماعی فضائل

علیؑ اکرمُ العرب

جناب سلیم بن قیس فرماتے ہیں: مجھے سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ نے حدیث بیان کی اور پھر میں نے علیؑ سے سنا کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ پر فخر کیا اور کہا کہ آپ فاخرِ عرب ہیں تو رسولؐ پاک نے فرمایا: یا علیؑ! آپ اکرمُ العرب ہیں، میرے عم زاد کے لحاظ سے اکرمُ العرب ہیں، سُسر کے لحاظ سے اکرمُ العرب نفس کے حوالہ سے، اکرمُ العرب ہیں بیوی کے لحاظ سے اکرمُ العرب ہیں، بھائی کے لحاظ سے اکرمُ العرب ہیں، چچا کے لحاظ سے اکرمُ العرب ہیں، بیٹوں کے لحاظ سے اعظمُ العرب ہیں، حلم کے لحاظ سے اکثرُالعرب ہیں، علم کے لحاظ سے اقدم العرب ہیں، اسلام کے لحاظ سے اعظم العرب ہیں، اپنے نفس اور مال کے لحاظ سے، اور آپ تمام عرب سے بڑے قاریِ کتاب ہیں۔ میری سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے بہادر ہیں اور سب سے زیادت، سخاوت کرنے والے، دنیا میں سب سے بڑے زاہد، سب سے زیادہ اجتہاد کرنے والے، مخلوق سے سب سے اچھے، اور سب سے زیادہ سچّی زبان والے، اور سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے اور مجھ سے زیادہ محبت کرنے والے۔ میرے بعد بتیس سال تک زندہ رہنے والے اور قریش کے مظالم پر صبر کرنے والے، اور جب مددگار مل جائیں تو فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے اور قرآن کی تاویل پر قتل کرنے والے جس طرح تنزیلِ قرآن پر قتل کیے ہیں۔ پھر تم شہید ہو جاؤ گے اور تمھاری ڈاڑھی

تمھارے ہی خون سے رنگین ہوگی۔ تمھارا قاتل حضرت صالحؑ کی ناقہ کو قتل کرنے والے بد بخت اور اللہ کی طرف سے مبغوض کی طرح ہے۔

علیؑ شاہد

سلیم بن قیس نے کہا: ایک شخص نے حضرت علیؑ سے پوچھا اور میں سن رہا تھا کہ آپؑ مجھے اپنی سب سے افضل فضیلت سنائیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، فرمایا: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (سورۂ ہود، آیہ ۱۷)

اور فرمایا: میں رسولؐ کا شاہد ہوں اور اللہ کا یہ ارشاد ہے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ○ (سورۂ رعد، آیہ ۴۳)

یعنی جس کے پاس علمِ کتاب ہے اور اللہ نے تمام چیزوں کا ذکر قرآن میں کردیا ہے: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (سورۂ مائدہ، آیہ ۵۵)

اور قولِ خدا: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۂ نساء، آیہ ۵۹)

میں نے پوچھا: آپؑ کو رسولؐ کی طرف سے سب سے بڑی فضیلت کیا نصیب ہوئی ہے؟ فرمایا: آپؐ نے مجھے یومِ غدیر خم نصب کیا اور میری ولایت کا اعلان کیا اور فرمایا: انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انّهٗ لانبی بعدی۔

میں نے رسولؐ اللہ کے ساتھ سفر کیا تو میرے علاوہ ان کا کوئی خادم نہ تھا۔ ان کے پاس ایک لحاف تھا اور رسولِ پاکؐ میرے ساتھ سوتے تھے اور ہم دونوں کے لیے

کوئی اور لحاف نہ تھا۔ جب وہ نمازِ شب کے لیے اُٹھتے تو ہم بھی اُٹھتے اور ایک رات مجھے بخار ہوگیا، میں جاگتا رہا تو حضرتؐ بھی میری بے آرامی کی وجہ سے جاگتے رہے۔ پس انھوں نے وہ رات میرے اور اپنے مصلّے کے درمیان گزاری اور جس قدر ان سے ہوسکا انھوں نے نماز پڑھی۔ پھر مجھ سے احوال پوچھے۔ میں نے اس طریقہ پر رات گزاری۔ جب صبح کی نماز پڑھائی تو فرمایا: میرے اللہ! علیؑ کو شفا دے اور عافیت دے، کیوں کہ رات کو علیؑ کی تکلیف کی وجہ سے میں بھی بے آرام رہا۔ پھر فرمایا: یا علیؑ! تجھے بشارت ہو۔ میں نے عرض کیا: اللہ آپ کو اس سے زیادہ بشارتیں دے، میرے والدین قربان ہو جائیں۔ اور فرمایا کہ آج رات جو کچھ میں نے اللہ سے مانگا مجھے عطا ہوا اور میں نے اپنے لیے کچھ نہیں مانگا تھا مگر وہ آپؐ کے لیے مانگا۔ میں نے اللہ سے دعا کی مجھے اور تجھے آپس میں شرعی بھائی بنادے تو اس نے بنا دیا۔

میں نے اللہ سے سوال کیا کہ اللہ تجھے ہر مومن اور مومنہ کا ولی بنادے تو اس نے دعا قبول کرلی۔ دو شخص کھڑے ہوئے، ان سے کہا کہ دیکھا کہ کیا رب سے سوال کیا، خدا کی قسم! تمھاری کھجور کا ایک صاع اس کے سوال سے بہتر ہے۔ اگر وہ رب سے سوال کرتا کہ اس پر فرشتہ نازل کرے جو دشمن کے مقابل اس کی مدد کرے یا اس پر خزانہ نازل کرے جس سے وہ خود اور اس کے اصحاب فائدہ اُٹھا سکیں، لوگوں کی حاجات پوری ہوئیں تو یہ اُس سے بہتر سوال ہے اور نیکی کی طرف جب بھی علیؑ کو بلایا تو اس نے لبیک کہا۔

علیؑ بلند ایمان

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: جب مجھے آسمانوں کی طرف معراج پر بھیجا گیا تو ایک ستون کے ساتھ جس کی اصل سفید چاندی سے تھی اور اس کا وسط یاقوت اور زبرجد سے اور اس کا بلند حصّہ سُرخ تھا۔ میں نے کہا: اے جبرئیلؑ! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ تمام دین سفید اور واضح ہے۔ میں نے کہا: اس کا درمیان کیسا ہے؟

اس نے کہا: یہ جہاد ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اُوپر سرخ سنہری رنگ کیسا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ ہجرت ہے اور اسی وجہ سے علیؑ کا ایمان تمام مومنین کے ایمان کے اُوپر ہے۔

علیؑ خلیفۃ اللہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے باطن سے منادی ندا کرے گا کہ اَیْنَ خَلِیفَۃُ اللّٰهِ فِي اَرْضِهٖ، پس داؤد نبیؑ اٹھیں گے تو آواز آئے گی ہماری مراد تم نہیں ہو، اگرچہ آپ خلیفہ ہو۔ پھر دوسری مرتبہ ندا آئے گی کہ اللہ کی زمین میں اللہ کا خلیفہ کہاں ہے؟ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ اُٹھیں گے تو خدا کی طرف سے آواز آئے گی:

اے تمام مخلوق! ھذا علی بن ابی طالب، "یہ اللہ کی زمین پر اللہ کا خلیفہ تھا اور اللہ کے بندوں پر حجت تھے"۔ پس جس شخص نے دنیا میں ان کے دامن کو تھامے رکھا تو آج بھی انھی کے دامن کو پکڑ کر ان کے نور سے روشنی لے گا اور جنت کے درجات میں اس کی اتباع میں جائے گا۔ پس وہ لوگ کھڑے ہوں گے جو دنیا میں علیؑ کے دامن سے متمسک رہے تو وہ علیؑ کی اتباع میں جنت میں چلے جائیں گے۔

پھر اللہ کی طرف سے آواز آئے گی: خبردار! جس نے دنیا میں کسی کو امام بنایا تو وہ قیامت کے دن اس کے پیچھے ہوگا خواہ وہ جہاں بھی جائے گا۔ یہاں سے فرمایا:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○

"اور جنھوں نے اتباع کی تو وہ کہیں گے اگر ہم واپس دنیا میں جائیں تو ان پر تبریٰ کریں گے اور وہ ہم سے تبریٰ کریں گے اور اس طرح خدا ان کے اعمال کو ان پر بطور حسرت دکھائے گا اور وہ جہنم سے کبھی نہ نکلیں گے"۔

حضرت علیؑ کا انحصار قولِ سلونی پر

کیوں کہ سوالات کبھی شمار نہیں کیے جا سکتے، نہ محصور کیے جا سکتے ہیں اور مطالبات کی اقسام بہت زیادہ ہیں، جن کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ یہ بعض معقول سے متعلق اور بعض منقول ہیں، بعض عالمِ شہود سے اور بعض عالمِ غیب سے، بعض بما کان سے اور بعض بما یکون سے۔ اور بعض بما ھو کائن سے۔ اسی طرح ان تمام کا جواب دینا ممکن نہیں ہے اور اسی مرحلہ پر وہی قادر اور کامیاب ہوتا ہے جسے مخلوقِ ربانی کی تائید حاصل ہو اور ہیئت کی قدرت سے اقتدار ہو اور اس کے نفس میں روح الامین ہو، یعنی وہ علومِ اوّلین اور آخرین کا عالم ہو۔ جب حکمت و علم کا منبع ہو، جس سے کمال اور معرفت کے چشمے پھوٹیں وہ امیر المومنینؑ، یعسوب الدین اور علم النبیین کے وارث اور طالبین کی چاہت ہیں۔ اور سائلوں کی مشکلات کو حل کرنے والے ہیں۔ اس منصب پر خود کو نصب کرنا جہالت ہے اور کوئی شخص اس منصب کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

ہم نے تینتالیسویں کلام کی شرح سے دوسری تذییل میں روایت کی ہے کہ ایک دن ابن الجوزی نے منبر پر کہا: سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ جو روایت کی جاتی ہے کہ علیؑ ایک رات میں مدائن سلیمانی کے پاس گئے اور اسے غسل و کفن دیا اور واپس آ گئے اس نے کہا: ایسی روایت نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا: حضرت عثمان کی لاش پورے تین دن گندگی کے ڈھیر پر پڑی رہی اور علیؑ مدینہ میں موجود تھے۔ اس نے کہا: ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ عورت نے پوچھا: پھر دو میں سے ایک غلطی پر ہوگا۔ ابن الجوزی نے کہا: اگر تو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر آئی ہے تو تجھ پر لعنت اور

اس کی اجازت سے آئی ہے تو اس پر عورت نے کہا: بی بی عائشہ علیؑ سے جنگ کرنے اپنے شوہر کی اجازت سے نکلی تھی یا اجازت کے بغیر؟ تو وہ خاموش ہوگیا اور اُس نے دعویٰ سلونی چھوڑ دیا۔

اسی طرح روایت ہے کہ قتادہ کوفہ میں داخل ہوا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا: جو چاہتے ہو مجھ سے پوچھو۔ اس وقت جواں سال عمر ابوحنیفہ بھی موجود تھا۔ ابوحنیفہ نے کہا: اس سے سوال کرو اس سے حضرت سلیمانؑ سے بات کرنے والی چیونٹی کے بارے کہ وہ مذکر تھی یا مؤنث؟ اس سے پوچھا گیا تو وہ نہ بتا سکا۔ ابوحنیفہ نے کہا: وہ مؤنث تھی۔ کہا گیا کہ تم نے کہاں سے یہ معلوم کیا کہ وہ مؤنث تھی۔ اس نے کہا: قولِ خدا ہے: قالت نَملَةٌ اگر یہ مذکر ہوتی تو اللہ فرماتا: قال نملة۔ اس لیے کیوں کہ لفظ نملة مؤنث و مذکر دونوں کے لیے آتا ہے جیسے لفظ الحمامة والشاة دونوں کے لیے آیا اور ان کے درمیان علامت تانیث تمیز دیتی ہے۔

یہ دو مغرور اشخاص میں سے ہر ایک، ایک معمولی سوال کے مقابل شرمندہ ہوگیا۔ یہ تعجب کی بات ہے اور جب یہ معمولی سوال کا جواب نہیں دے سکتے تو یہ بڑے سوالات کا جواب کیسے دے سکتے ہیں اگر ان سے سراوقاتِ انوار اور غیب المکنون اور السر المکتوم اور بدایع الخمر وت ــــــ کے بارے سوال کیے جاتے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کی معرفت رکھنے والا اور ان چیزوں سے باخبر رہنے والا سوائے علیؑ امیرالمومنین کے اور کوئی شخص نہیں اور وہ وصی رسولؐ ہیں، ان کے پاس علم الکتاب ہے جس میں آسمانوں، زمین، ماضی، حال اور قیامت تک کے حالات مذکور ہیں۔

جس طرح خدا نے فرمایا ہے: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ○ یعنی امامِ مبین ہیں۔ حضرت امیرؑ سے مختلف مقامات میں مسائل مشکلہ کے بارے میں سوال ہوئے اور حضرتؑ نے ان کے ایسے شافی جواب دیے کہ عقول حیران

اور قلوب دہشت زدہ ہیں۔ ہم اس فصل کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد بعض جوابات کی طرف اشارہ کریں گے۔

پھر حضرتؑ نے قسم کھائی کہ وہ قیامت تک کے حالات و واقعات کے عالم ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: تم قیامت تک جو کچھ پوچھو گے میں تجھے بتا دوں گا اور اسی طرح بصائر الدرجات سے بحار نے روایت کی ہے اور فرمایا کہ حضرت علیؑ سے علمِ نبیؐ کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو فرمایا: علمِ نبیؐ تمام انبیاؑ کا علم ہے، ماضی کا اور قیامت تک کے حالات کا علم نبیؐ کا علم ہے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! جس کی قدرت میں میری جان ہے کہ میں تمام علمِ نبیؐ کو اپنے پاس رکھتا ہوں۔ ماضی، حال اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہوں اور ایسے گروہ کو جانتا ہوں جو سیکڑے بندے گم راہ کرنے والا سیکڑوں کو ہدایت بھی ملے گی تو عدد کی تخصیص بیان کے لیے ہے قصد اختصاص کے لیے نہیں اور وہ بطور مثال جاری ہے۔ اور یہ اشارہ کثرت کی طرف ہے، کیوں کہ ۱۰۰ سے کم تو بہت حقیر تعداد ہوئی ہے جس کی کوئی پروا نہیں کرتا اور اخبار میں ستر کا ذکر بطورِ مثال آ جاتا ہے مثلاً: اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یہاں مقصود مطلقاً غفران کی نفی ہے اور یہاں سبعون کا لفظ آیا ہے کثرت کی مثال کے لیے۔ جیسے بھی ہو مفہوم عدد وہ حجت نہیں اور غرض یہ ہے کہ ہدایت کرنے والی جماعت سے صرف لطیفہ کثیر نہ سنتے اور پوچھتے ہیں اور گم راہ کرنے والی جماعت سے بھی صرف لطائف کثرہ سنتے رہیں۔ خبردار میں تمھیں ان کے قائد اور اس کو روکنے اور چلانے والے کا نام بتا سکتا ہوں اور ان کی سواریوں کے پیچھے اور ان کے اُترنے کا مقام جانتا ہوں۔

شارح بحرانی نے فرمایا: یہاں اُونٹ کے اوصاف کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے اور اس کو چلانے والے، روکنے والے، قائد، سائق، مناخ، رکاب اور رجال ہدایت اور گم راہ کرنے والے دونوں گروہوں کے لیے ہیں اور تو ان کو ہدایت کرے یا گم راہ

کرے تو ان کو اُونٹ سے مثال دی گئی ہے اور قائد کے لیے اطاعت گزاری۔

پھر حضرتؑ نے تنبیہ کی ہے کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے جو خدا نے ان کے وجود کے ذریعے ان پر کی ہے۔ اگرچہ اس کی قدر ان کے نزدیک مجہول ہے اور وہ اس کے مقام کے قواعد سے غافل ہیں اور عنقریب جان لیں گے کہ جب مصائب اور مشکلات آئیں گی تو فرمایا کہ اگرچہ تم نے مجھے مفقود پایا ہے یعنی وہ مصائب جنھیں نفوس اچھا نہیں سمجھتے، اور شدائد الاحوال کی وجہ سے سائل نے نظریں زمین کی طرف کر دی ہیں اور یہ مشکل امر ہے اس لیے کہ اکثر مسئولین اپنی جہالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ پس سائلین کا خاموش ہونا اور مسئولین کا لاجواب ہونا تمھاری جنگ میں اضافہ کرتا ہے کیوں کہ جب لشکر اکٹھے ہو جائیں تو معاملہ متفرق ہونے سے بہت سخت اور شدید ہو جائے گا۔ وشمرت عن ساق یعنی جنگ شدید ہوگئی اور ساتر اپنی پنڈلی سے اُوپر اُٹھ گیا اور یہ کنایہ ہے کہ جنگ مذمت میں ہے کیوں کہ جب انسان پورا زور لگاتا ہے تو اپنی پنڈلی سے کپڑا اُٹھا لیتا ہے تاکہ وہ کپڑا مانع نہ ہو۔

وضاقت الدنیا علیکم ضیقاً مختلف حوادث اور مصائب آنے سے تمھاری حالت بھی ان کی طرح ہے کہ جو تم ایامِ آزمائش کو طولانی کرتے ہیں یعنی مصائب کے ایام انسان کی نظر میں بہت طویل ہوگئے ہیں اور خوش حالی اور نرمی کے دن آسانی سے گزر جائیں گے۔

حتی یفتح اللہ لبقیۃ الابرار منکم اور یہ احتمال ہے کہ بقیۃ الابرار سے مراد ان کی اولاد ہوگی۔ اگرچہ وہ اپنی ذات میں تو نیک نہ تھے اگرچہ یہ اشارہ ہے کہ بنی عباس کی حکومت ظاہر ہوگی، مگر بھور سے مراد دولتِ حقہ قائمِ آلِ محمدؐ ہے۔ خدا ان کے بھور سے عاشقوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔

ان الفتن اذا اقبلت بھت یعنی اُمورِ باطنہ حق کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں

اور ان کا معاملہ مشکل اور لوگوں پر ملتبس ہوگیا ہے۔ اذا ادبرت نبهت یعنی قوم جہالت کی نیند سے اور ان کا باطل ہونا ان پر ظاہر ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ پہلے جمل اور نہروان کی آزمائش میں حیران تھے اور اشتباہ میں تھے کہ حق ان دو میں سے کس کی طرف ہے؟ پس جب جنگ ختم ہوگئی اور اسلحۂ جنگ کا استعمال بند ہوگیا تو اشتباہ ختم ہوا اور حق کی باطل سے تمیز ہوئی اور قوم جہالت سے بیدار ہوئی۔

اس پر حضرتؑ نے تاکید کی ہے کہ ینکرن مقبلات یعنی ان کے آتے وقت ان کا حال معلوم نہیں۔ پھر تعریف کی کہ وہ ہوا کے چکروں کی طرح طواف کرتی ہے اور کسی شہر کو لگ جاتی ہیں اور کسی شہر سے خطا کر جاتی ہیں۔

دو تنبیہیں

ہم نے کہا: حضرت کا قول سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی ایسا کلام ہے جس پر ہمیشہ سلام ہو۔ یہ جملہ انھوں نے ابن ملجم کی ضرب لگنے کے بعد بھی کہا ہے اور اپنی شہادت سے ایک دن پہلے بھی فرمایا۔ نکتہ یہ ہے کہ ہر امامِ زمانہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے فیوضات قبول کرنے والوں کو بقدرِ امکان عطا کرے۔ لیهلك من هلك عن بينة ويحيى من حيى عن بينة۔

جناب صدوقؒ نے توحید میں روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے خلافت سنبھالی اور لوگوں نے بیعت کی اور مسجد میں آئے، عمامۂ رسولؐ پہن کر، عبائے رسولؐ ڈالے، رسولؐ کے نعلین پہنے اور رسول اللہؐ کی تلوار لٹکائے آئے۔ پس منبر پر تشریف لے گئے اور تمکن سے بیٹھ گئے اور فرمایا:

اے لوگو! سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی یہ میرے پاس علم کی زنبیل ہے، یہ لعابِ رسولؐ سے حاصل شدہ علم ہے، یہ علم رسولؐ پاک نے مجھے چوگ میں دیا ہے۔ مجھ

سے سوال کرو کیوں کہ میرے پاس اوّلین اور آخرین کا علم ہے۔

خدا کی قسم! اگر میرے لیے تکیہ بچھا دیا جائے اور میں اس پر اطمینان سے بیٹھتا تو اہلِ تورات کو تورات کے مطابق فتویٰ دیتا کہ تورات خود بول کر کہتی کہ صدق علی وہی فتویٰ دیا ہے جو اللہ نے مجھ میں نازل کیا ہے۔ پھر اہلِ انجیل اور اہلِ قرآن کے لیے ان کے مطابق ایسا فتویٰ دیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں بول کر کہتی ہیں کہ صَدَقَ عَلِیٌ۔ علیؑ نے وہی فتویٰ دیا جو ہم میں خدا نے نازل کیا ہے۔ تم دن رات قرآن کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم میں سے کوئی ہے جو جانتا ہو کہ جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمھیں قیامت کے حالات سے آگاہ کرتا اور وہ آیت یہ ہے: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ○

پھر فرمایا: سَلُوْنِي سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ خدا کی قسم! جس نے دانے کو چیرا اور اس کو اُگایا اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے بارے میں پوچھو کہ یہ آیت رات کو نازل ہوئی یا دن کو؟ مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں، سفر میں نازل ہوئی یا گھر میں اُتری، اس کا مانع کیا ہے اور یہ منسوخ کون سی ہے۔ آیت محکم کون سی اور آیت متشابہ کون سی ہے۔ اس کی تاویل کی ہے اور اس کی تاویل نہیں تو میں تمھیں بتا سکتا ہوں۔

ایک شخص اُٹھا جس کو ذعلب کہتے ہیں یہ زبان دراز، بلیغ خطیب اور شجاع تھا۔ اس نے کہا: یا علیؑ! آپ بہت مشکل ترین مقام پر جا چکے ہیں اور بہت بلند دعویٰ کیا ہے تو میں آپ کو سوال کر کے شرمندہ کردوں گا۔ اس نے سوال کیا کہ یا امیرالمومنینؑ! آپ نے رب دیکھا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے ذعلب! میں کیسے اس رب کی عبادت کرسکتا ہوں جسے دیکھا ہی نہ ہو۔ اس نے کہا: کیسے دیکھا ہمیں اس کی توصیف بیان کریں۔

آپ نے فرمایا: وہ ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا لیکن اسے دل حقائق ایمان سے دیکھتے ہیں۔

اے ذعلب! میرا رب بُعد، حرکت، سکون، قیام، آمد ورفت کے لفظوں سے توصیف نہیں ہوتا کیوں کہ وہ ایسا لطیف اللطافت ہے کہ اس کے لطف کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ عظیم العظمت ہے جس کی عظمت کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا مہربان و رحیم ہے کہ جس کی رقت کے ساتھ توصیف نہیں ہوتی اور ایسا مومن ہے کہ عبادت نہیں کرتا۔ ملک ہے لیکن جسم سے ادراک نہیں کرتا۔ وہ بولتا ہے لیکن لفظوں سے نہیں۔ وہ اشیا میں ہے لیکن ان میں حلول نہیں کرتا اور وہ اشیا سے خارج ہے لیکن ان سے جدا نہیں۔ وہ ہر شے سے بلند ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ کوئی شے اس پر ہے۔ وہ ہر شے کا امام ہے، اس کا امام کوئی نہیں۔ وہ اشیا میں داخل ہے اس طرح نہیں جیسے ایک شے دوسری شے میں داخل ہوتی ہے اور اللہ اشیا سے خارج اس طرح نہیں جیسے کوئی شے دوسری شے سے خارج ہوتی ہے۔ پس یہ جواب سن کر ذعلب پر غشی طاری ہوگئی اور جب افاقہ ہوا تو کہا: خدا کی قسم! میں نے آج تک ایسے جواب نہیں سنے، آیندہ کبھی اس بارے میں سوال نہ کروں گا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: سَلُوْنِي سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِي تو اشعث بن قیس اُٹھا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ!

ہم مجوسیوں سے جزیہ کیسے لے سکتے ہیں جب کہ ان پر کوئی نبی نہیں اُترا اور کتاب نازل نہیں ہوئی۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں اے اشعث! خدا نے ان پر کتاب نازل کی اور رسول بھی بھیجا حتیٰ کہ ان کے بادشاہ نے ایک رات شراب پی تو وہ مست ہوگیا اور اسی مستی میں اس نے اپنی بیٹی کو اپنے بستر پر بلایا اور اس سے زنا کا ارتکاب کیا۔ جب صبح ہوئی تو قوم نے چشم پوشی سے کام لیا یعنی قوم دروازے پر آئی اور کہا: اے بادشاہ! تو نے ہمارا دین تباہ کر دیا ہے اور برباد کر دیا ہے اب باہر نکلو تجھے پاک کریں اور تجھ پر حد جاری کریں۔

اس بادشاہ نے ان لوگوں سے کہا کہ جمع ہوکر میری بات سنو کہ میرے زنا کے ارتکاب کرنے سے کوئی خروج نہیں ہوسکتا تو پھر تم اپنی مرضی کرنا۔ وہ جمع ہوکر آئے اور بادشاہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ نے آدمؑ اور حواؑ سے زیادہ مکرم کسی کو پیدا نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ بادشاہ نے کہا: کیا حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹوں کی اپنی بیٹیوں کے ساتھ اور اپنی بیٹیوں کی اپنے بیٹوں کے ساتھ شادیاں کردیں۔ لوگوں نے کہا: تم نے سچ کہا: یہی دین ہے، پس اُنھوں نے بادشاہ سے عہد کرلیا۔ خدا نے اس وجہ سے ان کے دلوں سے علم اور ان کے ہاتھوں سے کتاب اُٹھالی۔ یہ کافر ہیں جو بغیر حساب کے آگ میں داخل ہوں گے۔ اور منافقین کا ان سے زیادہ بُرا حال ہوگا۔ اشعث نے کہا: میں نے ایسا جواب کبھی نہیں سنا لہٰذا آیندہ اس بارے کسی سے سوال نہ کروں گا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ تو مسجد کے ایک کونے سے ایک شخص اپنے عصا کے سہارے اُٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا حضرتؑ کے قریب آیا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! مجھے ایسا عمل بتاؤ کہ جو کروں تو آگ سے نجات پالوں۔

آپؑ نے فرمایا: سنو اے شخص! اور سمجھو پھر یقین کرکے عمل کرو کہ دنیا تین چیزوں سے قائم ہے:

① عالمِ ناطق و مستعمل العلمہ یعنی عالم باعمل جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور اس کا عمل بولتا ہے۔

② ایسا غنی اور دولت مند شخص جو کبھی اہلِ دین پر مال خرچ کرنے میں بخل نہیں کرتا۔

③ اور صابر فقیر، ان تین چیزوں سے دنیا قائم ہے۔ اگر عالم اپنے کو چھپائے اور عمل نہ ہو، یا غنی اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرنے لگے اور فقیر صابر نہ ہوتو اس کی تباہی اور بربادی ہی ہوگی۔ اور اس وقت عارف پہچانے جائیں گے کہ وہ اپنی ابتدا کی

طرف مراجعت کرلیں یعنی ایمان کے بعد کفر ہے۔

اے سائل! تمھیں مساجد کی کثرت دھوکہ نہ دے اور اقوام کی جماعت جن کے جسد اکٹھے ہیں لیکن ان کے دل مختلف ہیں کیوں کہ لوگ تین طرح کے ہیں: زاہد، راغب، صابر۔

زاہد: وہ ہے جو دنیا کی کسی شے کی عطا پر خوش نہیں ہوتا اور کسی شے کے فوت ہوجانے پر غمگین نہیں ہوتا۔ راغب وہ ہے جو بے پروا ہے کہ اس کو دنیا حلال سے ملی ہے یا حرام سے جس طرح دنیا ملے اسے جمع کرتا جاتا ہے۔ صابر وہ ہے جو دل سے تمنا کرتا ہے، اگر تمنا سے کچھ مل جائے تو اس سے اپنے نفس کو بچاتا ہے کیوں کہ جانتا ہے کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہے۔

اس نے کہا: یاامیرالمومنینؑ! آج کے زمانے میں مومن کی کیا نشانیاں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: دیکھا جائے کہ جو فرائض اللہ نے اس پر واجب کیے ہیں اسے ادا کرے اور اللہ کی مخالفت سے محفوظ رہے۔ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر وہ شخص غائب ہوگیا اور ہم کو نظر نہ آیا۔ ہم نے بہت تلاش کیا لیکن کسی کو نہ مل سکا تو علیؑ مسکرائے اور فرمایا: کیوں تلاش کرتے ہو۔ یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

پھر فرمایا: سَلُونِی سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی اے حسنؑ بیٹا! جاؤ منبر پر جاؤ اور کلام کرو تاکہ قریش آپ کی معرفت سے جاہل نہ رہیں اور یہ نہ کہیں کہ حسنؑ سے کوئی اچھائی نہیں سنی۔ امام حسنؑ نے عرض کیا: بابا! میں کیسے منبر پر جا کر خطاب کروں جب کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں میں تم سے چھپ کر تمہیں دیکھتا رہوں گا اور کلام بھی سنتا رہوں گا۔ پس امام حسنؑ منبر پر آئے، حمد خدا کی اور رسولِ گرامیؐ پر صلوات بھیجی۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے اپنے جد رسول اللہؐ کو یہ

فرماتے سنا ہے کہ اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اور شہر میں داخل نہیں ہوا جاتا مگر دروازے سے۔ پھر آپ اُترے تو امیرالمومنینؑ نے آگے بڑھ کر اپنے بیٹے حسنؑ کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ پھر امام حسینؑ سے فرمایا: اے بیٹے! تم اُٹھو اور منبر پر جاؤ اور ایسی کلام کرو کہ قریش جاہل نہ رہیں اور یہ نہ کہہ سکیں کہ حسینؑ کسی شے کو نہ سمجھ سکتا تھا البتہ تیری کلام تیرے بھائی کی کلام کے تابع ہونی چاہیے۔ پس امام حسینؑ منبر پر گئے اور حمد وثنا کے بعد رسولِ پاک پر درود وسلام بھیجا اور فرمایا: اے لوگو! میں نے رسولؐ پاک سے کئی دفعہ سنا کہ علیؑ ایک مدینہ ہے اور جو اس مدینہ میں داخل ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ پس حضرت علیؑ اُٹھے اور حسینؑ کو اپنے سینے سے لگایا اور چوما۔

پھر فرمایا: اے لوگو! گواہ رہو کہ دونوں رسولؐ کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور رسولؐ کی وہ امانت ہیں جو انھوں نے میرے سپرد کی تھی اور میں ان دونوں کی امانت تمھارے سپرد کرتا ہوں اور لوگو! رسولِ پاک تم سے اس بارے ضرور سوال کریں گے۔

دوسری تنبیہ

یہ کلامِ علیؑ کی فصل جو شامل ہے کہ اس پر تنبیہ کر کے علیؑ اخبارِ غیبیہ کے عالم تھے اور آنے والے زمانے کے قیامت تک کے تمام حالات کو جانتے ہیں اور کلام چھپن کی شرح میں اس بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔

شارح معتزلی نے اس شرح کی فصل میں کہا ہے کہ اس فصل میں اللہ کی قسم اُٹھا کر کہا ہے کہ وہ قیامت تک کے بارے میں سوال کریں گے تو میں ان کا جواب دیتا رہوں گا۔

لوگوں کا ایک گروہ جن سے سیکڑوں کو ہدایت ملی اور سیکڑوں گم راہ ہو گئے وہ میں بتا سکتا ہوں اور ان کے قائد، ان کے ساتھی اور پیچھے سے ہانکنے والے پوچھو تو بھی بتا سکتا ہوں اور ان گروہوں کے گھوڑوں کے نزول اور اُن کی سواریوں کے نزول کو دیکھ رہا ہوں

اور ان فتنوں اور حالات میں جو ان میں سے قتل ہوں گے اور جو طبعی موت مریں گے۔

یہ حضرتؑ کا دعویٰ نہ دعویٰ ربوبیت ہے اور نہ ادعائے نبوت ہے بلکہ بار بار فرماتے ہیں: یہ مجھے رسولؐ پاک نے بتایا تھا اور ہم نے اُس کی اخبار کا امتحان لیا ہے تو ہم نے اسے اپنا موافق پایا ہے۔ اب ہم نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر استدلال کرنا ہے۔ مثلاً جیسے اُن کی ضربیں، جو ان کے سر میں ماری گئیں اور ڈاڑھی خضاب ہوگئی۔ ان کا امام حسینؑ کی شہادت میں خبر دینا اور کہا گیا جب ہم کربلا سے گزرے اور آپ کے یہ اخبار کہ اپنے بعد اس مملکت کو ملکیت میں بتایا ہے۔

اسی طرح حجاج اور یوسف بن حضرت عمر کے بارے میں، نیز خوارج نہروان کے بارے میں جو آپ کی اخبار کہ اتنے قتل ہوں گے اور اتنے سولی پر لٹکیں گے اور آپ کی ناکثین، قاسطین، مارقین سے جنگ کرنے کی خبریں اور اسی طرح اخبار طوس لشکر کے بارے میں جو شہر میں داخل تھا اور حضرتؑ کا عبداللہ بن زہیر کے بارے اہلِ بصرہ کی ہلاکت کے بارے میں بتانا اور بعض دوسروں کا ہوا سے ہلاک ہونا۔ اسی طرح ایسے آئمہ کی طرف سے جو اس کے ولد سے ظاہر تھا۔ اسی طرح خراسان سے سیاہ جھنڈوں کے ظاہر ہونے کی اخبار اور ان کو منصوص کرنا اس قوم کو جو اس کی اہل نہ تھی اور وہ آلِ مصعب ظاہر بن الحسین عثمان بن ابراہیم پس یہ اور ان کے گذشتہ افراد دولتِ عباسیہ کے داعی ہیں۔

اسی طرح مدینہ میں نفس زکیہ کا قتل ہونا اور مولاؑ کا فرمان ہے کہ وہ نفسِ زکیہ ریت کے پتھروں کے پاس قتل ہوجائے گا۔ اور اس کے بھائی کا قول ہے کہ مقتول ظاہر ہونے کے بعد قتل ہوا اور مقہور ہونے کے بعد مقہور ہوا۔ اسی طرح شہدائے فخ کی شہادت کی اخبار اور حضرتؑ کا فرمان ہے کہ یہ اہلِ زمین سے بہرا ہیں۔ اسی طرح مملکۃ العلومیہ غربیہ کی خبریں دینا اور اسی طرح اسماعیل بن جعفر صادق کے بارے میں خبر دینا

کیوں کہ ان کا باپ امام جعفر صادقؑ تھے اور وقت موتِ اسماعیل کے سر سے چادر ہٹائی اور معززین شیعہ کو یہ جنازہ دکھایا گیا تا کہ اس کی موت کے بارے جان سکیں اور شبہ امامت اس سے زائل ہو جائے۔

اسی طرح حضرتؑ کا بنی بویہ کی خبریں دینا اور ان کے بارے میں یہ کہنا کہ دیلمان سے بنوصیاد خارج ہوں گے۔ پھر ان کو امرا سے خریدا جائے گا حتیٰ کہ وہ زورا کے مالک ہوں گے اور خلفاء کو چھوڑ دے گا۔ ان کا باپ مچھلی کا شکاری تھا جو اپنے ہاتھ سے مچھلیاں پکڑتا تھا جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی تھیں اور اللہ نے اس کی اولاد اس کی صلب کے ذریعے تین بادشاہوں میں پھیلا دی اور ان کی ذریت ایسی پھیلی کہ اپنی مملکت میں بطور مثال شمار ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرتؑ کا یہ قول ان کے بارے کہ معترف بن الاجدم کو اس کا چچازاد دجلہ پر قتل کرے گا اور یہ اشارہ عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ اَبی الحسین کی طرف ہے، کیوں کہ معزالدولہ کا ہاتھ کسی جنگ میں کٹ گیا تھا اور اس کا بیٹا عزالدولہ بختیار ایک فضول سا انسان اور لہوولعب وشراب کا رسیا تھا، اسے عضدالدولہ نے قتل کیا۔

اسی طرح حضرت کا عبداللہ بن عباس کے لیے اخبار کہ امر اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوگا کیوں کہ علی بن عبداللہ جب پیدا ہوا تو اسے اس کے باپ عبداللہ نے علیؑ کی طرف نکال دیا تھا تو حضرتؑ کا اسے پکڑ لینا اور اس کے منہ میں تھوکنا اور کھجور کے دانے سے گڑھتی دینا اور پھر فرمانا: پکڑ لو اے ابوالاملاک! یہ صحیح روایت جس کو ابوالعباس المبرد نے کامل میں ذکر کیا ہے اور یہ روایت صحیح نہیں اور نہ مستند منقول ہے۔

حضرتؑ کی کس قدر علم غیب پر مشتمل اخبار تھیں اگر ہم اُن کو دیکھیں اور شمار کریں تو بہت وقت درکار ہے اور سیرت کی کتابوں میں اس پر شرح ہوئی ہوگی۔



شیعہ اماموں کا غیب کا علم

آلِ محمدؐ کے آئمہ کے علم کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق کئی حواشی لکھے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں شیعوں کی رائے دیگر مذاہب اسلامی سے مختلف ہے کیوں کہ کوئی اسلامی مذہب ان آئمہ کے بارے میں یہ کہنے کو تیار نہیں جو امامیہ اثنا عشرہ کا نظریہ ہے۔ اس لیے کہ وہ مشکلات کا شکار ہیں۔

اس سلسلہ میں اُصولِ کافی میں لکھا ہے کہ "شیعہ آئمہ ہر شے کا علم رکھتے ہیں" کے عنوان سے بحث کی ہے کہ آئمہ جب چاہیں تو اللہ ان کو اس چیز کا علم عطا کر دیتا ہے جس کے بارے میں وہ جاننا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کب موت آئے گی اور وہ وفات اپنے اختیار سے پاتے ہیں اور ماضی، حال اور قیامت تک کا علم جانتے ہیں اور ان سے کوئی شے مخفی نہیں (الکافی، ص ۱۲۵)۔

سوال: اس کتاب میں دیگر نصوص بھی ہیں کہ آئمہؑ اس صفت علمِ غیبت میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں۔ علم ماکان وعلم ما سیکون اور ان پر کوئی شے مخفی نہیں اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ انبیاؑ اور مرسلینؑ اس صفت میں اللہ کے شریک ہیں اور کتاب و سنت کی نصوص ہیں کہ علمِ غیبت صرف خدا جانتا ہے، متواتر ہیں اور ان کو شمار کرنا ناممکن ہے۔

جواب: علمِ غیب یعنی شہود اور عیاں کے پیچھے کہ جو گزر گیا یا آئے گا یہ امر جائز اور عام بشر کے لیے ممکن ہے جیسے کہ شہادت سے انسان کے گذشتہ اور آئندہ زمانہ کے علم کی خبر ہوتی ہے جن کو دیکھا نہیں ہوتا، جو انسان کو عالمِ خبیر بناتا ہے تو وہ مبداۓ غیب

اور شہادت سے اخذ کرتا ہے یا علم کسی دوسرے طریقے سے منقول ہوتا ہے۔ البتہ مومنوں کے لیے خاص ہے کیوں کہ مومنین کا اکثر علم اسی غیبت پر ہوتا ہے جیسے اللہ، ملائکہ، کتب، رُسل، آخرت، جنت، نار، حیات بعد الموت، البعث، النشور، نفخِ صور، حساب، حور، قصور، والدان وغیرہ جن پر مومن ایمان لاتا ہے اور تصدیق کرتا ہے تو یہ سب غیب ہے اور اسی پر قرآن میں غیب کا اطلاق ہوا ہے۔ جیسے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (بقرہ، آیہ ۳)

قولِ تعالٰی: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (یٰسین، آیہ ۱۱) قولِ تعالٰی: مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (سورہ ق، آیہ ۳۳) وقولِ خدا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ (الملک، آیہ ۱۲) اور قولِ خدا: جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَہٗ بِالْغَیْبِ (مریم، آیہ ۶۱)

اور نبوت و رسالت کے منصب کا تقاضا ہے کہ ان عہدوں کے متولی کو غیب کا علم مختلف طریقوں سے حاصل ہو۔ اور اسی طرح خدا کا اشارہ ہے: وَ کُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ وَ جَآءَکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَۃٌ وَّ ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○ (ہود، آیہ ۱۲۰)

اور یہاں سے اپنے نبی پر قصص بیان کیے اور پھر جنابِ مریمؑ کے قصہ سے آگاہ کرنے کے بعد فرمایا: تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَآ (ہود، آیہ ۴۹) پھر قصہ برادرانِ یوسفؑ کی اطلاع دینے کے بعد فرمایا: ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ (یوسف، آیہ ۱۰۲)

یہ علمِ غیب رسولوں سے مخصوص ہے غیر رسولؐ کے لیے نہیں، جس پر نص قرآنی عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ہاں اللہ کے علم کا کوئی شے احاطہ نہیں کرسکتی اور جو ان کو علم دیا گیا وہ بہت کم ہے۔

پس انبیا و اولیاء اور مومنین تمام غیب کو جانتے ہیں اور اس پر نصِ کتاب موجود

ہے البتہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص اور جز مقسوم ہے اور پھر ان تمام کا علم جس حد کا بھی ہو سب کا سب محدود ہے، کتنا ہے اور کیسا ہے اور یہ علم عارضی ہے ذاتی نہیں۔ یہ علم مسبوق بالعدم ہے علم ازلی نہیں، ان کے علم کی ابتدا اور انتہا ہے، ہمیشہ کا علم نہیں، یہ علم اللہ کی عطا ہے کیوں کہ اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

نبی اور ان کے علم کا وارث علیؑ اپنے عمل و سیرت میں اپنے علمِ غیب جو مصائب، اموات اور واقعات کا ہوتا ہے کے محتاج ہوتے ہیں اور لوگوں کو اسی علم سے کوئی شے بتاتے ہیں جس کی اللہ نے ان کو اجازت دی ہے۔ پس ظلم، اس پر عمل اور اس سے لوگوں کو آگاہ کرنا تین مراحل ہیں جس میں ایک مرحلے کا دوسرے مرحلے سے دخل نہیں ہے۔

۱ کسی شے کا علم اس کے مطابق عمل کرنے کو مستلزم نہیں ہے اور اسے بتانا بھی ضروری نہیں۔ ان تینوں مراحل کے جہات ہیں جو حقیقی ہیں اور مانع ہیں جن کی رعایت کرنا ضروری ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جس قدر علم ہو اس پر عمل ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس قدر معلوم ہو وہ بتایا جائے۔

۲ اس علم پر عمل کرنا کسی فائدہ کے لیے ہوتا ہے جس کی کامیابی کی اُمید ہو کیوں کہ کوئی عقل مند اپنے اُوپر وہ لاگو نہیں کرتا جس سے عاقبت میں خوف زدہ ہو۔ اور کرامت جہاں خصوصیت ہے، وہاں پر فتنہ اور امتحان بھی ہے تا کہ دیکھا جائے کہ کیا علم رکھتے ہیں۔ اگر کوئی حاجت ہو اور اس کا کوئی سبب ہو جو اس کا تقاضا کرے تو پھر کوئی حرج نہیں کیوں کہ رسولؐ پاک ان مغیبات سے اس وقت کرتے جب اس کی ضرورت ہوتی اور معلوم ہے کہ ہر غیب جس پر وہ مطلع تھے، سے آگاہ نہیں کرتے تھے بلکہ یہ بعض واقعات کسی ضرورت سے آگاہی دیتے تھے۔ جسے حضرتؐ نے ان لوگوں کو بتایا جو حضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے کہ میں ان کو اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ

ان کو امرونہی بغیر غیب پر مطلع کیے کرتے۔ اسی طرح حضرتؑ کی باقی کرامات اور معجزات ہیں۔ پس آپ کی اُمت کا عمل اس طرح زیادہ بہتر ہے۔ یہ پہلی وجہ ہے لیکن اس کے باوجود یہ جواز کے حکم میں ہے کیوں کہ خوفِ عوارض کے تقدم کے پیشِ نظر ایسا ضروری ہے۔

غیب سے آگاہ کرنے میں ڈرانا یا بشارت دینا مقصود ہو تو پھر بھی جائز ہے جیسے کسی امر کے نازل ہونے کی اطلاع، تاکہ اس کے مطابق عمل کریں۔ اور یہ غیب سے تھا کہ نوحؑ کے دونوں بیٹوں کو اطلاع دی یا قومِ ہودؑ، عادؑ و ثمودؑ کو اطلاع دی۔ اور قومِ ابراہیمؑ ولوطؑ کو آگاہ کیا گیا اور ذوالقرنین کا ذکر کیا گیا اور گذشتہ انبیاؑ و مرسلینؑ کو آگاہ کیا گیا۔

یہ بھی علمِ غیب سے ہے جو نبی اپنی بعض ازواج کو آگاہ کیا کرتے تھے اور اُنھوں نے اپنے باپوں کو مطلع کر دیا۔ لہٰذا عورت نے پوچھا کہ یہ آپ کو کس نے اطلاع دی ہے کہ میں نے باپ کو مطلع کیا ہے تو فرمایا کہ مجھے خدا نے اطلاع دی ہے۔ تحریم کہ جو اسی طرح علمِ غیب میں سے ہے جو موسیٰؑ نے اپنے ساتھی کو بتایا کہ تم اس تاویل پر صبر نہ کرسکو گے۔ اسی طرح یہ علمِ غیب ہے جو حضرت عیسیٰؑ اپنی اُمت سے کہتے تھے کہ میں تمھیں بتا سکتا ہوں تم نے کیا کھایا اور کیا گھروں میں ذخیرہ رکھا ہوا ہے۔

اسی طرح یہ بھی علمِ غیب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف رسولؑ ہوں اور اپنے ساتھ والی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور تمھیں ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا (الصف، آیہ ۵)۔

یہ بھی علمِ غیب ہے جو اللہ نے یوسفؑ کو وحی کی کہ: لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ اور یہ علمِ غیب ہے جو آدمؑ کو اطلاع دی گئی کہ ملائکہ کو بتائیں:

يَآدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (البقرہ، آیہ ۳۳)

اور یہ سب بھی علمِ غیب میں سے ہیں یعنی بشارتیں جو تورات، انجیل، زبور، صحائف گذشتہ سے حاصل ہوئیں کہ اسلام کا نبیؐ آئے گا اور ان کے شمائل اور زندگی کی تاریخ اور اس کی اُمت کا تذکرہ بھی کیا گیا۔

اور صحیح اخبار بھی علمِ غیب سے ہیں جو کاہنوں اور راہبوں سے نبیِ اعظمؐ کے بارے میں ولادت سے پہلے بتائیں۔ اور یہاں کوئی ایسا مانع اور خطرہ نہیں کہ اگر اللہ کسی کو علم عطا کردے اور غیب سے مراد وہ علم ہو جو چھپا ہوا ہے، ماضی اور استقبال کے لحاظ سے۔

جیسے علم زمین و آسمان، اوّلین و آخرین کا علم، ملائکہ اور مرسلین کے بارے علم جو کسی کو معلوم نہیں ہوتا اور کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا اور جب کسی کو علم دیا جائے یعنی اسے دکھائے یا شہود کی منزل پر لے جائے جیسے ابراہیمؑ کو ملکوت زمین و آسمان دکھائے تو ان صورتوں میں قطعاً خدا کے ساتھ علمِ غیب کی صفت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے اور نہ شہادت سے علم حاصل ہونے میں مشارکت ثابت ہوئی ہے۔ اگرچہ عالم کا علم کس قدر بھی عظیم ہو۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے کیوں کہ قیود امکانی بشری علمِ بشری دائی میں لامحالہ ماخوذ ہیں، خواہ غیب سے متعلق ہوں یا شہادت سے، اور یہ اس کے ساتھ لازم ہے، جدا نہیں جس طرح علمِ الٰہی غیب اور شہادت میں ذاتِ واجب الٰہی میں خاص قیود الٰہی کا دخل ہوتا ہے۔

یہی حال علمِ ملائکہ کا ہے۔ اگر اللہ اسرافیلؑ کو اجازت دے کہ وہ لوحِ محفوظ جو اس کے سامنے موجود ہے اور اس میں ہر شے کا علم ہے کہ اس کو پڑھے تو وہ بھی مطلع ہوجائے گا تو وہ علمِ غیب کی صفت میں اللہ کا ہرگز شریک نہ ہوگا اور نہ ہی شرک لازم آئے گا۔

پس علمِ ذاتی مطلق اور علمِ عرضی محدود میں کوئی مقائسہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس علم میں جو بلا کیفیت ہو اور وہ علم جو کیفیت والا ہو کے درمیان کوئی مقائسہ و موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے جو علم بلایا والمنایا ہو اور جو علم مقید محدود ہو تو ان کے درمیان کوئی مقائسہ نہیں ہے۔ علمِ ازلی و ابدی اور علمِ حادث بوقت میں کوئی مقائسہ نہیں ہے۔

اور اصلی علم میں اور اکتسابی علم میں کوئی مقائسہ نہیں جس طرح علمِ نبویؐ کا غیر کے نبی علم سے مقائسہ نہیں ہوتا کیوں کہ ان دونوں علوم کے طرق مختلف ہیں، دونوں علوم کی قیود اور خصوصیات الگ الگ ہیں۔ جو امکانِ وجود میں مشترک ہوتی ہیں بلکہ علمِ مجتہد اور علمِ مقلّد میں مقائسہ نہیں ہوسکتا اگرچہ مقلّد تمام احکام کا احاطہ کرلے کیوں کہ ان کے علمی مبادی مختلف ہیں۔

پس علمِ غیبت اصلی اور مطلق، کسی کم اور کیف کی قید کے بغیر علم بالشہادۃ بلاکم و کیف کی طرح ہوتا ہے کیوں کہ یہ دونوں صفاتِ خداوندی سے ہیں اور اس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ نہ مطلق علم بالغیب والشہادۃ، اور یہی معنی نفیًا واثباتًا اس فرمانِ خداوندی میں ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ

(سورۂ نمل، آیہ ۶۵)

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (سورۂ فاطر، آیہ ۳۸)

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (سورۂ حجرات، آیہ ۱۸)

قولہ تعالیٰ: ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (سورۂ جمعہ، آیہ ۸)

قولہ تعالیٰ: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

(سورۂ حشر، آیہ ۲۲)

قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

(السجدہ، آیہ ۲۰)

قولہ تعالیٰ: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(التغابن، آیہ ۱۸)

قولہ تعالیٰ: لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ (الانعام، آیہ ۵۰)

قولہ تعالیٰ: لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

(اعراف، آیہ ۱۸۸)

پس وجوہِ علم کی اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے دلائل میں کتاب وسنت سے نفیاً واثباتاً کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ ادلہ نافیہ اور مثبتہ سے اسی ناصیہ کی طرف ناظر ہے اور علمِ غیب سے نسان ادلہ میں منفی موضوع وہ ہے جو مثبت نہیں ہے اور اس طرح اس کے برعکس ہے۔ ان بعض واردہ نصوصِ اہلِ بیتؑ عصمت میں کچھ دونوں جہتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے امام موسیٰ کاظمؑ نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے جواب میں فرمایا: جب اس نے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علمِ غیب جانتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھو، خدا کی قسم کہ ان کے سر کے بال اور میرے جسم کے بال کھڑے ہوگئے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! نہیں ہمیں صرف ذریعۂ رسولؐ سے علم ملا ہے اور یہی حال صفاتِ خاصۂ الٰہی میں ہے۔ یہ صفات غیر اللہ کی صفات سے انھی قیود کی بنا پر ممیّز ہوتی ہے۔

اگر حضرت عیسیٰؑ اذنِ خدا سے ہر مُردے کو زندہ کرتے تھے یا اگر کوئی مٹی سے

پرندہ پیدا کرنے کے بجائے شیر پیدا کرتے تو بھی اللہ کی صفت خلق واحیا میں مشارکت نہ بنتی کیوں کہ اللہ ہی مولیٰ ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ خلاقِ علیم ہے۔

اور جو فرشتہ ارحام میں تصویر بناتا ہے اور جنین کے کان، ناک، جلد، ہڈیاں، گوشت اور آنکھیں بناتا ہے وہ بھی رب کی صفت میں شریک نہیں ہوتا، کیوں کہ اللہ ہی خالق اور مصور ہے اور وہی جس طرح چاہے ارحام میں تصویر بناتا ہے۔

اور وہ فرشتہ جو جنین کی طرح مبعوث ہوتا ہے اور اس کا رزق، اجل، عمل، مصائب، خیر و شر، اس کی شقاوت و سعادت لکھتا ہے اور پھر اس میں روح پھونکتا ہے تو وہ بھی خدا کی اس صفت میں شریک نہیں ہوتا، وہ اللہ کی کسی مِلک میں اس کا شریک نہیں ہوتا۔ ہر شے کو وہی پیدا کرتا ہے اور اس کی تقدیر مقدر کرتا ہے۔

اسی طرح ملک الموت اگرچہ وہ نفوس کو مارتا ہے اور قرآن میں خدا نے کہا ہے: قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدہ) اس کے باوجود اللہ کا اس کام کو اپنے لیے حصر کرنا ہے جیسے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اس لیے ہے کیوں کہ اللہ مارتا ہے اور ملک الموت اس صفت میں اللہ کا شریک نہیں ہے۔ جیسے یہ نسبت بھی صحیح ہے کہ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (النحل، آیہ ۲۸) اور قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ (النحل، آیہ ۳۲) ان تمام کا آپس میں کوئی تعارض نہیں اور نہ گناہ ہے اور موت کی غیر اللہ کی طرف نسبت جھوٹ نہیں ہے اور وہ فرشتہ جس پر کبھی نیند غالب نہیں آتی ہے، نہ اسے اُونگھ آتی ہے، اس کے باوجود خدا کی اس صفت ''نہ نیند نہ اُونگھ'' میں شریک نہیں ہے۔ اگر کسی کو مولیٰ سبحانہ مُردہ زمین کو زندہ کرنے کی توفیق دیتا ہے تو وہ خدا کا شریک نہیں ہوجاتا۔

اللہ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ هُوَ الَّذِى يُحىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

علمِ علیؑ کی تعریف بقول علامہ بحرانی

شیخ میثم بحرانیؒ حضرت علیؑ کے بعض مغیبات کے علم کے کشف کے بارے میں یوں فرماتے ہیں: لا یقال، ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ ایسا علم ہے جو خدا نے صرف علیؑ کو الہام کیا ہے بلکہ رسولِ پاک نے جزئی وقائع کی خبر دی ہے اور اس صورت میں نبیؐ اور غیر نبیؐ میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا کیوں کہ ہم میں سے ایک کو اگر رسولؐ خبر دے تو اس لیے خبر دی ہے کہ وہ بتائے کہ وہ رسول کی بات کو حکایت کر رہا ہے اگر مخبر بہ اس کے قول کے مطابق واقع ہو۔ اور اس پر دلالت کرتا ہے حضرت علیؑ کا یہ فرمان کہ جب حضرت کے کسی صحابی نے پوچھا: یا علیؑ! کیا آپ کو علمِ غیب عطا ہوا ہے۔ آپؑ مسکرائے اور اس سائل، کلبی شخص سے فرمایا: اے کلبی بھائی! یہ علمِ غیب نہیں بلکہ یہ تو صاحبِ علم سے تعلیم حاصل کی گئی ہے، علم غیب تو علمِ قیامت ہے اور جن چیزوں کو خدا نے شمار کیا ہے وہ علمِ غیب ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ کہ مذکر ہے یا مؤنث، اچھا ہے یا بُرا، خوب صورت ہے یا بدصورت، شقی ہے یا سعید، جہنمی اور جہنم کا ایندھن ہے یا جنت میں نبیوں کا دوست۔ پس یہ علمِ غیب ہے جسے سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا اور اس کے علاوہ ایسا علم ہے جو اللہ نے رسولِ پاکؐ کو عطا کیا اور انھوں نے مجھے عطا کیا اور میرے لیے دعا کی کہ میرا سینہ اسے سنبھال سکے اور میری پسلیوں میں محفوظ رہے۔

پس یہ تصریح ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ سے تعلیم حاصل کی، کیوں کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم دعویٰ نہیں کرتے کہ علی علیہ السلام علمِ غیب جانتے تھے بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان کے نفسِ قدسی میں ایسی استعداد تھی کہ وہ خدا کی جو دوستی سے اُمورِ غیبیہ کو کشف کرتا تھا پس اس غیب میں جس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا اور ہمارے مدعاے علمی میں فرق ہے کیوں کہ علمِ غیب سے مراد وہ علم ہے جو کسی سبب سے مستفاد نہیں ہوتا اور اس

لیے یہ بات خدا کے حق میں صادق آتی ہے کہ ہر علم جو صاحبِ علم کے پاس ہے وہ علمِ خدا کے علاوہ ہے اور جو اللہ کے جود وسخا سے مستفاد ہوتا ہے، بالواسطہ یا بلا واسطہ، وہ علمِ غیب نہیں اگرچہ امرِ غیبی پر اطلاق اس کا موجب نہیں کہ تمام لوگوں کو اطلاع ہو، بلکہ اس کو بھی عنایتِ الٰہی سے بعض نفوس کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جیسے ارشادِ قدرت ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

جب یہ معلوم ہوگیا تو ظاہر ہوا کہ حضرت علیؑ کا کلام صادق اور ہمارے ارادے کے مطابق ہے، کیوں کہ یہ علم علمِ غیب نہیں بلکہ خود خدا سے مستفاد ہے۔

اور فرمانِ خدا: انما هو تعلم من ذی علیم یہ اشارہ ہے کہ واسطۂ تعلیم رسولؐ اللہ ہیں، لہٰذا وہ اپنے آپ کو تعلیمِ علم کے وقت تمام گفتگو پر تیار اور حاضر رکھنا۔ اور یہ اشارہ ہے کیفیتِ سلوک، اسبابِ التلوع اور ریاضت کا حتیٰ کہ اُمورِ غیبیہ اور ان سے اطلاع کو حاصل کرنے کی استعداد رکھنا ہے اور تعلیم ایجادِ علم نہیں۔ اگرچہ تعلیم سے ایجادِ علم لازم آتا ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ تعلیم رسولؐ فقط صور جزئیہ کی توفیق نہیں بلکہ قوانینِ کلیہ کے ساتھ نفس کو آمادہ کرتا ہے۔ اگر یہ اُمور جو رسولؐ اللہ سے اِلقا ہوئے ہیں یہ صورِ جزئیہ ہوتے تو اپنی دعا میں علیؑ کے فہم کا مطالبہ نہ کرتے، کیوں کہ صورِ جزئیہ کی فہم امرِ ممکن ہے اور اُس کے لیے آسان ہے جو تھوڑی سی توجہ بھی کرے۔

اور جو چیز محتاجِ دعا ہے وہ ہے اذہان کا مختلف طریقوں سے تیار کرنا اور وہ اُمورِ کلیہ عامہ کے جزئیات کے لیے ہیں۔ اور ان جزئیات کا ان صور سے نکلنا اور اس کی فرع اور تفصیل ہونا اور ان اُمور کے اسباب جو ان کے ادراک کے لیے تیار ہیں اور اس کی تائید فرمانِ علیؑ بھی کرتا ہے۔

"رسولؐ پاک نے مجھے ہزار باب علم کی تعلیم دی اور پھر میں نے ہر باب سے ہزار باب علم نکالا اور یہ فرمانِ رسولؐ بھی اس کی تائید کرتا ہے: "مجھے جوامع الکلم عطا

ہوئے اور علیؑ کو جوامع العلم عطا ہوئے"۔ یہاں انفتاح سے مراد اس کی فروعات اور قوانینِ کلی کا نکلنا ہے اور جوامع العلم سے مراد ضوابط اور قوانین ہیں۔ اور رسولِ پاکؐ کے فرمان میں اُعْطِیَ مفعول کی بنا پر ہونا دلیل ظاہر ہے کہ علیؑ کا جوامع العلم کا مُعطی نبی پاکؐ نہیں بلکہ اس نے عطا کیا جس نے نبیؐ کو جوامع الکلم عطا کیے۔ اور وہ اُمور جنھیں خدا نے شمار کیا کہ وہ اُمورِ غیبی ہیں اور یہ قول کہ ان اُمورِ غیبی کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا جیسے ارشادِ قدرت ہے: وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ اس میں تخصیص کا احتمال ہے اس لیے کہ جس کے بارے میں ارشادِ قدرت ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اور یہ امر واضح ہے اور عقل مند کو اس کو کشف کرنے میں اتنی زحمت نہیں کرنا پڑتی۔



مختلف معجزاتِ علیؑ

مستقبل کی خبر

جابر جُعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ اپنے اصحاب کے ساتھ عقب کوفہ کی طرف نکلے اور فرمایا: کیا خیال ہے کہ اگر میں کہوں کہ چند دنوں کے بعد یہاں ایک نہر کھودی جائے گی جس میں پانی جاری ہوگا تو تم میری تصدیق کرو گے؟

اصحاب نے کہا: اے امیر المومنینؑ! کیا ایسا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ایسا ہوگا، کیوں کہ میں ایک نہر کو اس مقام پر دیکھ رہا ہوں جس میں پانی بہ رہا ہے اور کشتیاں چل رہی ہیں اور لوگ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ پس ویسا ہی ہوا جیسے آپؑ نے فرمایا تھا۔

دو پستان والا

حضرت امیر المومنینؑ خوارج سے جنگ کرنے جا رہے تھے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تمام باتیں کرو گے اور عمل چھوڑ دو گے تو میں تمھیں بتاتا جو اللہ نے نبی کی زبان سے فیصلہ کیا ان لوگوں کے بارے میں جو اس قوم (خوارج) سے انھیں گم راہی سے بچانے کے لیے جنگ کرتے تھے۔ ان خوارج میں سے ایک ایسا شخص ہے جس کے پستان عورت کے پستانوں کی طرح ہیں اور وہ بدترین مخلوق اور بداخلاق شخص ہے اور اس کا قاتل اللہ کا مقرب ہوگا اور وہ وقت سے پہلے پیدا شدہ قوم میں معروف نہ تھا۔

جب وہ قتل ہوگیا تو حضرتؑ مقتولین میں اُسے تلاش کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ حتیٰ کہ قوم میں اسے دیکھ لیا گیا، اس کی قمیص چاک کی گئی تو اس کے کندھوں کے قریب گوشت میں اُبھرے ہوئے عورت کے پستانوں کی طرح پستان تھے۔ ان پستانوں پر بال تھے۔ جب وہ جذب ہوتے تو اس کے ساتھ اس کے کندھے بھی جذب ہوجاتے اور جب وہ آزاد ہوتے تو کندھے بھی اپنے مقام پر ہوتے۔ جب اسے دیکھا تو تکبیر کہی اور فرمایا: اگر کسی کو بصیرت مل جائے تو اس میں عبرت ہے۔

جندب بن عبداللہ الازدی سے روایت ہے کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ جنگِ جمل وصفین میں موجود تھا اور حضرتؑ کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے مجھے شک نہ تھا حتیٰ کہ نہروان کی جنگ آگئی تو خارجیوں کے ساتھ جنگ کرنے پر میرے دل میں شک پڑ گیا اور میں نے سوچا کہ یہ تو بڑے قاریِ قرآن نیک اور عبادت گزار لوگ ہیں ان سے کیسے جنگ کروں؟ پس میں صبح سویرے وہاں سے نکلا، میرے پاس پانی کا برتن تھا۔ میں صفوں سے نکلا، نیزہ گاڑ دیا اور سورج سے چھپ کر ایک مقام پر بیٹھ گیا۔ حضرت علیؑ میرے پاس آگئے اور آپؑ نے فرمایا: اے ازدی بھائی! کیا تمھارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پانی کا برتن انھیں دیا اور وہ چلے گئے حتیٰ کہ میں نے ان کو نہ دیکھا۔ پھر وہ آئے اور وضو فرمایا اور ڈھال کے سائے میں بیٹھ گئے۔ ایک شہ سوار آپؑ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: یہ شہسوار آپؑ کو تلاش کر رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اسے اشارہ کرو۔ میں نے اشارہ کیا۔ وہ آیا اور کہا: یاامیرالمومنینؑ! انھوں نے عبور کر لیا ہے اور نہر کو قطع کر دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں، ابھی انھوں نے نہر عبور نہیں کی۔ خدا کی قسم وہ عبور کر رہے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہرگز ابھی عبور نہیں کی۔

یہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: وہ لوگ نہر عبور کر کے آ رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ابھی نہر عبور نہیں کی۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں نے خود اس جانب سے علَم اور دیگر سامان دیکھا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: انھوں نے نہر عبور نہیں کی، کیوں کہ وہی نہروان کا مقتل ہے اور ان کے خون لینے کی جگہ ہے۔ پھر حضرت اُٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ اُٹھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ خدا کی حمد ہے کہ میں اس شخص کو سمجھ گیا اور اس کے امر کی مجھے معرفت تھی۔ یہ دو شخصوں میں سے ایک ہوسکتا ہے: یہ شخص جھوٹا، جری اور کذاب ہے یا رب کی طرف سے مستقل گواہ اور نبیؐ کی طرف سے عہد پر ہے۔

اے میرے اللہ! میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ یومِ قیامت اس کے بارے میں پوچھنا، اگر میں نے دیکھا کہ دشمن قوم نہر عبور کر چکی ہے تو میں سب سے پہلے علیؑ سے جنگ کروں گا، اور علیؑ کی آنکھ میں نیزہ ماروں گا۔ اور اگر دشمن قوم نے نہر عبور نہیں کی تو ان سے جنگ کروں گا۔ پس ہم صفوں میں گئے تو ہم نے علَم اور سامان ویسے پایا جیسے تھا۔ علیؑ نے میری گردن سے پکڑا اور مجھے دُور کر دیا اور فرمایا: اے ازدی بھائی! کیا تجھے کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے؟ میں نے کہا: امیرالمومنینؑ موت۔

آپؑ نے فرمایا: تیری شان دشمن سے ہے۔ پس میں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرا قتل کیا۔ پھر ایک شخص کی اور میری لڑائی شروع ہوگئی۔ میں اسے مار رہا تھا اور وہ مجھے مار رہا تھا۔ پس ہم دونوں گر گئے۔ مجھے میرے اصحاب نے اُٹھا لیا، جب مجھے افاقہ ہوا تو حضرت دشمنوں سے فارغ البال ہو چکے تھے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمھیں حق کی طرف بلاتا ہوں اور تم منہ پھیر لیتے ہو۔ میں تمہیں تازیانے ماروں گا تو تم مجھے عیب دار بناؤ گے۔ تمھیں مرنے کے بعد ایسے والی ملیں گے جو تم پر راضی نہ ہوں گے حتیٰ کہ تمھیں کوڑوں اور لوہے سے عذاب دیں گے اور جو شخص دنیا میں لوگوں کو عذاب دے گا تو خدا اُسے آخرت میں عذاب دے گا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس یمنی آئے گا جو تمھاری اطہر کے

پشت حائل ہو جائے گا اور عمال اور عمال کے عمال کو ایک شخص یوسف بن حضرت عمر نامی گرفتار کرے گا۔ ایسا ہی ہوا جیسے آپؑ نے فرمایا تھا۔

قتلِ مزرع

جناب مزرع بن عبداللہ نے کہا: میں نے حضرت امیرالمومنینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک لشکر آئے گا حتیٰ کہ جب بیداء میں پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ غیب کی خبر دیتے رہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جو کہا ہے اسے سمجھو، خدا کی قسم وہی ہوگا جس کی خبر مجھے حضرت علیؑ نے دی تھی کہ ایک شخص کو پکڑ کر قتل کر دیا جائے گا اور مسجد کے شرفین کے سامنے سولی پر لٹکایا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ غیب کی خبر دیتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اسے سمجھو جو میں کہہ رہا ہوں۔

پھر ابوالعالیہ کہتا ہے: ایک جمعہ نہ گزرا تھا کہ مزرع کو پکڑا گیا اور اسے قتل کیا گیا اور شرفین کے درمیان سولی پر لٹکایا گیا۔ حضرتؑ نے مجھے تیری بات بھی بتائی تھی لیکن وہ میں بھول گیا ہوں۔

واقعۂ عاشور کی خبر

جناب جویریہ بن سہر العبدی نے روایت کی ہے کہ جب ہم حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ صفّین میں آ رہے تھے کہ کربلا کے ٹیلوں پر پہنچے۔ حضرت لشکر سے ایک طرف رُک گئے۔ پھر دائیں بائیں دیکھا اور عبرت حاصل کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! یہ ان کی سواریوں کے بیٹھنے اور ان کے سامان رکھنے کا مقام ہے۔ پوچھا گیا یا امیرالمومنینؑ! یہ کون سا مقام ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کربلا ہے، جہاں ایسی قوم شہید ہوگی جو جنت میں بغیر حساب کے جائے گی۔ پھر آگے بڑھے اور لوگ حضرتؑ کے فرمان کی تاویل کو نہ سمجھے تھے حتیٰ کہ کربلا میں امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے ساتھ وہی ہوا جو آپؑ نے کہا تھا۔

ابن مسرور جناب اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں: ہمیں حضرت امیرؑ نے کوفہ سے مدائن کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم اتوار کو روانہ ہوئے۔ عمرو بن حریث سات نفر کے ساتھ پیچھے رہ گئے اور وہ ''خورنق مقام'' کی طرف نکلے۔ ہم نے وہاں اپنی صفائی اور پاکیزگی کی اور بدھ کے دن حضرتؑ کے لشکر سے جا ملے۔ ابھی لشکر جمع نہ ہوئے تھے۔ وہ ابھی کھانا کھا رہے تھے کہ ایک گوہ آئی۔ انھوں نے اس کا شکار کیا اور عمرو بن حریث نے اسے پکڑا۔ پھر عمرو حریث نے ہاتھ نصب کیا اور کہا کہ بیعت کرو؟ میں امیر المومنین ہوں۔ ان ساتوں نے بیعت کی اور آٹھواں عمرو بن حریث تھا۔ وہ بدھ کی رات کو چلے اور مدائن میں جمعہ کے دن پہنچے اور امیر المومنینؑ اس وقت خطبہ دے رہے تھے اور بعض بعض سے جدا نہ تھے۔ وہ تمام مسجد کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ جب وہ سات آدمی داخل ہوئے تو حضرت امیر المومنینؑ نے ان کو دیکھا اور فرمایا: اے لوگو! میرے ساتھ رسولؐ نے ہزار راز کی باتیں کیں اور ہر بات سے ہزار باب نکلتا ہے اور ہر باب کی ہزار چابی ہے اور میں نے رسولِ پاک کو سنا کہ فرما رہے تھے:

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل، آیہ ۷۱) میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یومِ قیامت آٹھ آدمیوں کو مبعوث کیا جائے گا۔ ان کو اپنے امامؑ کی طرف بلایا جائے گا تو امام گواہ ہے۔

یہاں مجھے سوال سمجھنے میں غلطی ہوئی، لیکن اس کا صحیح جواب یہی ہے۔ اگر میں چاہوں تو ان آٹھ اشخاص کے نام بھی بتا سکتا ہوں لیکن اپنا حق کوئی نہ چھوڑے گا۔ پھر میں نے عمرو بن حریث کو دیکھا کہ وہ گر پڑا، جس طرح شرم و حیا اور ملامت کی وجہ سے گرا جاتا ہے۔

تین سندوں کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام نے جناب امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: گویا میں محلات دیکھ رہا ہوں جو مضبوط بنیادوں

سے قبر حسینؑ کے گرد بنائے گئے ہیں، دن رات دنیائے عالم سے زائرین زیارت کریں گے اور یہ بنی مروان کی ملکیت کے انقطاع کے وقت ہوگا۔

ابراہیم بن ہاشم نے امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ اگر مجھے کوئی مؤثق شخص مل جاتا تو میں مدائن کے شیعوں کی طرف اموال بھیج دیتا۔

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے دل میں خیال کیا کہ میں کہتا ہوں کہ میں جاتا ہوں اور مجھے ثقہ سمجھ لیں گے۔ جب میں ان سے مال اخذ کرلوں گا تو میں کوفہ کے راستے چلا جاؤں گا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! اس حال میں مدائن پہنچاتا ہوں۔

حضرتؑ نے میری طرف سر بلند کیا اور فرمایا: تم دُور ہو جاؤ تم کوفہ کے راستے جاؤ گے۔

احمد بن محمد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جویریہ بن حضرت عمر سے ایک شخص نے ایک گھوڑے کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک گواہ پیش کرے گا تو انھوں نے کہا: گواہ کسی کے پاس نہیں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تجھ سے زیادہ تمھارے نفس کو جانتا ہوں کیا تم بھول گئے ہو، جیسے جاہلیّت الجہلاء کے ساتھ بھول گیا ہے۔

نبطیہ سے کلام

جناب عبداللہ بن جعفر نے روایت کی ہے کہ میں ابھی ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپؑ نے فرمایا: اے ابی ابراہیمؑ! کیا تو کبرخ سے آیا ہے؟ میں نے کہا: ایک مقام جسے شادروان کہتے ہیں وہاں سے آیا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ مزید فرمایا: تم قطفتا کو جانتے ہو؟ پھر جب امیرالمومنینؑ نہروان کی طرف آئے تو قطفتا میں اُترے۔ تو اس علاقہ کے لوگ حضرتؑ کے پاس جمع ہو گئے تو انھوں نے زیادہ خراج کی شکایت کی اور نبطی زبان کے بارے میں بتایا کہ ان کے پڑوس میں زمین وسیع ہے اور خراج کم ہے۔ حضرتؑ نے ان کو نبطی زبان میں جواب دیا: ہعرو ہ ضامن عودیًا، اس کا معنی یہ

ہے کہ بعض اوقات چھوٹے زمین کے ٹکڑے بڑے ٹکڑوں سے بہتر ہوتے ہیں۔

جناب ابراہیم بن ہاشم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ مسجدِ کوفہ میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت اپنے شوہر کی شکایت کرتی ہوئی آئی۔ حضرتؑ نے اس کے شوہر کے حق میں فیصلہ کیا۔ وہ غضب ناک ہوئی اور کہا:

خدا کی قسم! تم نے حق کی حفاظت نہیں کی اور برابری کا فیصلہ نہیں کیا اور تم رعیت میں عدل نہیں کرتے اور تمھارے فیصلے خدا کی رضامندی والے نہیں۔

حضرتؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے زبان دراز اور بداخلاق عورت! اے وہ عورت جو حمل کے قابل ہی نہیں ہے؟ عورت وہاں سے بھاگ گئی اور غصے میں آگ بگولا ہو کر کہتی جارہی تھی کہ میں برباد ہو جاؤں آج علیؑ نے وہ پردہ اُٹھا دیا جس کو میں نے ڈھال بنایا ہوا تھا۔ تو اسے عمرو بن حریث نے کہا: اے عورت! تو نے آج ایسی کلام کی ہے کہ میرا دل خوش کر دیا ہے، لیکن پھر انھوں نے ایک حکم دیا اور تو وہاں سے بھاگ نکلی۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! علیؑ نے سچی خبر دی ہے جو میں اپنے شوہر سے چھپاتی تھی۔ پھر عمرو بن حریث حضرت علیؑ کے پاس آیا اور اُس نے عورت کی بات بتائی۔

عمرو نے کہا: یا امیر المومنینؑ! کیا آپ کہانت جانتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اے عمرو، اے بدبخت! یہ کہانت نہیں ہے بلکہ اللہ نے اَرواح کو ابدان سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا ہے۔ پس جب اَرواح کو بدنوں پر سوار کیا تو ان کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیا۔ یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ اور جس میں وہ مبتلا ہیں اور جو ان کے بُرے اعمال لکھ دیتے ہیں۔ پھر قرآن نازل ہوا اور اس میں آیت آئی:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (سورۂ حجر، آیہ ۷۵) اور رسولؐ پاک ہی سب سے بڑے متوسم تھے اور ان کے بعد مَیں ہوں اور میرے بعد میری ذُریت سے جو امام ہیں وہ متوسم ہیں۔ جب میں نے اسے غور سے دیکھا تو میں نے اس کی تحریر پڑھ لی

کہ یہ کیا ہے۔

حضرت علیؑ نے عورت کو اس کا راز بتایا تو وہ بھاگ گئی

حسن بن علی الدینوری حارث اعور سے روایت کرتے ہیں: میں ایک دن امیرالمومنینؑ کے ساتھ مجلس قضا میں تھا کہ ایک عورت اپنے شوہر کی شکایت کے لیے آئی۔ اس نے اپنی بات کی، شوہر نے اپنی بات کی تو حضرت علیؑ نے اُس کے شوہر کے حق میں فیصلہ کیا۔ وہ شدید غضبناک ہوئی اور کہا: خدا کی قسم! یا علیؑ! آپ نے اس فیصلے میں مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے سلفع (نر) اَے عورت نما مرد، اور شوہر کے گھر کو برباد کرنے والی، میں نے وہی فیصلہ کیا جسے میں حق جانتا ہوں۔

جب عورت نے حضرتؑ کے یہ جملات سنے تو وہ فوراً بھاگ گئی اور کوئی جواب نہ دیا، پس عمرو حریث اس کے پیچھے گیا اور کہا: اے اللہ کی کنیز! میں نے تم سے عجیب ہی سنا اور پھر امیرالمومنینؑ نے جو جملے تجھے کہے تو وہ فوراً بھاگ کر واپس آ گئی، جواب نہیں دیا۔ اس نے آپ کو کیا کہا کہ کہ تو اس کا ایک حرف بھی جواب نہ دے سکی۔ اس نے کہا: اے عبداللہ! حضرت علیؑ نے مجھ اس امر پر مطلع کیا جسے اللہ اور میرے سوا کوئی نہ جانتا تھا اور میں جلدی سے باہر آ گئی اس خوف سے کہ کہیں کوئی اور عجب نہ نکال دیں۔ ایک پر صبر کرنا زیادہ خوب صورت ہے اس سے کہ ایک کے بعد دوسری پر صبر کرتی رہو۔

عمرو نے اس سے کہا: مجھے وہ بات بتاؤ جو علیؑ نے تجھے کی۔ اس نے کہا: اے عمرو! علیؑ نے وہ کہا جو میں بتانا پسند نہیں کرتی اور یہ انتہائی بُری بات ہے کہ عورتوں کے عیب مرد جانیں۔ عمرو نے عورت سے کہا: خدا کی قسم! نہ تو مجھے جانتی ہے اور نہ میں تجھے جانتا ہوں، شاید اس کے بعد میری اور تیری ملاقات نہ ہو۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ میں بہت اصرار کر رہا ہوں اس نے کہا: حضرت علیؑ کا یہ لفظ یا سلفع، خدا کی قسم! علیؑ نے جھوٹ نہیں بولا، کیوں کہ مجھے عورتوں کی طرح کبھی حیض نہیں آیا اور ان کا یہ لفظ یا مھیع،

یعنی میں خدا کی قسم عورتوں کو رکھنے والی ہوں مردوں کے نکاح میں نہیں جاسکتی اور ان کا یہ لفظ کہ یا فردع، یعنی میں اپنے شوہر کے گھر کو خراب کر رہی ہوں وہ باقی نہیں رہے گا۔

اس نے کہا: علیؑ کو ان چیزوں کا علم کیسے ہوگیا؟ کیا تو اس کو جادوگر، کاہن وغیرہ سمجھتی ہے کہ اس نے تجھے ان باتوں سے خبردار کیا؟ عورت نے کہا: اے بدبخت! تو نے غلط کہا ہے وہ جادوگر اور کاہن نہیں، بلکہ اہلِ بیتؑ نبوت سے رسولؐ اللہ کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں۔ وہ لوگوں کو وہی بتاتے ہیں جو رسولِؐ پاک نے ان کو علم دیا اور وہ مخلوق پر نبی کے بعد حجتِ خدا ہیں۔ عمرو بن حریث واپس مجلسِ قضا میں آیا اور حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عمرو! کیوں عورت کے پاس گئے تھے اور کیوں اس کی بکواس کو اس کے لیے جائز قرار دیا۔ خدا کی قسم! وہ عورت تجھ سے میرے بارے میں اچھا نظریہ رکھتی ہے۔ اور میرا اور آپ کا اپنا اپنا موقف ہے۔ دیکھو کیسے خدا سے خلاصی پاتے ہو۔ عمرو نے کہا: یا امیر المومنینؑ! میں اللہ اور آپؑ سے توبہ کرتا ہوں، میرے گناہ معاف کردے۔ حضرتؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! تیرے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں کروں گا اور مغفرت کی دعا نہ کروں گا حتیٰ کہ تو اور میں اس ذات کے سامنے پیش ہوں گے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

جناب عباد بن سلیمان نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ مسجد میں بیٹھے تھے اور آپ کے اصحاب اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے شیعوں میں سے ایک شخص آیا اور اُس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! خدا جانتا ہے کہ میں آپ کی محبت میں جیسے ظاہری طور پر مخلص ہوں اسی طرح تنہائی میں بھی مخلص ہوں۔ میں تنہائی میں آپؑ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسے علانیہ طور پر۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم نے سچ کہا لہٰذا اب فقر سے بچنے کے لیے کوئی پردہ کرو، کیوں کہ فقر ہمارے شیعوں کی طرف اس قدر جلدی آتا ہے جیسے سیلاب کسی وادی

میں جلدی آتا ہے۔ پس وہ شخص واپس مڑا تو حضرتؑ کے اس فرمان پر کہ تو نے سچ کہا ہے، خوش ہونے کی وجہ سے آنسو بہا رہا تھا۔ ایک خارجی نے کہا: جو اپنے ساتھی سے بات کر رہا تھا اور علیؑ کے قریب تھا کہ ان خارجیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تو نے آج تک ایسا کبھی دیکھا ہے کہ ایک شخص آیا تو اسے کہا کہ تم سچے ہو۔ دوسرے خارجی نے اس کو جواب دیا: میں تمھاری بات کا انکار نہیں کرتا کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی کہے میں محبت کرتا ہوں اور وہ کہنے لگا کہ تم سچے ہو، تو کیا میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ نہیں، میں اُٹھتا ہوں تو میں اس شخص کی طرح علیؑ سے کہتا ہوں تو وہ مجھے بھی وہی جواب دے گا جو اس کو دیا ہے تو وہ شخص اُٹھا اور علیؑ سے وہی بات کہی جو اس کے شیعہ نے کہی تھی کہ انا احبک۔

حضرت علیؑ نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو، خدا کی قسم! نہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور نہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ پس وہ خارجی رونے لگا اور کہا: یا امیر المومنینؑ! کیا آپ میرا اس طرح استقبال کریں گے، حالاں کہ اللہ اس کے خلاف جانتا ہے۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کس عنوان پر بیعت کرے گا؟ اس نے کہا: پہلے اور دوسرے کے عمل کے خلاف پر بیعت کروں گا۔ حضرتؑ نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا: بیعت کرو خدا ان پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم! میں نے گم راہ لوگوں سے جنگ کی، تجھے بڑی طاقت دھوکا نہ دے۔ پس وہ شخص زندہ رہا اور جب اہلِ نہروان نے خروج کیا تو وہ شخص قتل ہوا۔

قتلِ حسینؑ کی خبر دینا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علیؑ کربلا سے گزرے تو حضرتؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ روتے بھی تھے اور فرماتے جاتے تھے:

هذا مناخ ركابهم وهذا ملقى رحالهم ههنا مراق

دمائهم طوبٰى لك من تربة عليها

''یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی، یہاں ان کا سامان اُترے گا،
یہاں ان کے خون بہیں گے، اے زمینِ کربلا، تیری ایسی پاک
مٹی ہے جس پر میرے عزیزوں کا خون جاری ہوگا''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علیؑ چند لوگوں کے ساتھ کوفہ سے نکلے حتیٰ کہ کربلا سے ایک میل یا دو میل باقی تھا کہ آپؑ آگے بڑھے اور اس مکان و مقام مقدفان کا طواف کیا اور فرمایا: یہاں دو صد نبی قتل ہوئے اور ان کے دو سو اولادیں شہید ہوئیں۔ یہ ہماری سواریوں کے پیچھے اور شہدائے عشق کے میدان ہیں، اس سے سابق کوئی ایسا شخص نہیں گزرا اور ان کے بعد میں ملحق کوئی نہیں ہوا۔

روایت ہے ابی جارود کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور وہ بارہ تھے۔ آپؑ نے انھیں فرمایا: اللہ پسند کرتا ہے کہ مجھ میں یعقوبؑ جس کے بارہ بیٹے تھے، کی سنت جاری کرے کہ یعقوبؑ نے بیٹوں کو کہا کہ میرے وصی یوسفؑ ہیں، اور ان کی بات کو سنو اور اطاعت کرو اور میں وصی بناتا ہوں حسنؑ اور حسینؑ کو، لہٰذا ان کی بات کو سنو اور اطاعت کرو۔

حضرتؑ کے بیٹے عبداللہ نے کہا: کیا ان میں محمد بن علی بن الحنفیہ نہیں ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: تمھیں میری زندگی میں اس قدر جرأت کیسے ہوئی اور میں تمھیں اپنے خیمے میں ذبح دیکھ رہا ہوں اور معلوم نہیں کہ تجھے کس نے قتل کیا۔ جب مختارؓ کا زمانہ آیا تو عبداللہ آیا۔ مختارؓ نے کہا: تم تو پہلے یہاں نہیں تھے، پس وہ غضب ناک ہوا اور مصعب بن عمیر کے پاس بصرہ چلا گیا اور اس سے کہا کہ مجھے اہلِ کوفہ سے لڑنے والے لشکر کا امیر بنا دے۔ وہ مصعب کے ہم راہ لشکر میں تھا تو دونوں لشکروں کی ملاقات حروراء میں

ہوئی۔ جب رات چھا گئی تو صبح اُٹھے تو عبداللہ کو اپنے خیمے میں مذبوح پایا اور یہ نہ جانتا تھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

خابور کے بارے خبر دینا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبیر خابور معاویہ کے بیت المال کا مالک تھا اور اس کی بوڑھی ماں کوفہ میں تھیں تو اس نے معاویہ سے کہا کہ میری بوڑھی ماں کوفہ میں ہیں اور میرا ان کے لیے دل اُداس ہے، لہٰذا مجھے اجازت دیں کہ میں اس کے پاس جاؤں۔ ان کا مجھ پر حق واجب ہے جو میں نے ادا کرنا ہے۔

معاویہ نے کہا: کوفہ جا کر کیا کرے گا، وہاں تو ایک جادوگر، کاہن شخص جس کو علیؑ کہتے ہیں، رہتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ تجھے وہ کسی خطرے میں نہ ڈال دے۔ جبیر نے کہا: میرا اور علیؑ کا کیا تعلّق ہے میں تو اپنی ماں کے پاس جاؤں گا، ان کی زیارت کروں گا اور اپنے اُوپر ماں کے واجب حقوق کو ادا کروں گا۔ معاویہ نے کہا: کوفہ کیا کرے گا؟ اسے اجازت دی اور وہ کوفہ آیا۔ جب جبیر خابور کوفہ آیا تو حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: تیرے پاس اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور معاویہ نے تجھے گمان دیا ہے کہ میں جادوگر اور کاہن ہوں۔ اس نے کہا: ہاں! یہی معاویہ نے کہا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: تمھارے پاس کچھ مال تھا جس سے بعض کو تو نے کھجور کے تنے میں چھپا کر آیا ہے۔ اس نے کہا: آپؑ سچ فرماتے ہیں اسی طرح ہے۔ پھر فرمایا: اے حسینؑ! اسے گلے ملو اور اپنے پاس مہمان رکھو اور اچھی خدمت کرو، دوسرے دن صبح کو حضرت علیؑ نے اسے بلایا اور اپنے اصحاب سے فرمایا: اب جبل اہواز میں چار ہزار جنگجو مسلح موجود ہیں اور جب ہمارے قائمؑ قیام کریں گے تو ان کے ساتھ مل کر دشمنوں سے لڑیں گے اور یہ زمانہ رجعت میں ہوگا۔

ابی بصیر سے روایت ہے کہ ایک قوم نے ساحلِ عدن پُر مسجد بنانے کا ارادہ کیا

اور تعمیر شروع کی، وہ دن کو مسجد بناتے تھے تو رات کو تعمیر گر جاتی تھیں، لہٰذا حضرت ابوبکر کے پاس آئے تو حضرت نے کہا: دوبارہ بناؤ۔ انھوں نے پھر بنائی اور محکم بنائی لیکن پھر گر گئی۔ وہ لوگ پھر حضرت ابوبکر کے پاس آئے تو انھوں نے خطاب کیا اور ان کو قسم دی کہ اگر تم میں سے کسی کو اس مقام کے متعلق علم ہو تو بتاؤ تو حضرت علیؑ نے فرمایا: قبلہ کی دائیں طرف کھودو تو وہ قبریں نمودار ہوں گی جن پر لکھا ہے: میں رضوی اور میری بہن تبع کی اولاد زندہ درگور کیے گئے ہیں اور ہم نے کبھی شرک نہیں کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ان کو پہلے غسل دو، پھر کفن دو، پھر ان پر نماز پڑھو اور پھر ان کو دفن کرو۔ پھر اپنی مسجد بناؤ تو پھر اس کی بنیاد قائم رہے گی۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا تو بنیاد اور تعمیرات کھڑی رہیں۔

میسرہ کو اپنے نام کی اطلاع

داؤد عطار نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے امیر المومنینؑ کا پوچھا۔ اس نے کہا: آؤ چلیں تا کہ علیؑ پر سلام کر آئیں۔ اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے البتہ وہ میرے ساتھ رہا حتیٰ کہ ہم حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ان پر سلام کیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے دُرہ تازیانہ اُٹھایا اور میری پنڈلی پر مارا۔ مجھے درد ہوا تو آپؑ نے فرمایا: تم خیال کرتے ہو کہ تم مکرہ ہو حالاں کہ تم میسرہ ہو۔ پھر میں چلا گیا، تو مجھے کہا گیا: آج تیرے ساتھ علیؑ نے وہ کیا ہے جیسے کسی سے نہ کیا ہو۔ اس نے کہا: میں آلِ فلاں کا غلام تھا اور میرا نام میسرہ ہے۔ میں نے ان کو چھوڑ دیا اور ادعا کیا: ان کی طرف جن سے میں نہیں ہوں، پس حضرت امیر المومنینؑ نے مجھے میرے نام سے پکارا۔

معاویہ بن جرید الحضرمی روایت کرتا ہے کہ ابن ملجم حضرت علیؑ کے پاس آیا تو حضرتؑ نے اس کا نام اور نسب لکھ لیا جو اپنے باپ پر منتہی نہ ہوتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر اپنے باپ پر منتہی ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا: اب تو نے سچ کہا ہے (یعنی ولایت صحیح بتاتی ہے)۔

ابی الصیرفی نے روایت کی ہے کہ میں کل حضرت امیرالمومنینؑ کے سرہانے بصرہ کے روز کھڑا تھا کہ ابن عباسؓ جنگ کے لیے آئے اور کہا کہ مجھے ایک حاجت ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنی حاجت بتاؤ تاکہ پوری کروں۔ کہا: میں تم سے ابن حکم کے لیے امان مانگتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: میں اسے امان دیتا ہوں بلکہ حضرتؑ نے فرمایا: میں امان دیتا ہوں لیکن جاؤ اُسے لے کر آؤ اور وہ ردیف پہنے بغیر نہیں آئے گا، کیوں کہ وہ بہت ادنیٰ ہے۔ ابن عباس اسے اپنے پیچھے کر کے لائے گویا وہ بندر ہے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کیا تم بیعت کرو گے؟ کہا: ہاں جب کہ دل میں کوئی اور بات تھی۔ آپؑ نے فرمایا: دلوں کی باتوں کو اللہ بہتر جانتا ہے۔ جب ہاتھ پھیلایا تاکہ بیعت لیں تو اس کے ہاتھ کو پکڑا اور دیکھا تو فرمایا: یہ ہاتھ تو ایک یہودیہ عورت کا ہے۔ اگر یہ میری بیس مرتبہ بھی بیعت کرے تو اسے توڑ دے گا۔

پھر فرمایا: اے فرزندِ حکم! مجھے تو ڈر تھا کہ وہ تیرے سر پر گر جائے گا لیکن نہیں، خدا کی قسم! جب تیری صلب سے فلاں فلاں نکلیں گے جن کو اس اُمت کا جنون کہا گیا ہے۔

(ابھی) معاویہ نہیں مرا

مینا سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے لشکر میں شوروغل سنا تو پوچھا کیا بات ہے؟ لشکر والوں نے کہا: معاویہ مر گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ اس وقت تک ہلاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے خلاف پوری اُمت اجتماع نہیں کر لیتی۔ لوگوں نے عرض کیا: آپؑ اس سے کس نزاع پر لڑتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: میں التماس کرتا ہوں کہ اپنے خدا کے حضور عذر پیش کروں۔

حضرتؑ کے معجزات میں سے ہے کہ اشعث بن قیس نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی اجازت چاہی تو قنبر نے اسے روک دیا۔ اس نے اپنی توہین سمجھی، علیؑ باہر نکلے اور فرمایا: اے اشعث! میرا اور تیرا کوئی جھگڑا تھا؟ خدا کی قسم! اگر عبد ثقیف کو موقع

دیا گیا تو تمھارے جسم کے بال بھی نوچ لے گا۔ اس نے پوچھا: غلام ثقیف سے کون مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: غلام ان کا والی بنے گا کہ تمام عربوں کو ہمیشہ کے لیے ذلت کا لباس پہنائے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ حجاج سن پچھتر ہجری کو والی بنا اور نوے ہجری میں مر گیا۔

سن پچھتر ہجری میں عبدالملک نے حجاج کو عراق کا والی بنایا لیکن سن تہتر ہجری میں اسے ایک جیش کا سربراہ بنایا، تاکہ عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرے۔ حجاج عراق پر پچانوے ہجری تک والی رہا پس اس کی ولایت بیس سال تھی۔ جس طرح حضرت علیؑ نے ذکر کیا۔

ناکثین، قاسطین اور مارقین

ان کے بارے میں جو آثار حضرت علیؑ کی طرف سے لشکر ہوئے، یعنی بیعت کے بعد ان تین فرقوں کی جنگ سے پہلے حضرت علیؑ کا یہ قول مشہور ہوا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کروں، یعنی جمل، صفین اور نہروان والوں سے۔ آپؑ نے ان سے جنگ کی اور جس طرح علیؑ نے خبر دی تھی ویسے ہی ہوا۔

حضرتؑ نے طلحہ اور زبیر سے فرمایا: جب وہ حضرت عمرہ پر جانے کی اجازت مانگنے آئے تو تم حضرت عمرہ کرنے نہیں جا رہے ہو تم بصرہ جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ایسے ہوا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

حضرت علیؑ نے ابن عباس سے کہا کہ طلحہ و زبیر عمرہ کی اجازت کے لیے آئے تھے، میں نے ان کو اجازت دے دی، حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ وہ دھوکا کر رہے ہیں اور میں نے ان کے خلاف اللہ سے مدد چاہی ہے اور اللہ ان دونوں کے دھوکے کو رد کرے اور مجھے ان کی سازش سے محفوظ رکھے۔ ایسا ہی ہوا جیسے فرمایا تھا۔

ذی قار نے کہا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ جب بیعت لینے کے لیے بیٹھا ہے

کہ تمھارے پاس کوفہ سے ہزار شخص آئے گا نہ اس سے ایک کم اور نہ ایک زیادہ ہوگا۔ وہ موت تک میری بیعت کریں گے۔

ابن عباسؓ نے کہا: میں نے افسوس کیا اور ڈرا کہ شاید تعداد کم یا زیادہ ہو جائے تو امر فاسد ہو جائے گا۔ میں نے توجہ کی، تعداد شمار کی تو تعداد ۹۹۹ ہو رہی تھی۔ میں نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں اس فکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا جس نے یمنی عبا، تلوار، ڈھال اور دیگر اسلحہ کے آلات سجا رکھے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر حضرت علیؑ کی بیعت کی تو پورے ہزار شخص ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: تم کس لحاظ سے میری بیعت کر رہے ہو؟ اس نے کہا: آپؑ کی بات کو سنوں گا، اطاعت کروں گا اور آپؑ کے سامنے جنگ کرنے میں لگا رہوں گا، یہاں تک کہ مجھے اللہ فتح دے۔ آپؑ نے فرمایا: تمھارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: اویس قرنیؓ۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے آپ کی آمد کے بارے میں رسولِؐ پاک نے خبر دی تھی کہ ایک شخص کو درک کرو گے جسے اویس قرنیؓ کہتے ہیں وہ حزب اللہ سے ہوگا، اُسے شہادت نصیب ہوگی اور اس کی شفاعت میں ربیعہ و حضر قبائل کی تعداد کے برابر لوگ داخل ہوں گے۔ پھر وہ چلے گئے۔

حضرت علیؑ کا اپنی شہادت سے آگاہ کرنا

حضرتؑ کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے جس پر متواتر روایات ہیں کہ شہادت سے پہلے لوگوں کو خبر دی کہ وہ اس دنیا سے شہید ہو کر جائیں گے اور حضرتؑ نے یہ جملہ فرمایا: واللہ لیخضبنھا من فوقھا

اور اپنی ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس کو شقی ترین شخص میرے خون سے خضاب کرے گا اور حضرتؑ کا یہ فرمان کہ ماہِ رمضان آ گیا ہے اور اس میں وحی سلطان چکر کھائے گی۔ خبردار! تم ایک صف میں حج کرو گے، اس کی نشانی یہ ہوگی کہ میں

تمھارے درمیان نہ ہوں گا۔

اس ماہِ رمضان میں حضرتؑ کسی رات امام حسنؑ کے پاس، کسی رات امام حسینؑ کے پاس اور کبھی عبداللہ بن جعفر کے پاس افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ افطار نہ کرتے۔ جب پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: کسی رات مجھ پر امرِ خدا آ گیا ہے، کیا میں سیر ہو کر کھاؤں، جب کہ میں ایک یا دو رات کا مہمان ہوں، بلکہ آج رات مجھ پر امرِ خدا وارد ہو جائے گا۔ پس آپؑ مسجد کی طرف روانہ ہوئے، جس رات صبح کو شقی نے ضرب لگائی تو بطخوں نے حضرتؑ کے دامن کو پکڑا تو آپؑ نے فرمایا: ان بطخوں کو آزاد کر دینا یہ ابھی (میرا) نوحہ پڑھ رہی ہیں۔

ان اخبار میں سے یہ بھی ہے کہ جب بسر بن ارطاۃ یمن گیا تو آپؑ نے فرمایا: خدایا! بسر نے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا ہے اس کی عقل مصلوب ہوگئی ہے اور باقی صرف بُسر ہے حتیٰ کہ مخبوط الحواس ہے، اس کے لیے لکڑی کی تلوار بنائی گئی جس سے وہ کھیلتے کھیلتے مر گیا۔

حضرتؑ نے فرمایا: میرے بعد تمھیں مجھ پر سَب کرنے پر مجبور کیا جائے گا تو مجھ پر سَب کر دینا، لیکن اگر مجھ سے برأت کا مطالبہ ہو تو مجھ سے برأت نہ کرنا ورنہ تمھاری آخرت تباہ ہو جائے گی۔

اسی طرح جویریہ بن مسہر سے فرمایا: تمھارے ہاتھ اور پاؤں میری محبت میں کاٹ دیے جائیں گے، پھر تمھیں سولی پر لٹکایا جائے گا۔ آخر ابن زیاد کا زمانہ آیا جس میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے سولی پر لٹکایا گیا۔

اصفہانی کا قصّہ

ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں مسجد نبویؐ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے ندا دی: کوئی ہے جو میری کسی ایسے شخص کی طرف

رہنمائی کرے جس سے میں علم حاصل کروں؟ میں نے کہا: اے شخص! کیا تم نے رسولؐ اللہ کا یہ فرمان سنا تھا: اَنَا مَدِینَةُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا

کہا: ہاں، تو میں نے کہا: پھر کہاں جاتا ہے؟ وہ علیؑ یہاں تشریف فرما ہیں۔ پس وہ شخص مڑا اور حضرتؑ کے سامنے آیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو اس نے کہا: میں اصفہان سے آیا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: لکھو میں علیؑ تجھے لکھواتا ہوں کہ اہلِ اصفہان میں پانچ خصال نہیں ہوتے: (۱) سخاوت (۲) شجاعت (۳) امامت (۴) غیرت (۵) محبت اہلِ بیتؑ۔

اس شخص نے کہا: مولاؑ! کچھ اور اضافہ کریں تو آپؑ نے فرمایا: (اصفہانی زبان میں) "امروز این بس" یعنی آج اتنا ہی کافی ہے۔

علامہ مجلسیؒ کا قول ہے کہ اس زمانے سے لے کر دولتِ صفویہ کے اوائل تک اصفہانی شدید ناصبی تھے پھر خدا کی حمد کہ جس نے ان لوگوں کو شدید محبت اہلِ بیتؑ عطا فرمائی اور سب سے زیادہ اہلِ بیتؑ کے اطاعت گزار اور اپنے علم کے ظرف، اور اہلِ بیتؑ کے قائمؑ کا سب سے زیادہ انتظار کرنے والے بن گئے۔ حتیٰ کہ اس شہر میں اہلِ بیتؑ کو نہ ماننے والے کا وجود ہی نظر نہ آیا۔ پس اسی محبت میں اہلِ بیتؑ کی وجہ سے ان کی چار خصلتیں تبدیل ہو گئیں اور خدا ہمیں اور تمام مومنین کو قائم آلِ محمدؐ کی نصرت اور ان کے جھنڈے کے نیچے شہادت نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت میں ہم ان کے ساتھ محشور ہوں۔

حسن بصری کو طولِ حزن کی بددعا

روایت ہے کہ حضرت علیؑ، حسن بصری کے پاس آئے جو اپنی پنڈلیوں کو دھو کر وضو کر رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اپنی طہارت کو مضبوط کرو۔ اس نے کہا: کل آپؑ نے کئی شخص قتل کیے جو وضو سے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا: کیا تمھیں ان کا غم ہے؟ اس نے کہا:

ہاں، آپؑ نے فرمایا: خدا تمھارے غم کو طول دے۔

جناب ایوب بجستانی نے کہا: ہم نے ہمیشہ حسن بصری کو غمگین دیکھا گویا ابھی مُردہ دفن کرکے آ رہا ہے یا جس کا گدھا گم ہوگیا ہو۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا اس نے کہا: مجھ پر ایک صالح شخص کی دعا اثر انداز ہوگئی ہے۔

اور ضطیہ جوان کے لیے شیطان ہے اور اس کی ماں نے اس کا یہ نام رکھا تھا اور اسے بچپن میں چھوڑ دیا ہے اور کوئی بھی یہ نام نہ جانتا تھا کہ حضرت علیؑ نے اس نام سے دعا کی۔

سعد نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا تو آپؑ نے اسے فرمایا: اے فلاں! اپنے نفس کے لیے جو چاہتے ہو، تیار کرو، کیوں کہ تم فلاں دن مریض ہوجاؤ گے، فلاں شہر میں اور فلاں وقت پر۔ میں نے کہا: ہمیں تیار رہنے کا حکم نہیں دیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ باب بند ہے حتیٰ کہ ہمارے قائمؑ کا ظہور ہوجائے۔

ایک عورت کا راز

روایت میں ہے کہ جب خلافت حضرت ابوبکر نے حاصل کرلی تو خالد بن ولید کو بنی حنفیہ کے پاس بھیجا، تاکہ اُن سے زکوٰۃ وصول کرے۔ انھوں نے خالد سے کہا: رسولؐ خدا ہر سال ایک شخص کو بھیجتے تھے جو ہمارے اغنیا سے صدقات لے کر ہمارے فقرا میں تقسیم کردیتا تھا۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ خالد واپس آیا اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ وہ زکوٰۃ کے منکر اور مانع ہیں۔ ابوبکر نے خالد کے ساتھ لشکر بھیجا جو بنی حنفیہ کے پاس آیا اور ان کے رئیس کو قتل کیا اور اس کی زوجہ کو گرفتار کیا اور اسی رات اس سے ہم بستری کی اور باقی عورتوں کو قید کرکے مدینہ لے آیا۔ اس قبیلہ کا رئیس جاہلیّت کے دور میں حضرت عمر کا دوستِ خاص تھا۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد کو قتل کردیں اور وہ

بھی حدِ زنا کے جاری کرنے کے بعد، کیوں کہ اس نے زنا کیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا کہ خالد ہمارا مددگار ہے پس اس سے غفلت اپنا لی گئی۔

جو قیدی مسجد میں آئے ان میں خولہ بھی تھی۔ وہ قبر رسولؐ پر آئی اور بین کر کے روئی اور کہا: یارسولؐ! ہم ان لوگوں کی آپؐ کے پاس شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں بغیر کسی گناہ کے قیدی کیا ہے جب کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر کہا: اے لوگو! تم نے ہمیں کیوں قیدی کیا جب کہ ہم لا الٰہ الا اللّٰہ وانا محمد رسول اللّٰہ بھی پڑھتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ اس نے کہا: یہ بات غلط ہے، ہم نے کبھی زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا بلکہ ہم نے کہا کہ جس طرح رسولؐ اللّٰہ زکوٰۃ وصول کرتے تھے وہ طریقہ اپناؤ پھر زکوٰۃ کا انکار تو مردوں نے کیا ہوگا، ہم مسلمان عورتوں کا کیا قصور ہے کہ ہمیں قیدی بنا لیا؟ اور ہر شخص ان قیدیوں سے ایک ہی عورت کا خواہش مند تھا، پھر طلحہ اور خالد بن عثمان آئے اور انھوں نے اپنی چادریں خولہ پر ڈالنا چاہیں، کیوں کہ ہر دو خولہ کو چاہتے تھے تو خولہ نے کہا: یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا مالک وہ بن سکتا ہے جو مجھے بتائے وہ کلام جو میں نے وقتِ ولادت کی تھی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: یہ خولہ لوگوں سے خوف زدہ ہوگئی ہے، کیوں کہ اس سے پہلے اس سے ایسا کوئی منظر نہیں دیکھا۔ حضرت ابوبکر ایسی کلام کرتے رہے۔ خولہ نے کہا: خدا کی قسم! میں سچ کہتی ہوں۔ اتنے میں علی علیہ السلام تشریف لائے اور قیدیوں کو دیکھا اور اس خولہ کی طرف بھی دیکھا تو آپؑ نے فرمایا: تم آرام کرو میں اس کا حال پوچھتا ہوں۔ پھر آواز دی: اے خولہ! میری بات سنو، جب تمھاری ماں حاملہ تھی تو اسے ایک ضرب لگی اور شدید درد ہوا تو اس نے دعا کی: میرے اللّٰہ! میرے مولود کو سلامتی دینا۔ چناں چہ اس کی دعا قبول ہوئی۔ جب تمھاری ولادت ہوئی تو تم نے ندا بلند کی: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ عنقریب میرا مالک ایک ایسا سردار ہوگا جس سے میرا بچہ ہوگا۔ تمھاری

ماں نے تیرا یہ کلام ایک لوح پر لکھ لیا اور جہاں تمھاری ولادت ہوئی وہ لوح وہاں دفن کر دی۔ جس رات تمھاری ماں کی وفات ہوئی تو تمھیں اس کی وصیت کی اور جب تمھیں قیدی کیا گیا تو تم صرف وہی لوح اُٹھا سکی، تم نے اس کو اُٹھا کر مضبوطی سے اپنے بازو کے ساتھ باندھ لیا۔ اب وہ لوح اپنے بازو سے اُتارو، کیوں کہ میں ہی اس لوح کا مالک ہوں۔ امیرالمومنین اور تمھارے بیٹے کا باپ مَیں ہوں جس کا نام محمد ہوگا۔

وہ قبلہ رُخ ہوئی اور دعا کی: اے اللہ! تو ہی فضل اور احسان کرنے والا ہے۔ میں تیرا شکر ادا کرتی ہوں کہ تو نے مجھے وہ انعام دیا جو کسی اور کو حاصل نہ ہوا۔ میرے اللہ اس صاحبِ قبر کا صدقہ اور اس بولنے والے کا صدقہ جس نے حقیقتِ حال کی خبر دی تو نے مجھ پر اپنا فضل تمام کر دیا ہے۔ پھر اس نے وہ تختی نکالی اور حضرتؑ کو دی۔ حضرت ابوبکر نے دیکھی تو لوح پر وہی لکھا تھا جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا، نہ کم اور نہ زیادہ۔

حضرت ابوبکر نے کہا: اے ابا الحسنؑ! اس کو لے جائیں۔ علیؑ نے اسے اسماء بنت عمیس کے گھر بھیج دیا۔ جب اس کے بھائی آئے تو حضرت علیؑ نے اس سے شادی کی اور محمد پیدا ہوئے۔

الف کے بغیر خطبہ

روایت ہے کہ صحابہ نے ایک دن کہا کہ اکثر کلام میں تمام حروف سے زیادہ الف کا استعمال ہوتا ہے اور کوئی کلام بغیر الف کے بامقصد نہیں ہوسکتا۔ حضرت علیؑ نے بدیہی طور پر ایک طویل خطبہ دیا جس میں حمدِ خدا و ثنائے الٰہی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و سلام کے بعد وعظ و نصیحت، وعد و وعید، جنت و جہنم تھی۔ نیز امر و نہی اس کے علاوہ بھی تھے، لیکن الف کے بغیر خطبہ پڑھا۔

ثابت بن افلح کی حدیث ہے کہ میرا گھوڑا آدھی رات کو گم ہو گیا تو میں حضرت امیرؑ کے دروازے پر آیا۔ قنبرؓ باہر آئے اور مجھ سے کہا: افلح کے بیٹے تیرا گھوڑا عوف بن

طلحہ سعدی کے پاس ہے۔

جناب نضر بن شمیل نے مروان اصفر سے روایت کی ہے کہ ایک گھڑسوار شام سے آیا اور علیؑ کوفہ میں تھے اور اس نے آ کر معاویہ کی موت کی خبر دی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ شخص جھوٹا ہے۔ پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے کہ یہ جھوٹا ہے تو آپؑ نے فرمایا: ابھی وہ نہیں مرا کیوں کہ ابھی اس نے فلاں فلاں کام کرنا ہے۔ کسی نے کہا: پھر آپؑ اس سے مقاتلہ کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ جانتے ہیں کہ اس نے یہ یہ کرنا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اتمامِ حجت کے لیے جنگ کرتا ہوں۔

المحاضرات راغبؒ سے ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: ابن ہند فوت نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کی گردن میں صلیب لٹکائی جائے گی۔ بہت سارے لوگ گواہ ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔

تقسیم اموال

جناب عمارؓ اور ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ جب علی علیہ السلام منبر پر آئے تو آپؑ نے فرمایا: اُٹھو اور صفوں کو خالی کرو اور آواز دو کہ کوئی پریشانی اور مجبوری ہے؟ لوگوں نے ہر طرف آوازیں دیں: اللّٰھم! ہم راضی ہیں۔ اسلام لائے اور رسولؐ کی اطاعت کی ہے اور ابن عم رسولؐ کی اطاعت کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے عمارؓ! اُٹھو اور بیت المال کی طرف جاؤ اور ہر شخص کو تین تین دینار عطا کرو اور مجھے بھی تین دینار دو۔ عمارؓ اور ابوہیثمؓ چند لوگوں کے ساتھ بیت المال میں آئے اور حضرت علیؑ مسجد قبا میں نماز پڑھنے چلے گئے تو بیت المال میں تین لاکھ دینار تھے اور لوگ ایک لاکھ تھے۔ عمارؓ نے کہا: خدا کی قسم! یہ تمھارے پاس حق آیا ہے، خدا کی قسم! علیؑ نہ بیت المال کے متعلق جانتے تھے اور نہ لوگوں کی تعداد معلوم تھی۔ پس یہ نشانی ہے، لہٰذا تم پر واجب ہے کہ ایسے شخص کی اطاعت کرو۔ لیکن طلحہ، زبیر نے تین تین دینار لینے سے انکار کر دیا۔

فرجہ اور ناصبہ نے ابی الجہم العددی سے نقل کیا ہے جو علیؑ کا سخت دشمن تھا کہ میں عثمان کا خط لے کر معاویہ کی طرف نکلا (جب کہ مصری اس ذی خشب کے پاس نازل ہو چکے تھے) میں نے خط کو لپیٹا اور ایک سوراخ دار لڑی میں بند کیا۔ پھر اس لڑی کو تلوار کے غلاف میں ڈال دیا اور میں معروف راستے سے ہٹ کر روانہ ہوا تو سفر کرتے کرتے رات ہونے لگی۔ اچانک میرے سامنے ایک خچر سوار کھڑا ہوا اور اس کے دو مرد ہیں جو اس کے آگے آگے چلتے ہیں اور علیؑ تھے جو بدو کی طرف سے آ رہے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور میں ان کو نہ دیکھ سکا، البتہ ان کا کلام سنا کہ انھوں نے پوچھا: اے چٹان! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: بدو صحابہ کا دفاع کروں۔ پھر آپؑ نے پوچھا: تیری تلوار کے غلاف میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا علیؑ! کبھی تو مذاق چھوڑ دیا کریں۔ پھر حضرتؑ نے اس امان سے وہ خط چھین لیا۔

اصبغ کہتے ہیں کہ ہم نے نماز فجر حضرت علیؑ کی اقتداء میں پڑھی۔ ایک شخص آیا جس پر سفر کے آثار نمایاں تھے۔ حضرتؑ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: شام سے آیا ہوں۔ پوچھا: کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: ایک کام ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اپنا کام تم بتاتے ہو یا میں تفصیلات کے ساتھ بتاؤں؟ اس نے کہا: آپ بتائیں یا امیرالمومنینؑ! فرمایا: ایک دن معاویہ نے یوں یوں ندا کی کہ فلاں دن فلاں شہر فلاں سال یہ اور یہ ہوگا اور جو علیؑ کو قتل کرے گا اسے دس ہزار دینار دوں گا۔ فلاں اُٹھا اور اُس نے کہا: میں۔ اس نے کہا: تم؟ پس وہ گھر گیا تو پشیمان ہوا۔

پھر دوسرے دن اعلان کیا: جو شخص علیؑ کو قتل کرے گا اسے میں بیس ہزار دینار دوں گا۔ اور دوسرے نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: تم؟ پھر وہ بھی پشیمان ہوگیا۔ پھر تیسرے دن اعلان کیا کہ جو حضرت علیؑ کو قتل کرے گا اسے ۳۰ ہزار دینار انعام دوں گا تو اُس نے کہا: حمیر کا ایک شخص تھا۔ معاویہ نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو؟ اس نے کہا: اب تیرا

کیا خیال ہے؟ معاویہ نے کہا: جاؤ اور قتل کر دو، اس نے کہا: میں تمھارا زرخرید نہیں ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے قنبر! اس کو سواری دو اور زادِراہ دو اور اخراجات نفقہ بھی دو۔

اشعث کی مسجد کا مینارہ

حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس نے اپنے گھر میں اذان دینے کے لیے چبوترا بنایا۔ جب اذان ہوئی تو یہ اس پر چڑھ جاتا اور بلند آواز سے کہتا: اے شخص! تم جھوٹے اور جادوگر ہو اور میرے باپ اسے آگ کی گردن کہا کرتے تھے۔ جب اس نے حضرتؑ سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: جب اشعث پر موت کا وقت ہوگا تو اس پر آگ کی گردن وارد ہوگی جو آسمانوں تک لمبی ہوگی اور اسے جلا دے گی۔ اس کو دفن نہیں کیا جائے گا مگر جب وہ سیاہ کوئلہ بن جائے گا۔ جب اشعث مرنے لگا تو تمام حاضرین نے دیکھا کہ ایک آگ کی لمبی گردن داخل ہوئی اور اس کو جلا دیا جب کہ وہ چیخ و پکار کرتا رہا۔

جناب ابن بطہ نے ابانہ میں اور ابوداؤد نے سنن میں ابی مجلا سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے خوارج میں اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! تم سے دس لوگ بھی قتل نہ ہوں گے اور ان کے دس شخص بھی نہ بچیں گے۔

حضرتؑ کے اصحاب میں سے نو شہید ہوئے اور ان سے نو شخص بچ گئے جو راہِ فرار اختیار کر گئے کہ دو سجستان کی طرف، دو عمان کی طرف، دو بلادِ جزیرہ کی طرف اور دو یمن کی طرف اور ایک تل موزوب کی طرف بھاگ نکلا۔

اعثم کوفی نے لکھا ہے کہ اصحابِ علیؑ کے مقتولین میں رویبہ بن وبر عجلی، سعد بن خالد سبیعی، عبداللہ بن حماد الارجی، فیاض بن خلیل ازدی، کیسوم بن سلم الجھنی، عبید بن عبید الخولانی، جمیع بن حشم الکندی اور وھب بن عاصم الاسدی شہید ہوئے۔

بناء بغداد کی خبر

ابو الجوائز الکاتب نے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے علیؑ کو خواب میں دیکھا اُس وقت مَیں اپنے شہر میں تھا۔ چناں چہ ان کی ملاقات کے لیے مدینہ آیا اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور میرا نام حضرت حسنؑ نے رکھا ہے اور میں نے ان سے احادیثِ کثیرہ بیان کی ہیں اور میں ہر وقت ان کے ساتھ رہتا ہوں۔ ایک دن میں نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! میرے لیے اللہ سے دعا کریں تو آپؑ نے فرمایا: اے فارسی! کیا تم حضرت عمرہ کرو گے اور پھر اس شہر کی طرف جاؤ گے جسے بنی عباس سے ایک شخص بنائے گا اور اس کا نام بغداد رکھا جائے گا تو وہاں نہ پہنچے گا اور تو مدائن میں فوت ہو جائے گا۔ ویسا ہی ہوا جیسے فرمایا: وہ رات کو مدائن میں داخل ہوا اور اسی رات کو فوت ہو گیا۔

جناب مسعدہ بن الیسع حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: حضرت امیر علیہ السلام بغداد کی زمین سے گزرے تو آپؑ نے فرمایا: اس زمین کو کس نام سے پکارا جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا: بغداد! آپؑ نے فرمایا: ہاں! یہاں اسی نام کا شہر بنایا جائے گا اور اس شہر کی تفصیل بتائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرتؑ کے ہاتھ سے تازیانہ گرا تو پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ پتا چلا کہ بغداد ہے۔ آپؑ نے خبر دی کہ ہاں یہ شہر بنایا جائے گا، پھر مسجد بنے گی اور اسے مسجد السوط کہیں گے۔

حضرت علیؑ طینت سے آگاہ

جناب اصبغ بن نباتہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں آپؑ سے تنہائی میں بھی ایسے محبت کرتا ہوں جیسے اعلان کر کے کرتا ہوں۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے ایک گرز زمین میں گاڑا اور پھر فرمایا: تم جھوٹے ہو۔ پھر دوسرا شخص آیا اور کہا: میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں۔ تو پھر آپؑ نے لمبا عمود زمین میں گاڑا اور فرمایا: تم سچ کہتے ہو، کیوں کہ ہماری طینت طینت مرحومہ ہے

جس سے اللہ نے یومِ میثاق وعدہ کیا تھا۔ اس وعدہ سے شاذ و نادر لوگ نکل جاتے ہیں لیکن قیامت تک اس میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔

جناب عبداللہ بن ابی رافع روایت کرتے ہیں: حضرت امیرالمومنینؑ نے ابوموسیٰ اشعری سے کہا کہ فیصلہ حکمِ کتاب کے مطابق کیا کرو اور اس سے تجاوز نہ کیا کرو۔ جب حضرتؑ نے پشت کی تو فرمایا کہ گویا یہ دھوکا کھا چکا ہے۔ میں نے عرض کی جب آپ جانتے ہیں کہ دھوکے باز ہے تو اس کی طرف توجہ کیوں کی؟ آپؑ نے فرمایا: بیٹا! اگر خدا اپنے علم کے مطابق مخلوق سے معاملہ کرتا تو رسولوں کو حجت بنا کر نہ بھیجتا۔

مسند احمد حنبل میں ہے کہ ابوالوفی نے کہا: ہم علیؑ کے ساتھ کوفہ کی طرف آ رہے تھے۔ جب ہم حرورا سے دو رات یا تین رات کے سفر تک پہنچے تو کثیر لوگ چلے گئے۔ ہم نے حضرت علیؑ سے ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں کا چلے جانا تمھیں سُست نہ کردے، کیوں کہ وہ عنقریب واپس آ جائیں گے۔ ویسے ہوا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

حضرت امیر علیہ السلام نے طلحہ و زبیر سے، جب انھوں نے حضرت عمرہ کو جانے کی اجازت مانگی، فرمایا: خدا کی قسم! تم حضرت عمرہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ تم بصرہ جانا چاہتے ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ تم حضرت عمرہ نہیں فتنہ برپا کرنے جا رہے ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ دونوں فاجر چہروں سے داخل ہوئے اور دھوکے باز چہروں سے نکل گئے۔ اب ان سے ملاقات میدانِ جنگ میں ہوگی اور دونوں قتل ہو جائیں گے۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے تم دونوں کو بتا دیا ہے اور تمھارے منصوبے اور تمھاری لاشوں کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ چلے گئے تو حضرتؑ نے یہ جملہ فرمایا جسے وہ سنتے جا رہے تھے کہ جو شخص بیعت کر کے وعدہ خلافی کرے تو اُس نے اپنے نفس پر وعدہ خلافی کی۔

گھروں میں مقتول

جنابِ صفیہ بنتِ حارث زوجہ عبداللہ بن خلف الخزاعی نے حضرت علیؑ سے جنگِ جمل کے بعد کہا: اے محبوب لوگوں کے قاتل اور اے جماعت کو پراگندہ کرنے والے! حضرتؑ نے فرمایا: میں تجھے ملامت نہیں کرتا تو مجھ سے بغض رکھتی ہے کیوں کہ میں نے تیرے دادا کو بدر میں، تیرے چچا کو اُحد میں اور اب تیرے شوہر کو جنگِ جمل میں قتل کیا ہے۔ اگر میں محبوب لوگوں کا قاتل ہوتا تو اس کے گھر والوں کو قتل کرتا اور اس گھر میں مروان اور عبداللہ بن زبیر ہیں۔

اَعمش اپنی روایت میں ایک ہمدانی شخص سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ صفّین میں موجود تھے کہ اہلِ شام نے میمنہ عراق کو شکست دی تو اشتر نے بہادری کے جوہر دکھائے تاکہ وہ واپس آجائیں۔ حضرت علیؑ نے اہلِ شام کو یہ کہنا شروع کیا: اے ابومسلم! ان کو پکڑو، پکڑو، پکڑو۔ مالک اشتر نے کہا: کیا ابومسلم ان کے ساتھ نہ تھا۔ آپؑ نے فرمایا: میری مراد ابومسلم خولانی نہیں بلکہ میری مراد وہ شخص ہے جو آخری زمانے میں مشرق سے آئے گا، جس کے ذریعے اللہ اہلِ شام کو برباد کردے گا اور بنی اُمیہ سے حکومت کی ملکیت سلب ہوجائے گی۔

تاریخِ بغداد میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ابوالدنیا کی ولادت زمانۂ ابوبکر میں ہوئی۔ پھر کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت امیرالمومنینؑ سے ملاقات کے لیے گیا۔ جب ہم کوفہ کے قریب پہنچے تو ہمیں شدید سے شدید تر پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے والد صاحب سے کہا کہ آپ یہاں آرام کریں۔ میں ذرا صحرا میں چکر لگاتا ہوں کہ شاید آپ کے لیے پانی تلاش کرسکوں۔ میں تلاشِ آب میں نکلا تو ایک ایسے کنویں پر پہنچا جو وادی کی طرح کا تھا۔ میں نے اس پانی سے غسل کیا، پانی پیا اور والد صاحب کے پاس آگیا اور کہا: اُٹھیں خدا نے ہمیں خوش حالی دی ہے۔ چشمے کا پانی بالکل ہمارے قریب

ہے۔ ہم وہاں گئے لیکن کوئی شے نہ دیکھی، لہٰذا والد صاحب بہت پریشان ہوئے اور اسی پریشانی میں فوت ہو گئے۔ میں نے ان کو دفن کیا اور حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آیا۔ وہ اس وقت صفّین کی طرف جانے کے لیے تیار کھڑے تھے اور خچر پر سوار ہو رہے تھے۔ میں قریب آیا اور رکاب پکڑی تو میری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر میں جھکا تا کہ رکابوں کو بوسہ دوں تو آپؑ نے میرے منھ پر مارا جس سے زخم آ گیا۔ (کیوں کہ اس کسی کے لیے اس قدر خضوع سوائے خدا کے جائز نہیں) یہ تنبیہ تھی۔ ابوبکر مفید کہتے ہیں کہ میں نے ان کے منھ پر واضح زخم خود دیکھا تھا۔ پھر مجھ سے پوچھا: کیا کام ہے؟ میں نے اپنا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: وہ ایسا چشمہ ہے کہ اس سے جس نے پانی پی لیا تو وہ بہت طولانی حضرت عمر پاتا ہے، تجھے بشارت ہو کہ تم طبعی حضرت عمر پاؤ گے اور حضرتؑ نے مجھے معمّر کا نام دیا اور یہ نام تو بہادروں کو دیا جاتا تھا۔

خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ تین سو ہجری میں بغداد آیا اور اس کے ساتھ اپنے شہر کے بزرگان تھے۔ انھوں نے ابوالدنیا کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے نزدیک طولانی حضرت عمر والا مشہور ہے اور مجھے اطلاع ملی کہ وہ تین سو ستائیس ہجری میں فوت ہوا۔ شیخ صدوقؒ نے بھی اپنی امالی میں اس کی تاریخِ وفات یہی لکھی ہے۔

حذیفہ کا قصہ

خلافتِ عثمانیہ میں جنابِ حذیفہ نے حضرت امیرالمومنینؑ سے عرض کیا: خدا کی قسم! میں نے آپ کا کلام نہیں سمجھا اور مجھے نہ اس کی تاویل سے واقفیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ آج تیسری رات ہو گئی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ حجرہ میں آپ نے کیا فرمایا تھا۔ اس کا مفہوم کیا تھا؟

کیف انت یاحذیفه اذا ظلمت العیون العین ، والنبی

بین اظهرنا ولم اعرف تاویل کلامك الا البارحه

''اے حذیفہ! تم کہتے تھے جب آنکھوں میں تاریکی چھا گئی تھی اور نبیؐ ہماری پشت پر تھے۔ حذیفہ نے کہا: آپؑ کے کلام کی تاویل کو آج میں نے سمجھا ہے''۔ میں نے عتیق کو پھر حضرت عمر کو دیکھا جو تمھارے آگے بیٹھا ہے اور ان دونوں کے نام سے پہلے عین ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تم عبدالرحمٰن کو بھول گئے ہو جس نے ناقہ کو عثمان کی طرف پھیر دیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ عمرو بن العاص اور معاویہ جو جگرخوارہ کا بیٹا ہے، کو ان کے ساتھ ملایا جائے تو یہ پانچ لوگ میرے اُوپر ظلم کرنے پر اجماع کر گئے ہیں۔ عتیق، حضرت عمر، عبدالرحمٰن، عمرو بن العاص اور معاویہ۔

پادری کا علیؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا

جناب زید اور صعصعہ ابنائے صوحان اور براء بن بسرہ اور اصبغ بن نباتہ، جابر بن شرحبیل اور محمد بن الکواء نے روایت کی ہے کہ ایک پادری کا فارس کی زمین میں دیر تھا، جس پر ایک سو سے زیادہ سال گزر گئے تھے، اسے کہا گیا کہ ایک شخص ہے کہ جس نے ناقوس کی آواز کی تفسیر بیان کی ہے اس نے کہا: مجھے اس کے پاس لے جاؤ تو وہ بڑے پیٹ والا ہوگا۔ جب وہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور دیکھا تو کہا: ان کی صفت تو میں نے انجیل میں دیکھی ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ اپنے چچازاد نبیؐ کے وصی ہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے اس سے فرمایا: کیا تم آئے ہو تا کہ اپنے ایمان کی رغبت میں اضافہ کرو۔ اس نے کہا: ہاں! حضرتؑ نے فرمایا: اپنی قمیص اور جُبّہ اُتار اور اپنے اصحاب کو اپنے کندھوں کے درمیان اُبھرے ہوئے نشان دکھائے، اسی وقت اس نے پڑھا: اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور فوت ہو گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اُس نے اسلام میں بہت کم وقت گزارا لیکن اللہ کی نعمتوں سے زیادہ مالا مال ہوا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت نے جنگِ جمل میں فرمایا: ہم ضرور اس فرقہ کے خلاف حملہ آور ہوں گے اور ان دو اشخاص کو ضرور قتل کریں گے اور بمطابق روایت ہم ضرور بصرہ کو فتح کریں گے۔ آج تمھارے پاس کوفہ سے آٹھ ہزار کا لشکر آئے گا اور بعض روایات میں ہے کہ تقریباً ۶ ہزار کا لشکر تھا۔

اصحابِ تاریخ نے جندب بن عبداللہ ازدی سے نقل کیا ہے کہ جب امیرالمومنینؑ نہروان میں نازل ہوئے تو ہم لشکر کے آخر میں تھے اس لشکر میں بھنبھناہٹ کی آواز تھی اور ان سے اصحاب البرانس بھی تھے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو انھوں نے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ میں اُٹھا کہ نماز پڑھوں۔ میں نے کہا: "اے اللہ! اگر یہ جنگ اس قوم سے تیری اطاعت میں ہے تو میں تجھ سے اجازت مانگتا ہوں اور اگر تیری معصیت میں ہے تو مجھے چھپا دے"۔ میں یہی دعا کر رہا تھا کہ حضرت علیؑ آئے اور فرمایا: نعوذ باللہ اے جندب! کیوں اپنی حقانیت پر شک کرتے ہو۔ پھر اُترے اور نماز پڑھی تو ایک شہ سوار آیا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! خارجیوں نے نہر عبور کر لی ہے اور نہر کے اِس پار آ چکے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اُنھوں نے عبور نہیں کی۔ پھر دوسرا شخص آیا اور کہا کہ دشمن نہر عبور کر آیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہرگز عبور نہیں کی۔ اس نے کہا: یا حضرت میں ان کے علَم اور سامان کو اس طرف سے آتے ہوئے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا۔ وہ عبور نہیں کر آئے کیوں کہ وہی نہر ان کے قتل ہونے اور ان کے خون بہانے کا مقام ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ قصر بوری بنت کسریٰ تک نہیں پہنچ سکتے تو ہم نے دھکیل دیا تو معلوم ہوا کہ جھنڈے اور سامان ہیں۔ حضرتؑ نے مجھے پسِ گردن سے پکڑا اور دھکا دیا۔ پھر فرمایا: اے ازدی بھائی! تجھے کیا معلوم ہوا؟ اس نے کہا: موت یا امیرالمومنینؑ!

اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے ایک شخص جو آپؑ

کے سامنے تھا، سے فرمایا کہ تیار ہو جاؤ اور اپنے نفس کے لیے وہ تیار کرو جو چاہتے ہو۔ کیوں کہ تم فلاں دن بیمار اور فلاں دن مرو گے۔ ویسے ہی ہوا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا اور حضرت علیؑ نے یہی تعلیم رُشید ہجری کو دی۔ لوگوں نے انھیں رُشید البلایا کا لقب دے دیا۔ اور اسی طرح حضرتؑ نے امام حسینؑ کے قتل کی اطلاع بھی دی تھی۔

فضل بن زبیر اپنے استاد ابی الحکم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی تو ایک شخص نے کہا: مجھے بتاؤ کہ میرے سر اور ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: تیرے سر کے ہر بال پر فرشتہ ہے جو ہر وقت تجھ پر لعنت کر رہا ہے اور تیری ڈاڑھی کے ہر بال پر ایک شیطان ہے، جو تجھے ہمیشہ کے لیے ذلیل کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ تیرے گھر میں ایک بچہ ہے جو فرزندِ رسولؐ کا قاتل ہے اور اس کی نشانی وہ مصداق ہے جو بتا دیا گیا ہے۔ جو تو نے بالوں کی تعداد کا سوال کیا ہے۔ اگر اس کی تصدیق کا اہتمام تیرے پاس ہوتا تو میں ضرور بالوں کی تعداد بتاتا۔ اس وقت اس کا بیٹا عمر دو سال کا بچہ تھا جس کے ہاتھوں امام حسینؑ قتل ہوئے۔

اہلِ کوفہ کا اہلِ بیتؑ پر ظلم

حضرت امیرالمومنینؑ نے اہلِ کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھارے پاس نبی پاکؐ کی ذُریت آئے گی اور تم ان پر حملہ آور ہو کر انھیں قتل کر دو گے۔ انھوں نے کہا: معاذ اللہ، اگر ہم یہ کام کریں گے تو دھوکے باز سمجھے جائیں گے۔

اسماعیل بن صبیح نے یحییٰ بن مساور العابد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے براء سے فرمایا: اے براء! تو دیکھ رہا ہوگا اور حسینؑ کو قتل کیا جا رہا ہوگا اور تم زندہ ہونے اور مدد کر سکنے کے باوجود مدد نہ کرو گے۔ چناں چہ جب امام حسینؑ شہید

ہوئے تو براء کہتا تھا کہ خدا کی قسم! امیرالمومنینؑ نے سچ فرمایا تھا اور بہت افسوس کرتا تھا۔

جویریہ بن مسہر العبدی سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ جب صفّین کی طرف جا رہے تھے تو کربلا کی سرزمین پر رُک گئے اور دائیں بائیں دیکھ کر بہت تعجب کیا اور عبرت پکڑی۔ پھر کہا: خدا کی قسم! وہ یہاں اُتریں گے، اس کی تاویل ہمیں معلوم نہ تھی مگر جب امام حسینؑ شہید ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اے حسینؑ! صبر کرو، صبر کرو شطِ فُرات پر صبر کرو۔ میں نے پوچھا: یہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: میرا حسینؑ کربلا میں شہید کیا جائے گا جو بلا جرم و بلا خطا ہوگا۔

شافی انساب میں لکھتے ہیں: ایسی صحرا جس میں اُونٹ کی ہڈی کے علاوہ کوئی شے پائی نہ جاتی تھی لیکن امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہاں سے ہر وقت اصحابِ حسینؑ کی ہڈیاں نظر آتی تھیں۔

حضرتؑ نے اپنے شہید ہونے کی خبر دی، اس لیے راوی کہتا ہے کہ کوئی شخص اپنی موت کو جانتا تھا تو وہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

اپنے قاتل کے بارے میں بتانا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ مجھے لکھ کر دیا جائے کہ کوفہ میں کون داخل ہوا تو لوگوں نے اُن کے لیے لکھا اور صحیفہ میں ان کے نام ثبت ہوگئے۔ ان اسماء کو پڑھا۔ جب ابن ملجم کے نام پر نظر پڑی تو آپؑ کو علم ہوگیا کہ یہ آپؑ کو قتل کرے گا۔ اس کی گردن پہلے کیوں نہ اُتار دی؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عذاب نہیں دیتا جب تک اس سے معصیت سرزد نہ ہو، اور کبھی فرماتے کہ پس مجھے کون قتل کرسکتا ہے؟

اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ اسی رمضان میں حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمھارے پاس رمضان آیا ہے۔ یہ مہینوں کا سردار اور ابتدائی سال ہے۔ اس

میں شیطان کی چکّی چکر کھا جاتی ہے۔ خبردار اس سال تم حج ایک صف میں کرو گے لیکن میں نہیں ہوں گا۔

الاحن اور المحن میں الصفوانی فرماتے ہیں کہ اصبغ نے کہا: میں نے جمعہ کے روز علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو یہاں بنی عبدالمطلب سے موجود ہے وہ قریب آ جائے۔ پھر اُس سے فرمایا کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کرنا۔ خبردار! کل میں تمھیں جمع کروں گا، دیکھو کہ تم اپنی تلواروں سے لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہو، کیوں کہ انھوں نے علیؑ کو قتل کیا ہے۔

عثمان بن مغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب آخری رمضان آیا تو حضرت علیؑ کبھی شام کا کھانا امام حسنؑ کے پاس، کبھی امام حسینؑ کے پاس اور کبھی عبداللہ بن جعفرؓ طیار کے پاس کھاتے اور حضرتؑ تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے تھے۔ لوگوں نے اتنی قلیل غذا کے بارے میں پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: ”میرے پاس امر ربی آنے والا ہے۔ حکمِ موت، حکمِ وصال، حکمِ ملاقاتِ محبوب آنے والا ہے اور میں جی بھر کے کھانا کھاؤں، پس ایک دو رات کا میں مہمان ہوں اور رات کو ہی مجھے امرِ خدا آئے گا“۔

اسی طرح حضرتؑ نے ایک جماعت کی شہادت کی خبر دی تھی جس میں سے حُجر بن عدی، رُشید ہجری، کمیل بن زیاد، میثم تمار، محمد بن اکتم، خالد بن مسعود، حبیب بن مظاہر، جویریہ بن مسھر العبدی، عمرو بن الحمق، رزع رضی اللہ تعالیٰ عنھم وغیرہ اور ان کے قاتلوں کا بتایا اور ان کے قتل کی تفصیل بیان فرمائی جس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

مرجِ عذرا دمشق

معرفت اور تاریخ نسوی سے زین النافقی کی روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے اہلِ عراق تمھارے ساتھ مرجِ عذرا میں قتل کیے جائیں گے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے اصحاب اجذود کی ہے پس حجر اور اس کے ساتھی

قتل ہوئے۔

عذرا دمشق سے ایک ڈاک (چوکی) کے فاصلے پر ہے اور شام کا ایک گاؤں ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: میرے بعد فتنے ہی فتنے ہوں گے، جب کوفہ والوں کو عاجز دیکھا تو خطاب کیا۔ تم میرے بعد کس امامؑ کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے؟ اور اپنے گھر کے علاوہ کس کے گھر سے کس طرح روک سکتے ہو؟ تم پر میرے بعد ذلیل اور خوار کرنے والا، تیز دھار تلوار والا، بُری شکل اور بُرے کردار والا مسلط ہوگا، جو ظالموں کو تم پر قائم کرے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ عن قریب تم پر ایک شخص لمبے حلقوم والا وسیع پیٹ والا، ہر وقت کوئی چیز کھانے والا، اور ہر وقت طلب کرنے والا ہوگا۔ تم اس کو قتل کر دو، اور تم ہرگز قتل نہ کرو گے بلکہ وہ (معاویہ) تمھیں مجھ پر سَبّ کرنے اور مجھ سے برأت اختیار کرنے کا کہے گا۔ اگر وہ مجھ پر سَبّ کا کہے تو کر دینا اور اگر مجھ سے برأت کا کہے تو ہرگز نہ کرنا کیوں کہ میں فطرتِ اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور اسلام کی طرف سبقت کی ہے اور ہجرت میں سابق ہوں۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے بصرہ والوں سے فرمایا: میں نے صحیح امانت ادا کی اور غیب کے بارے میں تمھیں مخلصانہ نصیحت کی لیکن پھر بھی تم نے مجھے متہم کیا اور جھٹلایا۔ پس اللہ تعالیٰ تم پر ثقیف کا ایک جوان مسلط کرے گا۔ انھوں نے کہا: وہ ثقفی جوان کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ کی ہر حُرمت کو توڑ دے گا یعنی حجاج۔

خروجِ زنج کی خبر

حضرتؑ نے خبر دی کہ ترک اور زنج خروج کریں گے اور اسے عالم بزرگوار سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے نہج البلاغہ میں روایت کیا ہے اور محمود نے اپنی کتابِ فائق میں حضرت امیرالمومنینؑ کا یہ جملہ ذکر کیا ہے کہ عن قریب تمھارے اُوپر لمبے اور بعید ثقیل

ہڈیوں والے اور دردناک مصیبتوں والے امور آئیں گے۔

زوراء کے متعلق اخبار

اپنے خطبہ لولویہ میں حضرتؑ نے فرمایا: خبردار! عن قریب میں طعنوں کا مرکز بنایا جاؤں گا اور غیب کو چلا جاؤں گا اور تم اموی فقیہوں سے بچتے رہنا، کیوں کہ یہ (خلافت) بادشاہی بن جائے گی اور ان فتنوں میں سے ایک یہ ہے کہ کس قدر فتنے اور پے درپے بلائیں مملکت بنی عباس کو خوف اور نا اُمیدی سے قتل کر دیں گے۔ پھر ان کے لیے ایک شہر بنایا جائے گا جسے 'زوراء' کہتے ہیں جو دجلہ اور دجیل کے درمیان ہوگا۔ پھر اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: اس شہر میں بنی شیصبان کے چوبیس بادشاہ بنی کدید کی تعداد کے برابر حکومت کریں گے جس کا پہلا السفاح ہوگا، پھر مقلاس جموح، مجروح یا مخدوع، مظفر، المونث، النظار، الکبش، المتہور، والمستظلم والمستصعب، (متصعف) پھر العلام، والاکب، والمشرف، والوشیم، والصلام، والعثون، (رکار والعیوق) پھر سرخ فتنہ اور گرد آلود معرکہ ہوگا جس کے اختتام پر قائم آلِ محمدؐ آئیں گے۔

حضرتؑ نے اپنے ایک خطبہ الغرئی میں فرمایا: اہلِ ارض کے لیے تباہی ہے کہ جب ان کو منبروں پر ملتجا اور مستکفی کے نام سے بلایا جائے گا اور ان کے القاب میں ملتجی معروف نہ ہوگا لیکن ہم نے جب اس کی صفت بیان کی تو ہم نے المقلب پایا جس نے بنی حمدان کی طرف التجاء کی۔ پھر اس مرد کا ذکر ہوگا جو ربیعہ سے ہے، جس کے نام کی ابتداء میں سین اور میم ہے۔ اس کے پیچھے ایک شخص آئے گا جس کے نام میں دال وقاف ہوگا۔ پھر حضرتؑ نے اس کی اور اس کے ملک کی تفصیلات بتائیں۔

حضرتؑ کا فرمان ہے: ان میں سے ایک غلام ہوگا جس کی پنڈلیاں زرد ہوں گی اور اس کا نام احمد ہے اور حضرتؑ کا فرمان ہے کہ وہ زخمی ہو کر مقتول پر منادی دے گا اور مُردوں کو دفن کرے گا اور ہند کو سند پر غلبہ ہوگا اور قفصہ (یعنی شہر یا دیارِ عرب کا شہر

ہے)۔ یہ غلبہ پائے گا سعید پر۔ قبطیوں کا مصر پر قبضہ ہوگا، اندلس کو افریقہ کے اطراف پر غلبہ ہوگا، حبشہ کو یمن پر غلبہ ہوگا، ترک کو خراسان پر غلبہ ہوگا، روم کو شام پر غلبہ ہوگا، اہلِ ارمینیہ کو ارمینیہ پر غلبہ ہوگا، عراق میں چیخ و پکار ہوگی جس سے حجاب کی حُرمت توڑ دی جائے گی اور کنواریوں کے پردے پھٹ جائیں گے تو لعین دجال کا جھنڈا ظاہر ہوگا، پھر قائم آلِ محمدؑ کا ذکر ہوگا۔

خطبۃ الاقالیم

حضرتؑ نے خطبۃ الاقالیم میں مختلف اقالیم کا ذکر کیا ہے اور ہر اقلیم میں جاری اُمور کی تفصیل بتائی ہے۔ پھر نبی کی وفات کے بعد ہر دس سال بعد تین سو دس سال تک ہونے والے اُمور کا تذکرہ کیا۔ قسطنطنیہ، صقالبہ، اندلس، الحبشہ، النوبہ، ترک، کرک، مل وحسل وتاویل وتاریس والصین اور دنیا کے دُور ترین شہروں کی فتوحات کا تذکرہ کیا۔

اَقُولُ: کرک یہ بعلبک کے نزدیک ایک دیہات ہے۔ ملل وحسلات ھضباب کے شہروں کے قصبے۔ حضرت کا فرمان خطبہ قصیہ میں العجب کل العجب بین الجمادی والرحب۔

یعنی سب سے زیادہ تعجب ہے کہ بہت زیادہ ہوں گی جو زندوں کو غم زدہ کر دیں گی اور حضرتؑ کا خطبہ الملاحم جو زہراء کے نام سے معروف ہے میں جملہ فرمایا: سالوں میں کچھ سال بڑے طاقت ور، جوان ہوتے ہیں جن میں ہزاروں ہر اقل ختم ہو جاتے ہیں، ان سالوں میں مردوں کو قتل کیا جاتا ہے اور عورتوں کو قیدی بنایا جاتا ہے۔ ان میں قوم کے اموال اور ادیان لُٹ جاتے ہیں، ان کے گھر اور محل خراب ہو جاتے ہیں اور جلا دیے جاتے ہیں، ان پر غلام اور ارازل کنیزوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ ان سالوں میں ظالموں اور خیانت کار قاضیوں کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا: یہ سال مکمل پورے سالوں کا دسواں حصّہ ہیں۔ پھر حضرتؑ کا فرمان

ہے کہ اولادِ عباس کی حکومت خراسان سے آئے گی اور خراسان سے ہی جائے گی۔

معتصم العباسی کے بارے میں

اس کے بارے امامؑ نے فرمایا: اسے منابر پر میم، عین اور حاد (کے ناموں) سے پکارا جائے گا۔ یہی شخص فتح ونصرت وظفر والا ہوگا۔ اس شخص کے جھنڈے ارضِ روم سے مضطرب ہوں گے۔ یہ حصنیہ کو فتح کرے گا۔ یہ ہارون اور جعفر کے بعد آئے گا، ان کے ظلم سے بھی اس کا ظلم بہت آگے بڑھ جائے گا۔ عارضی پناہ گاہ کو گھر اور کمرہ بنائے گا۔ عرب کو نکالے گا اور عجم کا انتخاب کرے گا۔ اور ترک سے اولیا (ساتھیوں) اور وزرا کو منتخب کرے گا۔

حضرتؑ کا یہ فرمان کہ وہ ان حدود کو ختم کردے گا جو اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ پر نازل کی ہیں اور کہا جائے گا کہ فلاں کا خیال ہے اور فلاں کی رائے کہ (یعنی ابوحنیفہ و الشافعی وغیرہ) اور وہ ذاتی آراء اور قیاس پر عمل کرے گا اور آثار اور قرائن پسِ پشت ڈال دیے جائیں گے، اس کے باوجود کہ وہ شراب پیے گا مگر اس کا نام کوئی رکھا جائے گا، اس کے پاس طبل، باجے، سرنگیاں بجائی جائیں گی اور سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے محلات اور گھروں کو مضبوط بنائیں گے، ریشم اور حریر کا لباس پہنیں گے، غلاموں (نوجوان لڑکوں) کو بالیاں، کانٹے اور خوب صورت لباس پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔

دیگر غیبی اخبار

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پس روم حاصل کرے گا وہ جو اس سے لوٹا گیا اور اس سے زیادہ لے گا یعنی ساحل وغیرہ اور ترک حاصل کرے گا جو اس سے چھٹ گیا

یعنی کاشغر اور نہر کے پاس اور تفص اپنا چھٹا ہوا علاقہ واپس لے گا یعنی تغلب وغیرہ۔ اسی طرح قلقل اپنا علاقہ واپس لے گا۔ پھر ان میں عجائب کو وارد کرے گا جنھیں مدینہ کہا جائے گا۔ بعض کو پیچیدہ رہنے دے گا اور بعض کی تصریح کرتے ہوئے کہے گا کہ اہلِ بصرہ کے لیے ویل اور تباہی ہے۔ جب وہ یوں یوں ہوں گے اور اہلِ وعیال کے لیے بربادی ہو اگر یہ اور یہ ہو۔ اور اہلِ الدینور کے لیے بربادی ہے اہلِ اصفہان کے لیے بربادی ہو۔

تباہی برائے اہلِ عراق و شام ومصر وغیرہ کے لیے۔ پھر کہے گا فراعنہ سے فلاں جب وہ پیچیدہ کرکے بولے گا تو کہے گا کہ اس کے اسم میں فلاں حرف ہے، حتیٰ کہ حضرتؑ نے ان لشکروں کا ذکر کیا جو حلوان اور دینور کے درمیان اور اَبر اور زنجان کے درمیان لڑیں گے اور دیلم وطرستان کے مقتولین کا تذکرہ کیا۔ اور ابن الاحنف نے بنی اُمیہ کے بادشاہوں کی تعداد کی روایت کی ہے کہ وہ پندرہ ہوں گے۔

حضرتؑ نے ایک خطبہ میں فرمایا: اس اُمت کے بردوں کی بدبختی ہے کہ شجرۂ ملعونہ ہیں جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ ان کا پہلا سفر اور فاتح اور ان کا آخری شکست خوردہ کمزور ہے۔ پھر اس کے بعد اس اُمت کے حکم ران وہ لوگ ہوں گے جن کا پہلا ان سے بڑا مہربان اور رؤف ہوگا (یعنی سفاح)۔

دوسرا ان سب سے زیادہ افتک یعنی زیادہ جرأت والا اور قتل کرنے والا ہوگا۔ پانچواں (ہارون) ان سب سے زیادہ دنبہ ہوگا یعنی اس کے اولیاء مستقر نہ ہوں گے۔ ساتواں (مامون) ان سب سے زیادہ علم رکھتا ہوگا اور بیان سے بے نیاز ہوگا۔ دسواں (متوکل) ان سب سے زیادہ بلکہ تمام لوگوں سے بڑا کافر ہوگا کیوں کہ اہلِ بیتؑ کا بہت بڑا دشمن ہوگا جو اہلِ بیتؑ اور ان کے ماننے والوں کو ذلیل وخوار کرے گا۔ اس کو قتل بھی اپنے خاص ملازموں سے کوئی کرے گا۔ پندرواں (المعتمد علی اللہ احمد بن

متوکل) اگر چہ اس کی حکومت تیرہ سال ہوگی لیکن اکثر زمانہ اہلِ زنج وغیرہ سے جنگ میں گزارے گا، اس کی پریشانیاں زیادہ اور بے نیازی کم ہوگی۔

سولہواں (المعتضد باللہ) ان سب سے زیادہ اچھے فیصلے کرنے والا اور صلہ رحم کرنے والا ہوگا۔

(روایت ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ دجلہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے دریا کی طرف ہاتھ پھیلایا تو تمام دریا کا پانی اپنی مٹھی میں بند کرلیا۔ پھر ہاتھ کھولا آپؑ نے تو پانی جاری ہوگا۔ المعتضد نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: علیؑ بن ابی طالب ہوں۔ جب تو خلافت پر بیٹھے تو میری اولاد سے اچھائی کرنا۔ چناں چہ جب اسے خلافت ملی تو اس نے علویوں سے محبت کی، اور ان سے بھلائی کی لہٰذا حضرت علیؑ نے اس کی تعریف میں جملہ فرمایا کہ اچھے فیصلے کرے گا اور صلہ رحمی کرے گا۔

اٹھارہواں (جعفر ملقب المقتدر باللہ) یہ اپنے خون میں دونوں تلاش کرے گا جب اس کا لشکر شکست کھائے گا تو یہ قتل ہوجائے گا اور اس کی نسل سے تین حکم ران بیٹے ہوں گے (الراضی باللہ محمد المتقی باللہ وبراہیم مطیع اور فضل) ان تینوں کی سیرت گمراہی کی ہوگی۔ بائیسواں ان کا بوڑھا کمزور ہوگا جو کافی مدت کے بعد خلافت پر بیٹھے گا اور رعیت بھی سکون سے رہے گی۔

چھبیسواں ان کا ایسا ہوگا کہ ملک اس سے ایسے بھاگ جائے گا جیسے شترمرغ بھاگ جاتا ہے، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ زوراء کے ٹیل پر مقتول پڑا ہے۔

عراق کی تباہی

مولا علیؑ نے فرمایا: عراق دو شخصوں کے درمیان لڑائی میں برباد ہوجائے گا، کیوں کہ اس کے عوام کثیر تعداد میں قتل اور زخمی ہوں گے اور یہ طرلیک اور دیلم ہوں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب سروخ کے خون کے ساتھ عورت کو بھی خون میں نہایا جا

رہا ہے اور اہلِ زوراء کے بنی قنطورا کے لیے بربادی ہے (حدیث حذیفہ میں ہے کہ عن قریب بنی قنطورا کو اہلِ عراق، عراق سے نکال دیں گے اور اہلِ مصر بنی قنطورہ کے بارے میں کہتے ہیں۔ بیٹھی ناکوں، چندھیائی آنکھوں اور چوڑے چہروں والے ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قنطورا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیز تھی، اس سے حضرت ابراہیم کی اولاد ہوئی اور ان کی اولاد سے ترکی اور چینی ہیں۔

اور ابی بکرہ کی حدیث میں ہے کہ جب آخری زمانہ ہوگا تو بنی قنطورا ہر طرف آ جائیں گے۔ اسی طرح حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ اچھے نباتات اور اثمار اہلِ حصنہ کے لیے ہوں گے، البتہ دو واقعے ہوں گے جس میں دونوں فریق نقصان اٹھائیں گے۔

ایک موصل کا واقعہ حتیٰ کہ اسے باب الاذان کہا جائے گا۔ اور تباہی ہے اس طین کے لیے جس میں شرک کی آمیزش ہو اور تباہی ہے ان عربوں کے لیے جس میں ترکوں کی مخالفت ہو۔

اور تباہی ہے اُمتِ محمدؐ کی، جب اہلِ اُمت شہروں کو نہ بچا سکیں اور بنی قنطورا نہر جیحان کو عبور کر آئیں اور دریائے دجلہ کا پانی آن پہنچیں اور پھر بصرہ اور اَیلہ کا قصد کریں۔ خدا کی قسم اپنے شہر کو محفوظ کرو حتیٰ کہ میں اس شہر کی جمعیت کو دیکھ رہا ہوں کشتی کے ڈوبنے اور لغابہ پرندے زمین میں کریدنے کی طرح ہو گئے ہیں۔

شہروں کی بربادی

حضرتؑ نے خبردار کیا ہے کہ شہر برباد ہو جائیں گے۔ قتادہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ارشاد قدرت کے بارے میں ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا (سورہ بنی اسرائیل، آیہ ۵۸) پوچھا گیا تو ایک طویل حدیث میں آپؑ نے فرمایا: جس کا ہم نے خلاصہ نکالا کہ سمرقند،

حارخ، خوارزم، اصفہان، کوفہ کو ترک کرنے والے برباد کردیں گے اور ہمدان، الری، دیلم، طبریہ، مدینہ اور فارس کو قحط سالی اور بھوک تباہ کردے گی اور ملّہ کو حبشی برباد کردیں گے۔ بصرہ، بلخ غرق ہوکر برباد ہوں گے اور سندھ ہند سے اور ہندوستان تبت سے برباد ہوگا اور تبت کو چین برباد کردے گا۔ یذشجان، صاغان، کرمان اور بعض شام کے علاقے لڑائیوں اور قتل و غارت سے تباہ ہوجائیں گے اور یمن کو مکڑیاں اُجاڑ دیں گی اور سلطان، بجستان اور شام کے بعض علاقوں کو آندھیاں اُجاڑ دیں گی اور شامان کو طاعون ختم کردے گی۔ مرو کو ریت تباہ کرے گی، ہرات کو سانپ تباہ کریں گے، نیشاپور، عطاء، خیرات کے بند ہوجانے سے تباہ ہوگا، آذربائیجان گھوڑوں کی ٹاپوں اور آسمانی بجلیوں کے گرنے سے تباہ ہوگا۔ بخارا غرق ہوگا اور بھوک سے تباہ ہوگا اور حلم اور بغداد کا عالی پست ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپؑ کے باپ ان کی خلافت پر راضی تھے پھر ان کو سَب کرنا کیوں کر حلال اور جائز سمجھتے تھے؟ آپؑ نے جابر الانصاری کی طرف اشارہ کیا۔ جابر نے کہا: میں نے حنفیہ کو دیکھا کہ وہ تربتِ رسولؐ پر آئی، روئی اور ہچکیاں لیں اور زار و قطار رو کر ندا دی:

السلام علیك یارسول اللّٰه، وعلی اهل بیتك من بعدك

پھر کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کی اُمت نے ہمیں ایسے قیدی بنایا ہے جیسے کفار کو قیدی بنایا جاتا ہے، حالاں کہ ہمارا گناہ کوئی نہ تھا۔ صرف یہ تھا کہ ہم تیرے اہلِ بیتؑ سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر کہا: اے لوگو! تم نے کیوں ہمیں قیدی کیا ہے، ہم نے تو شہادتین کا اقرار کیا ہے؟ زبیر نے کہا: تمھیں حق اللہ کے لیے قید کیا ہے کہ تم نے حق اللہ کا انکار کردیا ہے۔ حنفیہ نے کہا: یہ تو مردوں نے انکار کیا ہوگا۔ پھر عورتوں کو کیوں گرفتار کیا؟ پھر طلحہ اور خالد نے اس پر اپنے اپنے کپڑے ڈالے۔ اس نے کہا: اے لوگو! میں

عریاں نہیں ہوں کہ تم میرے اُوپر کپڑے ڈال رہے ہو اور نہ میں سوالی ہوں کہ تم مجھ پر خیرات اور صدقہ کر رہے ہو۔

پھر زبیر نے کہا: یہ دونوں تمھیں اپنے عقد میں لینا چاہتے ہیں؟

اس نے کہا: میرا کوئی شخص شوہر نہیں بن سکتا مگر وہ جو مجھے بتلائے کہ جب میں ماں کے پیٹ سے باہر آئی تو پہلی کلام میں نے کون سی کی ہے؟

پھر امیرالمومنینؑ آئے اور آواز دے کر کہا: اے خولہ! میری کلام سنو اور میری طرف توجہ کرو۔ جب تمھاری ماں تم سے حاملہ تھی تو اسے ایک ضرب لگی جس سے بہت درد ہوا تو اس نے دعا کی: میرے اللہ! میرے مولود کو سلامتی دینا، تو اس کی دعا تمھارے حق میں منظور ہوئی اور تم صحیح وسالم پیدا ہوئیں، اور پیدا ہوتے ہی تم نے پڑھا: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

اے اماں! مجھے بددعا نہ دو، عن قریب میرا مالک ایک سردار ہوگا اور اس سے میرا بیٹا ہوگا۔ یہ کلام تمھاری ماں نے ایک تختی پر لکھی اور وہ تختی تمھاری ولادت گاہ کی زمین میں دفن کر دی۔ جب تمھاری ماں کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے تمھیں اس واقعہ کی تفصیلات بتاتے ہوئے اس تختی کو ولادت گاہ میں دفن ہونے کے بارے میں بتایا اور اسے محفوظ رکھنے کی وصیّت کی اور جب تیری قید ہونے کا وقت ہوا کہ تو سوائے اُس تختی کے اور کچھ نہ اُٹھا سکی اور وہ تختی تو نے اپنے بازو پر مضبوطی سے باندھ دی۔ اب وہ تختی دو، اُس تختی کا مالک میں ہوں، میں امیرالمومنینؑ ہوں اور میں اس مبارک بیٹے کا باپ ہوں جس کا نام محمد ہوگا۔ پس اس نے وہ تختی حضرت امیرالمومنینؑ کو دی اور حضرت عثمان نے حضرت ابوبکر کے لیے اس کی تحریر پڑھی تو وہی تھی جو حضرت علیؑ نے بیان کی نہ ایک حرف کم اور نہ زیادہ، تب سب نے کہا کہ اللہ اور رسولؐ اللہ نے صحیح فرمایا کہ اَنَا مَدِینَۃُ العِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

حضرت ابوبکر نے کہا: اے ابا الحسنؑ! اسے اپنے پاس لے جاؤ اور مبارک دو۔ تو علیؑ نے حنفیہ (خولہ) کو اسماء بنت عمیس کے سپرد کیا اور فرمایا: اس عورت کو احترام و اکرام کے ساتھ رکھو اور اس کی حفاظت کرو۔ وہ اسماء کے پاس رہی اور جب اس کے بھائی آئے تو اُنھوں نے حضرت علیؑ سے اس کی شادی کردی۔ حضرت امیرؑ نے حق مہر دیا اور خدا نے اس سے بیٹا عطا کیا جس کا نام محمد رکھا گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے حضرت امیرالمومنینؑ کی تعریف کی تو آپؑ نے فرمایا: میں تیرے اقوال سے کم اور تیرے اعتقادات سے بلند ہوں۔

یہ تمام غیبی اخبار میں جو نبی پاکؐ نے حضرت علیؑ کے سپرد کیے، جو اللہ نے انھیں عطا کیے تھے جس طرح ارشاد قدرت ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (سورۂ جن، آیہ ۲۶-۲۸)

اور پھر نبی اکرمؐ نے اپنے وصی سے کسی قسم کا بخل نہیں کیا بلکہ جو عطا ہوا وہ عطا کر دیا، جیسے ارشاد ربی ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (سورۂ تکویر، آیہ ۲۴) اور پھر حضرت علیؑ نے بعد والے آئمہ علیہم السلام سے بخل نہیں کیا۔ پس اس قسم کی خبریں وہی دے سکتا ہے جو رسول ہو یا رسولؐ پاک کا قائم مقام ہو اور ان کے بعد ان کے دین کا وارث ہو۔

ابن ملجم کا حضرت علیؑ کی بیعت کرنا

جب ابن ملجم بیعت کرنے لگا تو حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے ابن ملجم!

خدا کی قسم! تم میری بیعت کی وفا نہ کرو گے، اور تم میری ڈاڑھی کو میرے خون سے خضاب کرو گے۔ پس جب ماہِ رمضان آیا تو ایک رات امام حسنؑ، ایک رات امام حسینؑ، اور ایک رات عبداللہ بن جعفر کے پاس افطار کرنا شروع کی۔ جب چند راتیں گزر گئیں تو فرمایا کہ رمضان کے کتنے دن گزر گئے۔ بیٹوں نے فرمایا: اتنے دن۔ پھر فرمایا: میرے بیٹو! اس رمضان کے آخری عشرے میں تم یتیم ہو جاؤ گے۔

حضرتؑ کے فضائلِ خاص میں سے ہے کہ ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ وفد کے ساتھ حضرتؑ کے پاس آیا تو آپؑ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے سلام کیا لیکن حضرتؑ نے جواب سلام نہ دیا۔ اس نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! میں نے آپؑ پر سلام کیا لیکن آپؑ نے جواب نہیں دیا، گویا آپؑ مجھے نہیں جانتے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں میں خدا کی قسم تجھے اچھی طرح جانتا ہوں گویا میں تجھ سے کاتے ہوئے سوت کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔ مغیرہ فوراً اپنے دامن کو کھینچتا ہوا اُٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد لوگوں نے پوچھا: یا امیرالمومنینؑ! کیا بات تھی؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں میں نے سچ اور حق کہا ہے۔ گویا میں نے اسے اور اس کے باپ کو یمن میں اُون کے کپڑے بُنتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے حضرتؑ کے کلام پر تعجب کیا اور کوئی شخص پہلے اُسے اس طرح نہیں جانتا تھا جس طرح حضرتؑ نے اسے خطاب کیا۔ اور یہ معجزہ ہے جس پر سوائے حضرت علیؑ کے اور قادر نہیں اور سوائے علیؑ کے کسی کو یہ الہام نہیں ہوتا۔

جناب علی بن الحسن بن محمد بن مندہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے منبر کوفہ پر ہمیں خطبۂ لؤلؤ دیا، جس کے آخر میں فرمایا: خبردار! میں عن قریب جانے والا ہوں اور غیب کی طرف منتقل ہونے والا ہوں، لہٰذا اُموی فتنہ اور ان کی شاہی مملکت سے اجتناب کرنا، کیوں کہ وہ جسے اللہ نے زندہ کیا یہ اسے ماریں گے اور جسے اللہ نے مُردہ کیا ہے اسے زندہ کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی عبادت گاہ اپنے گھروں کو

بناؤ اور غضاء جیسے سخت ترین درخت کی پناہ لو، اور اللہ کو زیادہ یاد کرنا، کیوں کہ اس کا ذکر اگر تم جانو تو ہر شے سے بڑا ہے۔

پھر فرمایا: ایک شہر بنایا جائے گا جسے زوراء کہا جائے گا جو دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان ہوگا۔ پس اگر تم اسے دیکھو تو وہ جس اور پختہ اینٹوں اور سونے چاندی کے مزخوفات سے بنایا جائے گا۔ خوب صورت حوض پانی پینے کے لیے، مرمر، زحام، ہاتھی کے دانت سے مزین دروازے، ابنوس، خیمے، قُبے اور پردے لگے ہوں گے جو ساگون اور صنوبر کی عمدہ لکڑیوں سے تعمیر ہوئے ہوں گے۔ بڑے مضبوط و مستحکم محلات ہوں گے۔ ان پر بنی شیصان کے چوبیس بادشاہ حکومت کریں گے۔ (شیصان: شیطان کا نام ہے اور بنوعباس بھی شیطان کے شریک تھے) ان کو حضرتؑ نے چوبیس شمار کیا ہے حالاں کہ یہ ۳۷ بادشاہ تھے دراصل جن کی حکومت کمزور تھی، یا جن کی حکومت کا عرصہ بہت کم تھا، ان کو شمار میں نہ لائے، اس لیے چوبیس فرمایا: ان میں اسفاح، مقلاص، جموح، خدوع، المظفر، المونث، والنظار، الکبش، المتھور، اعشار، مضطلم، مستصعب، والعلام والرھبان، والخیع، والسیار، والمترف، الکرید (یہ ان کا اٹھارہواں بادشاہ ہے یہ مقتدر ہے) الاکتب، المترف، الاکلب، الوشیم، الظلام اور العتیوق (آخری ان کا سینتیسواں بادشاہ) ان کے بعد قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا۔ ان کا چہرہ اقالیم سے ایسا چمک رہا ہوگا جیسے ستاروں میں چاند چمک رہا ہوتا ہے۔ خبردار! علاماتِ خروجِ قائمؑ دس ہیں۔

علاماتِ خروجِ قائمؑ آلِ محمدؑ

دم دار ستارہ طلوع ہوگا اور وہ حاوی ستارہ کے قریب ہو جائے گا اور پھر اس میں حرج و مرج پیدا ہو جائے گی اور یہ خوش حالی کی علامات ہیں۔ پھر ایک علامت سے دوسری علامت تک تعجب ہے۔ جب یہ علامات پوری ہو جائیں گی تو قمرالازہر کا ظہور

ہوگا اور کلمۂ اخلاص، توحید پر مکمل ہوگا۔

لوگوں کا فساد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں فاجر کی عزت ہوگی، اس کی طرف داری ہوگی، بے حیا اور بے شرم لوگ قریب ہوں گے اور منصف لوگ کمزور ہوں گے۔

حضرت سے پوچھا گیا کہ یہ کب ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: جب عورتیں حکم ران ہوں گی، کنیزیں مسلط ہوں گی اور لڑکوں کی حکم رانی ہوگی۔ ایسے فتنے ہوں گے جیسے تاریک رات ہو۔ کوئی ان کو قائم نہ رکھ سکے گا اور نہ ان کے جھنڈے کو کوئی روک سکے گا۔ وہ ضرور اور ہر صورت میں آئیں گے کیوں کہ ان کے آلات مکمل ہیں۔ ان فتنوں کے قائدان کو دھکیلیں گے، فتنوں پر سوار اس میں کوشش کریں گے، اہلِ فتنہ بڑی شدید قوم ہوگی جن کا عذاب زیادہ ہوگا اور لوٹ مار کم ہوگی۔ پھر ایک قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرے گی جو قوم متکبرین کے نزدیک ذلیل ہوگی اور زمین میں مجہول اور آسمان میں معروف ہوگی۔ اے بصرہ تیرے لیے بربادی ہے اللہ کی ناراضگی کے لشکر سے، عن قریب تیرے اہل سرخ موت یعنی وبا اور درد، بھوک یعنی موت میں مبتلا ہوں گے۔

حجاج کے بارے میں

حضرتؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اے بنی اُمیہ عن قریب یہ حکومت تمھارے غیروں کے ہاتھ میں ہوگی اور تمھارے دشمنوں کے گھر میں ہوگی۔ خدا کی قسم تم پر ثقیف کا ایک شخص مسلط ہوگا جو متکبرانہ چال چلے گا، خونخوار جو طاقت کو کھائے گا اور تمھاری چربیاں تک پگھلا دے گا، وہ مینگنی کی حیثیت والا ہوگا۔

قال السید: الوذحة الخنفساء ہے یعنی بھونرا یا گریلا اور یہ حضرتؑ کا قول حجاج کی طرف اشارہ ہے۔

قال ابن الحدید: الوذحه کا معنی بھونرا کرنا کسی لغت میں نہیں دیکھا اور مشہور ہے کہ الوذخ، جو مینگنیاں بکری کی دم پر اٹکی ہوتی ہیں اور خشک ہوجاتی ہیں۔ پھر رضی کے بعد دیگر مفسرین نے خنفساء کے بارے میں کئی وجوہ درج کی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ حجاج نے جب بھونرے کو دیکھا، جو اس کے مصلّے کی طرف آرہا تھا تو اسے دُور کیا، وہ دوبارہ آیا تو اس نے اسے پکڑ کر مَسل دیا اور کچل دیا جس سے اس کے ہاتھ پر ورم آگیا اور اس سے اس کی موت واقع ہوگئی اور اللہ نے اس ملعون اور متکبر حاکم کو اس چھوٹی سی مخلوق سے قتل کرا دیا، جس طرح نمرود کو ایک مچھر سے مروا دیا تھا۔ دوسری روایت ہے کہ حجاج نے جب بھونرا دیکھا تو اسے دُور کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ شیطان کی مینگنیوں سے ایک مینگنی ہے۔

تیسری روایت ہے کہ اس نے بہت سے بھونرے دیکھے تو کہا کہ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے؟ کسی نے پوچھا: ان کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا: شیطان نے، کیوں کہ تمھارا رب اس سے عظیم ہے کہ اس قسم کی مینگنیوں کو پیدا کرے۔ جب اس کا قول فقہاء کو بتایا گیا تو سب نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا۔

اور چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ حجاج کو ایک عیب کہ وہ زندہ بھونرے کو اپنے مخصوص مقام پر رکھتا، تا کہ اس کی حرکت سے اس کو سکون اور شفا ملے۔ بعض لوگوں نے کہا: اس بیماری والا دشمن اہلِ بیتؑ ضرور ہوگا یعنی یہ کہا کہ ہر دشمنِ اہلِ بیتؑ میں یہ بیماری ہوگی بلکہ جس میں یہ بیماری ہے وہ دشمن اہلِ بیتؑ ہے۔

بعض لوگوں نے کہا: ابن عمر زاہد نے روایت کی ہے کہ ہم نے تحقیق کی ہے کہ جس شخص میں یہ بیماری ہو وہ دشمن اہلِ بیتؑ ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جو رحم اُلٹا ہو تو اس پر آیا جاتا ہے۔ وہ نہیں آتا یعنی وہ مفعول ہوتا ہے۔ اور یہ عادت کبھی کسی ولیٔ خدا میں ہرگز نہیں ہوتی بلکہ یہ صورت فاسقوں، کافروں اور اہلِ بیت طاہرینؑ کے دشمنوں میں ہوتی ہے۔

ابوجہل بن ہشام المخزومی رسولِ خدا کا شدید ترین دشمن تھا۔ اسی لیے عتبہ بن ربیعہ نے بدر کے روز اس کو کہا تھا اے مسفر اِستہٖ (یعنی اپنی دُبر دکھانے والے) البتہ عربوں کی عادت تھی کہ کسی کی تحقیر کرنی ہوتی تو اس کو گھٹیا کنیت سے یاد کرتے شاید اس حجاج کے گناہوں کی نجاست کی وجہ سے حضرتؑ نے اسے اباوذحہ کی کنیت سے ذکر کیا اور ممکن ہے کہ اس کنیت سے اس لیے یاد کیا ہو کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا شخص سمجھتا تھا اور اس کی نظر میں یہ بڑی حقیر مخلوق تھی، کیوں کہ وہ خوں خوار، چھوٹے قد کا، بداخلاق، چھوٹی آنکھوں والا، ٹیڑھی پنڈلیوں والا، کوتاہ بازوؤں والا اور گول چہرے والا تھا اس لیے اس کو کم ترین شے سے کنیت دی، یعنی مینگنی سے۔

صاحبِ زنج کے بارے میں

اے احنف! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس لشکر کے ساتھ گیا، جس سے کوئی غبار نہیں اُڑ رہا، نہ شوروغل ہے اور نہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ، زمین قدموں سے ایسے گزار رہا ہے گویا شترمرغ کے قدم ہیں۔ حضرتؑ نے یہ اشارہ زنج کی طرف کیا۔ پھر فرمایا کہ تباہی ہے تمھارے آباد گلی کوچوں کی اور ان مزخاف سے آراستہ گھروں کی جن کے تم نے پَر بنائے اور ہاتھی کی سونڈھ کی طرح مکانوں کی سونڈھیں بنائیں گے۔ ان لوگوں میں سے ایسے ہیں کہ ان کے قتل ہونے پر کوئی رونا دھونا نہیں ہوگا اور ان کے غائب کی تلاش نہ ہوگی۔ دنیا نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کی مقدار کے مطابق ان سے عمل کیا جاتا ہے اور ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو تو بہت ہے۔

ترکوں کے بارے میں

مولائے کائنات نے فرمایا: میں ان کو ایک قوم کے طور پر دیکھ رہا ہوں، ان کے چہرے باریک ڈھال کی طرح ہیں۔ یہ عمدہ ریشم، سفید اور دیباج پہنتے ہیں اور گھوڑوں کو محبوس رکھتے ہیں۔ جب شدید قتل و غارت ہوتی ہے کہ زخمی مقتول پر چلتے ہیں۔

آپؑ سے کسی نے پوچھا: یا امیرالمومنینؑ ! یہ علمِ غیب ہے؟ حضرتؑ مسکرائے اور اس کلبی شخص سے فرمایا: یہ علمِ غیب نہیں بلکہ یہ صاحبِ علم سے علم کی تعلیم حاصل کی گئی ہے۔ علمِ غیب تو علمِ قیامت ہے جسے خدا نے قرآن میں علمِ غیب شمار کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ

اللہ جانتا ہے کہ ارحام میں مذکر ہے یا مؤنث، خوب صورت ہے یا بدصورت، سخی ہے یا بخیل، شقی ہے یا سعید، جہنمی ہے یا جنتی، یہ علمِ غیب ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس کے علاوہ وہ علم ہے جو اللہ نے اپنے نبی کو عطا فرمایا اور انھوں نے اس کی ہمیں تعلیم دی اور میرے لیے حضرتؐ نے دعا فرمائی:

"میرے اللہ! علیؑ کے سینے کو توفیق دے کہ اس علم کو برداشت کر کے محفوظ رکھ سکے اور اس علم کو میری پسلیاں محیط ہو سکیں"۔

علمِ نجوم کی دِقّت کے بارے میں

جناب برسی نے مشارق الانوار میں روایت لکھی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے دہقانِ فارسی کو جب خوارج کی طرف آنے جانے سے روکا تو آپؑ نے فرمایا: یہ جان لو کہ نجوم کے طالع کبھی نجس ہو جاتے ہیں۔ اصحاب نحوس سعد ہو جاتے اور اصحابِ سعد نحوس ہو جاتے ہیں اور مریخ نے حرکت کی ہے تو برجِ ثور میں قطع ہوگا اور تیرے برج میں ستاروں کا اختلاف ہوگیا ہے تیرے لیے جنگ کرنا ممکن نہیں ہے۔

حضرتؑ نے اس شخص سے فرمایا: وہ جو جاریات کو چلاتے ہیں اور حادثات کو

میرے اُوپر فیصلہ کر رہے ہیں اور ان کو وقائق اور ساعات کے ساتھ منتقل کرتے ہیں تو بتاؤ کہ سراری اور زراری کون ہیں اور کیا ہیں؟ اور مدبرات کے شعار کی قدر کیا ہے؟

اس نے کہا: اضطراب میں دیکھوں گا، پھر بتاؤں گا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میزان کے سامنے رات گذشتہ کیسی پوری ہوئی ہے اور کون سا ستارہ برج سرطان کے خلاف ہے اور کون سی آفت زبرقان پر داخل ہوتی ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ رات کا بادشاہ ایک گھر سے دوسرے گھر چین میں منتقل ہوگیا ہے؟ اور برج ماجین میں انقلاب آ گیا ہے؟ بحر سامرہ کے دریا میں طغیانی آ گئی ہے۔ حشرمہ دریا جاری ہوتا ہے اور باب چٹان اپنے سفینہ سے کٹ چکا ہے؟ روم کا بادشاہ روم سے اُلٹ پلٹ ہوگیا ہے اور اس کا بھائی اس کے مقام پر ولی بن گیا ہے۔ قسطنطنیہ کبریٰ سے سونے کے مشرفات ساقط ہوگئے ہیں۔ اندیل کا سورس گر چکا ہے۔ یہودیوں کا دین مفقود ہوگیا ہے۔ چیونٹی ہیجان میں آ گئی ہے؟ ستر ہزار عالم سعید ہو چکا ہے، ہر عالم میں ستر ہزار پیدا ہوئے؟

اس نے کہا: ان باتوں سے میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر فرمایا: کیا تم شہاب الانجم کو جانتے ہو؟ اور وہ سورج ذات الذوائب جو انوار کے ساتھ طلوع کرتے ہیں، سحری کے وقت غائب ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا: میں کچھ نہیں جانتا۔

حضرتؑ نے پوچھا: کیا تم ان دو ستاروں کے طلوع کو جانتے ہو جو نہیں طلوع ہوتے مگر کسی منصوبہ بندی سے، غروب نہیں ہوتے مگر مصیبت کی وجہ سے، ان دونوں نے طلوع بھی کیا اور غروب بھی ہوئے۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ نہ اب ظاہر ہوں گے مگر دنیا کے خراب ہوتے وقت۔ پھر فرمایا: جب تم طرق سما کو نہیں جانتے تو میں تم سے قریب کے سوال یعنی زمینی سوال کرتا ہوں۔

اے شخص! مجھے بتاؤ کہ حافر کے نیچے دو گڑھے دائیں بائیں نافع اور نقصان دہ

کون سے ہیں؟ اس شخص نے کہا: میرا زمینی علم آسمانی علم سے بہت کم ہے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ حافر کے نیچے گڑھا کھودیں، جب کھودا گیا تو سونے کا خزانہ نکلا اور حافر کے نیچے بائیں گڑھا کھودا تو اژدہا نکلا جو اس منجم حکیم کی گردن سے لپٹ گیا تو اس نے چیخ و پکار کی: یامولای الامان الامان۔

حضرتؑ نے فرمایا: الامان بالایمان۔ امان تو ایمان لانے سے ملے گی۔ اس نے کہا کہ میں آپؑ کے لیے لمبے رکوع اور سجود کروں گا۔ آپؑ نے فرمایا: تم نے بہتر سنا ہے اور بہتر کہو: اللہ کا سجدہ کرو اور میرے واسطے سے اس کی تضرع کرو۔

پھر فرمایا: اے سرسقیل! ہم قطب کے ستارے اور افلاک کے اعلام ہیں۔ یہ ایسا علم ہے جسے کوئی شخص نہیں جانتا مگر ہم اہلِ بیتؑ اور مَیں ہندوستان کے ایک ایک گھر کو جانتا ہوں۔

جنتی کربلا

نصر بن مزاحم نے کتاب صفّین میں لکھا ہے کہ ہرثمہ بن سلم کی روایت ہے کہ ہم علیؑ کے ساتھ صفّین کی جنگ میں تھے۔ جب کربلا کی سرزمین پر نازل ہوئے تو ہمیں نماز پڑھائی۔ جب سلام پڑھا تو وہاں کی مٹی اُٹھا کر خوشبو لی پھر فرمایا:

اے خاکِ کربلا! تو خوش حال ہو کہ تجھ سے ایک قوم محشور ہوگی جو بغیر حساب سیدھی جنت میں جائے گی۔ جب ہرثمہ جنگ سے واپس اپنے گھر آیا تو اس کی بیوی حضرت علیؑ کی شیعہ اور مومنہ تھی۔ ہرثمہ نے اس کو جو بیان کرنا تھا کیا پھر اسے کہا کہ مجھے تو تمھارے صدیق ابی الحسن پر بہت تعجب ہوا۔ کیوں کہ جب ہم کربلا میں اُترے تو مٹی اُٹھا کر سونگھی اور فرمایا: اے زمینِ کربلا! تیری عظمت کو سلام کہ تیری مٹی سے ایک قوم محشور ہوگی جو سیدھی جنت میں بغیر حساب وکتاب کے جائے گی"۔

کیا اس بات کا علم علمِ غیب ہے؟ اس کی بیوی نے اسے جواب دیا: اے شخص!

ان باتوں کو چھوڑو کیوں کہ حضرت امیرالمومنینؑ جو بولے وہ سچ اور حق بولے۔

راوی کہتا ہے: جب عبیداللہ ابن زیاد نے امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے لشکر بیجا تو اس میں ایک گھوڑا سوار مَیں بھی تھا۔ جب وہ لشکر امام حسینؑ کے پاس پہنچا تو میں نے غور کیا تو وہی مقام تھا جہاں حضرت علیؑ کے ساتھ ہم اُترے تھے اور یہاں کی تربت اُٹھا کر آپؑ نے فرمایا تھا: اس نگری سے اُٹھنے والے سیدھے جنت میں جائیں گے تو میں نے اس لشکر کے ساتھ جانا ناپسند کیا اور رہنا بھی مناسب نہ سمجھا، لہٰذا گھوڑے سمیت امام حسینؑ کے پاس آیا۔ میں نے ان پر سلام کیا اور تمام قصہ سنایا کہ اس مقام پر آپؑ کے باپ علیؑ بیٹھے تھے اور آپؑ کے واقعات کو یاد کر کے روتے جاتے تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: تم ہمارے ساتھ ہو، یا ہمارے خلاف؟ میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! تمھارے ساتھ ہوں نہ تمھارے خلاف ہوں کیوں کہ میرے پیچھے میری اولاد اور بیوی ہے، ان کے بارے میں ابن زیاد سے خوف زدہ ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا: پھر یہاں سے دوڑ جا، تا کہ ہمارا مقتل نہ دیکھ سکے۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں حسینؑ کا نفس ہے آج جو شخص ہمارا مقتل دیکھے گا اور ہماری مدد نہ کرے گا تو وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ پس میں ایسی زمین میں آ گیا جہاں سے بھاگنا سخت تھا حتیٰ کہ مجھ سے ان کا مقتل مخفی ہو گیا۔

قاتلانِ حسینؑ جہنمی ہیں

نصر نے سعد بن وهب سے روایت کی ہے کہ مخنف بن سُلیم نے مجھے علیؑ کی طرف اس وقت بھیجا جب وہ صفّین کی طرف جا رہے تھے، پس میں ان کے ساتھ کربلا کی سرزمین پر آیا۔ یہاں میں نے دیکھا کہ حضرت ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ھھنا ھھنا۔

اس شخص نے عرض کیا: یا مولاؑ! یہ کیا صورت حال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: آلِ محمدؐ کے لیے یہاں اُترنا اور نازل ہونا بڑا مشکل اور ثقیل ہے۔ پس تمھارے لیے ان کی طرف سے بربادی ہے اور تمھیں ان کی طرف سے بربادی ہے۔ ایک شخص نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! اس کلام کا کیا معنی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ویل لھم لکم یعنی تم ان کو قتل کرو گے اور ویل لکم منھم کا معنی ہے کہ اللہ تمھیں ان کے قتل کے بدلے جہنم میں ڈالے گا۔

نصر نے کہا: یہ کلام ایک اور طرح کی بھی روایت میں ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فویل لکم منھم وویل لکم علیھم تو ایک شخص نے کہا: ویل لنا منھم کو تو ہم جانتے ہیں لیکن فویل لنا علیھم کو ہم نہیں جانتے؟ آپؑ نے فرمایا: تم ان کو دیکھتے ہوگے کہ وہ قتل ہو رہے ہیں اور تم ان کی نصرت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

نصر نے کہا: حسن بن کثیر نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ کربلا میں آئے تو آپؑ کھڑے ہوگئے۔ حضرتؑ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ زمین کربلا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں صاحب، یہ کرب و بلا ہے۔ پھر اپنے ہاتھ سے ایک مقام کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہ ان کے سامان اُتارنے اور سواریاں بٹھانے کی جگہ ہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: یہ ان کے خون کے بہنے کا مقام ہے۔ پھر حضرتؑ اپنے خیمے میں چلے گئے۔

مقتلِ زرعہ کے بارے میں

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں محمد بن جریر الطبری صاحب التاریخ سے روایت کی ہے کہ زرعہ بن البرج الطائی نے حضرت امیرالمومنینؑ سے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تم نے مردوں کے فیصلے کرنے سے توبہ نہ کی تو تجھے قتل کر دوں گا اور اس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی شامل ہوگی۔ حضرت علیؑ نے اُسے فرمایا: افسوس ہے تم پر کہ کتنے شقی بن گئے ہو گویا میں تجھے مقتول دیکھ رہا ہوں جس پر ہوا نے مٹی اور گرد ڈال دی ہے۔

مدائنی نے الخوارج میں لکھا ہے کہ جب علی علیہ السلام نہروان کی طرف نکلے تو

ایک شخص جو حضرتؑ کے لشکر کے مقدمہ کے اصحاب میں سے تھا، آیا اور آپ کو خبر دی کہ لشکرِ دشمن نہر عبور کر چکا ہے۔ حضرتؑ نے اس سے تین بار حلفیہ طور پر پوچھا تو اس نے کہا: ہاں پس خدا کے ولی حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اُنھوں نے نہر عبور نہیں کی اور ہرگز نہ کریں گے کیوں کہ ان کا قتلِ عام ان کے نطفہ پیدا ہونے سے پہلے ہوگا۔ پس دو گھڑسوار آئے اور کہا کہ انھوں نے غلط خبر دی تھی آپؑ ٹھیک تھے اور ہیں۔

محمد بن یزید مبرد نے کتابِ کامل میں ذکر کیا ہے کہ نہروان کے دن حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ان پر حملہ کرو۔ خدا کی قسم تمھارے دس بندے بھی قتل نہ ہوں گے اور ان کے دس بندے بھی صحیح و سالم نہ بچیں گے، پس ان پر حملہ کیا اور انھیں قتل کر دیا اور حضرتؑ کے اصحاب میں سے ۹ آدمی شہید ہوئے اور خوارج سے آٹھ اشخاص جان بچا کر بھاگ گئے۔

پستانوں والے شخص کی تلاش

تمام اہلِ سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے جب لشکر کو شکست دے دی تو پستانوں والے شخص کو بہت تلاش کیا۔ مقتولین کو اُلٹا سیدھا کیا لیکن وہ نہ مل سکا اور حضرتؑ کو افسوس ہوا اور فرمایا کہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹا ہوں اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا۔ اس شخص کو تلاش کرو وہ اسی قوم میں ہے۔ پس اس کی تلاش کرتے رہے اور آخر اسے کسی نے دیکھ لیا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے، گویا اس کے سینہ میں پستان لگا ہوا تھا۔

اسی طرح ابراہیم بن دیزیل نے کتاب صفّین میں الاعمش سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے ان کو نیزوں سے مار دیا تو فرمایا کہ پستانوں والے شخص کو تلاش کرو۔ سخت تلاشی اور تفتیش کے بعد اس کی لاش مل گئی۔ وہ زمین کی نچلی جگہ پر پڑا تھا جس پر دوسرے لوگوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ جب حضرتؑ نے اسے دیکھا تو تکبیر کہی۔

حبہ عرونی سے روایت ہے کہ وہ ایک سیاہ فام بدبودار شخص تھا۔ اس کا ایک ہاتھ

عورت کے پستان کی طرح تھا۔ جب اس ہاتھ کو کھولتا تو دوسرے ہاتھ کے برابر اور جب ہاتھ کو چھوڑ دیا جائے تو بازو اکٹھا ہو جاتا ہے اور عورت کے پستان کی طرح تھے۔ پس حضرتؑ نے اس کا ہاتھ کاٹا اور اسے نیزہ پر بلند کیا تو پھر حضرت علیؑ نے بلند آواز سے ندا دی: صدق اللّٰہ وبلّغ رسولہ۔ حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب عصر سے مغرب تک یہی جملہ کہتے رہے: صدق اللّٰہ وبلّغ رسولہ۔

ابن دیزیل نے روایت کی ہے کہ جب ناقص الخلقت کی طلب میں صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو آپؑ نے فرمایا: میرے رسولؐ کا خچر لے آؤ۔ آپؑ اس پر سوار ہوئے اور لوگوں نے آپؑ کی اتباع کی۔ مقتولین کو دیکھا اور فرماتے تھے کہ ان کو اُلٹا کر کے دیکھو حتیٰ کہ پیدا کر لیا۔ حضرت علیؑ نے سجدہ کیا اور اکثر لوگوں نے روایات کی ہیں کہ حضرتؑ نے خچر طلب کیا تو آپؑ نے فرمایا: رسول اللہؐ کا خچر لے آؤ، وہ اس تک پہنچنے میں میری رہنمائی کرے گا۔ پس وہ خچر اس ناقص الخلقت پر رُک گیا اور پھر اسے کثیر مقتولین کے نیچے سے نکالا۔

عوام بن حوشب نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: آج کے دن خوارج کے چار ہزار شخص قتل ہو جائیں گے۔ ان میں سے ایک پستانوں والا ہے۔ جب خوارج کو شکست ہوئی تو اس پستانوں والے کو ظاہر کرنا ضروری ہو گیا۔ ہم تلاش کرتے ہوئے آگے آگے اور وہ پیچھے سوار ہو کر آ رہے تھے اور لوگ ہمارے پیچھے ہیں، حتیٰ کہ میرے ہاتھ میں ایک باقی بچا۔ میں نے اسے دیکھا، سیاہ چہرہ تھا اور اس کی ٹانگ پاؤں میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس کو کھینچا تو وہ انسان تھا۔ پس وہ جلدی جلدی خچر سے اُترا اور دوسرے شخص کو کھینچا۔ ہم نے اس کو کھینچا حتیٰ کہ وہ مٹی پر گر گیا تو وہ ناقص الخلقت تھا۔ پس علیؑ نے تکبیر کہی اور بلند آواز سے اپنے اللہ کا سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے تکبیر کہی۔

اعشیٰ باھلہ کا مقتل

عثمان بن سعید نے اسماعیل میں رجا سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ خطبہ دے رہے تھے اور ملاحم وفتنوں کے بارے بتا رہے تھے تو اعشیٰ باھلہ اُٹھا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! تمھاری یہ حدیث خرافات کے مشابہہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اگرچہ تو یہ کہنے میں گنہگار ہوا ہے، اللہ تجھے ثقفی جوان کے سپرد کرے، پھر خاموش ہو گئے۔ ایک شخص اُٹھا اور کہا: یہ ثقفی جوان کون ہے یا امیرالمومنینؑ!

حضرتؑ نے فرمایا: وہ جوان تمھارے شہر کا مالک بن جائے گا اور ہر حرمتِ الٰہی کو توڑ دے گا اور اس جوان اعشیٰ باھلہ کی گردن اس کی تلوار سے کٹے گی۔

لوگوں نے پوچھا: وہ کتنا عرصہ مالک رہے گا اے امیرالمومنینؑ؟ آپؑ نے فرمایا: تیس سال تک۔ انھوں نے پوچھا: وہ قتل ہوگا یا بشری موت مرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ بشری موت مرے گا، اپنے بطن کی بیماری کی وجہ سے، اس کے تخت کے نیچے سوراخ کیا گیا تھا لیکن اسے بہت زیادہ اور بار بار جُلاب آ رہے تھے۔

اسماعیل زجاء کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے اس دن اعشیٰ باھلہ کو دیکھا کہ جوان قیدیوں میں کھڑا ہے جو قیدی عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے لشکر سے پکڑے گئے ہیں۔ یہ شخص حجاج کے سامنے کھڑا ہے۔ پھر حجاج نے اسے جھڑکا، توبیخ کی، توہین کی اور عبدالرحمٰن کو تحویض کرنے کے لیے وہ شعر پڑھتا تھا۔ پھر حجاج نے اسی محفل میں اس کی گردن کاٹ دی۔

جویریہ کے مقتل کے بارے میں

ابراہیم بن میمون الازدی حبہ عرنی سے روایت کرتے ہیں کہ جویریہ بن مسھر العبدی ایک نیک شخص تھے۔ وہ مولا علیؑ کے دوست تھے اور حضرتؑ اس سے محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ سامنے جا رہے تھے کہ حضرتؑ نے فرمایا: اے جویریہ! میرے

قریب آؤ کیوں کہ جب میں تجھے دیکھتا ہوں تو چاہتا ہوں۔ وہ قریب آئے تو فرمایا کہ آج چند باتیں کرتا ہوں، ان کو یاد کرلو، پھر آہستہ آہستہ گفتگو شروع کر دی۔ جویریہ نے کہا: میں بھول جانے والا شخص ہوں لہٰذا اب مجھے یہ حدیث تمھارے سامنے دہراتا ہوں تا کہ یاد ہو جائے۔ پھر اس کے آخر میں فرمایا: اے جویریہ! ہمارے محبوب سے دوستی رکھو اور جب وہ ہم سے بغض کرے تو تم بھی اس سے بغض رکھو۔ اور جب تک اور جہاں تک وہ بغض رکھتا ہو تو بھی اس کے لیے بغض رکھ اور جب وہ ہم سے محبت رکھے تو تم بھی محبت رکھو۔

راوی کہتا ہے کہ کچھ لوگ اس بارے میں شک کرتے ہیں جویریہ کو آپؑ نے وصی بنایا ہے، جس کے لیے وہ مدعی ہیں کہ وہ خود حضرت مصطفیؐ کے وصی ہیں اور لوگ یہ اس لیے کہتے ہیں کہ جویریہ کو شدت سے اختصاص دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن جویریہ آیا تو حضرت علیؑ بستر پر آرام فرماتے تھے اور اصحاب بھی بیٹھے تھے تو جویریہ نے ندا دی:

ایھا النائم! اے سونے والے! اُٹھو ورنہ آپؑ کے سر پر ایسی ضرب لگاؤں گا جس سے آپ کی ڈاڑھی رنگین ہو جائے گی۔ حضرت امیرالمومنینؑ مسکرائے اور فرمایا: میں تم سے تمھارے بارے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ تمھیں متبنّیٰ بچے کے کھینچنے کی طرح گھسیٹا جائے گا اور تمھارے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں گے اور ایک کافر کے درخت کے ساتھ تمھیں سولی پر لٹکایا جائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، ابن زیاد نے جویریہ کو گرفتار کیا، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اسے ایک کافر شخص کے درخت کے کوتاہ تنے سے سولی پر لٹکایا گیا۔

میثم تمارؓ سے گفتگو

جناب ابراہیم نے کتاب الغارات میں احمد بن الحسن میثمی سے روایت کی ہے کہ

میثمؓ تمار حضرت علیؑ کا غلام تھا البتہ حضرتؑ نے بنی اسد کی عورت سے خریدا اور آزاد کردیا۔ حضرتؑ نے اس سے پوچھا: مااسمك تمھارا کیا نام ہے؟" اُس نے بتایا: سالم۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا: مجھے رسولِؐ پاک نے بتایا تھا کہ والدین نے عجم میں تیرا نام میثم رکھا تھا۔ میثم نے کہا: صدق اللّٰہ و رسولہ صدقت پر ایسا نام تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب اپنے اسم میثم کی طرف پلٹ جاؤ اور سالم چھوڑ دو اور اسے اس کی کنیت بنادیا یعنی ابوسالم۔

راوی کہتے ہیں کہ میثم کو حضرتؑ نے علمِ کثیر سے مطلع کیا اور اسرار وصیت سے مخفی اسرار سے بتایا اور میثمؓ بعض چیزوں کو بیان کرتا تھا اور اس بارے میں اہلِ کوفہ کے کچھ لوگ شک کرتے تھے اور علیؑ کے وہم و تدلیس و تخلیق سے تعبیر کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دن حضرت امیرؑ نے لوگوں کے مجمع عام میں جہاں شاکی اور خالص دونوں موجود تھے۔ میثم تمارؓ سے فرمایا: اے میثمؓ! تم میرے بعد گرفتار کیے جاؤ گے اور سولی پر لٹکائے جاؤ گے اور دوسرے دن تمھارے ناک اور منھ سے خون جاری ہوگا جس سے تمھاری ڈاڑھی خضاب ہوجائے گی اور جب تیسرا دن ہوگا تو تمھیں نیزہ مار کر شہید کیا جائے گا، پس اس وقت کا انتظار کرو اور تجھے عمرو حریث کے گھر کے سامنے سولی پر لٹکایا جائے گا اور تم دس لوگوں میں سے دسویں ہو گے۔ تمھاری لکڑی کوتاہ ہوگی اور باقی سے زیادہ تم زمین کے نزدیک ہوگے اور پھر دو دن بعد حضرتؑ نے میثمؓ کو وہ لکڑی بھی دکھائی جس پر اُنھیں سولی پر لٹکایا جانا تھا۔ اس کے بعد میثمؓ اس درخت کے پاس آتے اور وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ اے درخت! تجھ میں برکت ہو، میں تیرے لیے خلق ہوا ہوں اور تو میرے لیے پیدا ہوا ہے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد میثمؓ ہمیشہ اس درخت کے پاس آتے اور تجدیدِ عہد کرتے حتیٰ کہ درخت کاٹا گیا۔ پھر بھی میثمؓ اس لکڑی کے پاس آتے اور اسے دیکھتے

رہتے تھے اور اپنا تجدید عہد کرتے رہے۔ جب کبھی عمرو بن حریث سے ملاقات ہوتی تو اُسے فرماتے کہ میں تمھارا پڑوسی ہونے والا ہوں۔ پڑوسی کے حقوق کا خیال کرنا اور عمرو کو حقیقتِ حال کا علم نہ تھا، لہٰذا وہ کہتا کہ کیا تم ابن مسعود کا گھر خریدنا چاہتے ہو یا ابن حکم کا گھر؟ جس سال میثمؓ نے حج کیا اسی سال شہید ہوئے۔ وہ حج کے موقع پر مدینہ گئے اور حضرت اُم سلمہؓ کے دروازے پر پہنچے، دق الباب کیا تو آواز آئی: کون؟ عرض کیا: میں ایک عراقی ہوں اور حضرت علیؑ کا غلام ہوں۔ میرا نام میثمؓ ہے۔

بی بی نے کہا: سبحان اللہ واللہ! میں نے ایک دفعہ رات کو تمھارے بارے میں رسولؐ اللہ کو علی علیہ السلام کو وصیت کرتے سنا۔ پس میثمؓ نے امام حسینؑ کے متعلق پوچھا تو بی بی نے فرمایا: وہ اپنے باغ میں گئے ہیں۔ میثمؓ نے کہا: میرا اسلام امام حسینؑ کو دینا اور اُن سے کہنا کہ اب ہم رب العالمین کے پاس اکٹھے ہوں گے۔ آج میں ان کی ملاقات نہیں کرسکتا کیوں کہ میں نے جلدی واپس جانا ہے۔ بی بی نے انھیں ایک خوشبو دی کہ اپنی ڈاڑھی پر لگائیں۔ میثمؓ نے کہا: اب ڈاڑھی میرے خون سے خضاب ہوگی۔ بی بی نے پوچھا: ان باتوں کو کہاں سے سیکھا ہے؟ تو کہا: مجھے میرے سردار علی علیہ السلام نے علم منایا عطا کیا۔ حضرت اُم سلمہؓ روئیں اور کہا کہ وہ صرف تمھارے ہی سردار نہیں بلکہ میرے سردار بلکہ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔ پھر بی بی سے الوداع ہوئے اور کوفہ آئے اور گرفتار ہوگئے۔ ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد کو کہا گیا کہ یہ ابوتراب کی نشانی ہے۔ اس نے کہا: تباہ ہو جاؤ یہ عجمی ہے۔

لوگوں نے کہا: ہاں، تو ابن زیاد نے پوچھا: تمھارا رب کہاں ہے؟ کہا: ظالموں کی کمین گاہ میں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوتراب کے خواص میں سے افضل تھا۔

میثمؓ نے کہا: اب بتاؤ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

ابن زیاد: کیا تجھے اپنے آقا نے خبر دی تھی کہ تم پر مصیبت آنے والی ہے؟
میثمؒ: ہاں مجھے انھوں نے بتایا ہے کہ تم مجھے سولی پر لٹکاؤ گے اور ایسے دس محبانِ علیؑ سے میں دسواں ہوں گا اور سب سے کوتاہ لکڑی پر مجھے سولی دی جائے گی اور میں سب سے زیادہ زمین کے قریب ہوں گے۔
ابن زیاد: میں تمھارے آقا کی خبر کے خلاف کروں گا۔
میثمؒ: تم کیسے مخالفت کر سکتے ہو؟ یہ تو اللہ کا بتایا ہوا علم ہے، تم اللہ کے علم کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتے اور خدا کی قسم! میں وہ مقام بھی جانتا ہوں جہاں تم مجھے سولی دو گے اور میں پہلا شخص ہوں گا کہ میرے منہ میں لگام ڈالی جائے گی جیسے گھوڑوں کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے۔ پس میثمؒ کو قید کر دیا گیا اور ان کے ساتھ مختار ثقفیؒ کو بھی قید کر دیا گیا میثمؒ نے مختارؒ سے کہا: جب کہ دونوں ابن زیاد کی قید میں تھے، تم آزاد ہو گے اور زندان سے نکل کر امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لو گے اور تو اس جابر ظالم کو قتل کرے گا جس کی ہم قید میں ہیں اور یہ ملعون اس وقت تمھارے قدموں پر گرے گا اور اپنی پیشانی اور رُخسار تمھارے قدموں پر رکھے گا۔
جب ابن زیاد نے مختارؒ کو قتل کرنے کے لیے بلایا تو عین اسی وقت یزید کی طرف سے مختار کے بارے میں سفارشی خط آیا کہ مختارؒ کو چھوڑ دے۔ یہ خط اس لیے آیا تھا کہ مختار کی بہن عبداللہ بن عمر بن خطاب کی بیوی تھی۔ عبداللہ سے اُس کی بیوی نے کہا: یزید سے مختار کی رہائی کے لیے سفارش نامہ بھجواؤ۔ عبداللہ نے یزید سے کہا اور اس نے مختار کی رہائی کا پروانہ جاری کر دیا۔ یزید کا حکم نامہ پہنچتے ہی جس مختار کو قتل کے لیے زندان سے بلایا گیا تھا اُسے آزاد کر دیا۔ پھر میثمؒ کو اس کے بعد سولی کے لیے بلایا گیا۔
عبیداللہ ابن زیاد نے کہا: اے میثمؒ! اب میں تمھارے آقا کا حکم جاری کرتا ہوں۔ ایک شخص نے میثمؒ سے کہا: تجھے ابن زیاد سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ میثمؒ مسکرائے اور

لکڑی کو خطاب کر کے کہا: میں تیرے لیے پیدا ہوا ہوں اور تم میرے لیے پیدا ہوئی ہو۔ جب میثمؒ کو لٹکایا گیا تو لوگ جمع ہو گئے اور یہ اجتماع عمرو بن حریث کے گھر کے سامنے تھا۔ اس وقت عمرو نے کہا کہ میثمؒ جو مجھے اکثر کہتے تھے کہ میں تمھارا پڑوسی بننے والا ہوں، اب مجھے ان کی بات سمجھ آئی ہے۔ میثمؒ روزانہ اپنی کنیز کو کہتے کہ اس درخت کے نیچے صفائی کرو اور اسے پانی دو، اس کے نیچے عود رکھو اور اسے سلگاؤ۔ پس سولی پر میثمؒ نے فضائلِ علیؑ پڑھنے شروع کیے اور بنی اُمیہ کی مذمت شروع کر دی۔ ابن زیاد کو بتایا گیا کہ اس کے منہ نے تجھے رسوا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ ان کے منہ میں لگام دو، پس لگام دی گئی اور اسلام میں سب سے پہلے شخص ہیں جنھیں لگام ڈالی گئی۔ دوسرے دن ان کے ناک اور منہ سے خون جاری ہوا اور تیسرے دن نیزہ مار کر شہید کیا گیا اور میثم کی شہادت امام حسینؑ کے (اس طرف) آنے سے دس دن پہلے ہوئی۔

جناب ابراہیم نے حارثی سے روایت کی ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا تو رُشید ہجری کو گرفتار کر کے لایا گیا اور یہ حضرت علیؑ کے خواص اصحاب میں سے تھا۔ ابن زیاد نے کہا: تیرے خلیل نے کہا تھا ہم اسے عملی جامہ پہناتے ہیں۔ رُشید نے کہا: میرے مولا علی علیہ السلام نے فرمایا تھا: تیرے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دیں گے۔

ابن زیاد نے کہا: ہم اس کی بات کو جھٹلائیں گے، اسے چھوڑ دو۔ جب وہ جانے لگے تو ابن زیاد نے کہا: اسے بلاؤ کہ ہم اس کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں جانتے سوائے اس کے جو اس کے مولاؑ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔ پھر کہا: یہ ہمیشہ ہم پر بغاوت کرتا رہا ہے، اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دو۔ ان کے جب یہ اعضاء کاٹے گئے تو وہ بول رہے تھے۔ ابن زیاد نے کہا: اب اسے سولی پر چڑھا دو اور رسّی اس کے گلے میں ڈالو۔

رُشید نے کہا: ایک کام باقی ہے جو مولاؑ نے فرمایا تھا، تم کرو گے۔

ابن زیاد نے کہا: اس کی زبان کھینچ لو۔ جب اس کی زبان نکالنے لگے تو اس نے کہا: ایک سانس کی مجھے اجازت دو کہ ایک جملہ کہہ دوں۔ جب اُنہوں نے ذرا سی مہلت دی تو اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ بھی مولا علیؑ کے حکم کی تصدیق ہے کہ انھوں نے مجھے فرمایا تھا: میری زبان کاٹیں گے۔ پس زبان کاٹ کر سولی پر لٹکا دیا گیا۔

مسجد کی بلندی سے قتل

ابوداوٗد نے مزرع سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ نے کہا کہ لشکر کا استقبال کریں ضرور آئے گا اور جب وہ وادی بیداء میں پہنچے گا تو وہاں کی زمین دھنس جائے گی اور ایک شخص بھی باقی نہ بچے گا۔

راوی نے کہا: کیا آپؑ علمِ غیب سے بول رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں اسے محفوظ رکھو۔ عن قریب کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے ان کو قتل کیا جائے گا اور مسجد کے صحن میں ان کو پھانسی دی جائے گی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا: کیا یہ علمِ غیب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور سمجھو۔ راوی کہتا ہے کہ جمعہ ہی گزرا کہ مزرع قتل ہو گیا اور مسجد کے صحن میں پھانسی دی گئی۔

لشکر کے زمین میں دھنس جانے والی حدیث بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں جناب اُم سلمہؓ سے نقل کی ہے کہ اُنھوں نے کہا: میں نے رسولؐ پاک کو یہ فرماتے سنا: ایک قوم کعبہ میں پناہ لینے کی غرض سے آئے گی تو بیداء کے مقام پر سب زمین میں دھنس جائیں گے اور وہ محشور ہوں گے اور اپنی اپنی نیتوں کے مطابق سزا جزا پائیں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ بیداء کی زمین کہاں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ زمین بیدا مدینہ میں ہے۔ محمد بن موسیٰ العنزی نے روایت کی ہے کہ مالک بن حمزہ اصحاب امیر المومنینؑ سے تھا جس نے ابوذرؓ کی صحبت اختیار کی اور ان سے

بہت زیادہ علم حاصل کیا۔ وہ بنی اُمیہ کے زمانے میں یہی کہتا تھا کہ میرے اللہ! مجھے ان تین شخصوں میں سے قرار نہ دینا۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ تین کون ہیں؟ تو اس نے کہا: ایک وہ شخص جسے بلندی سے نیچے پھینکا جائے گا اور دوسرا وہ شخص کہ جس کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور اس کی زبان کاٹ کر سولی پر چڑھایا جائے گا اور تیسرا وہ شخص جو اپنے بستر پر فوت ہوجائے گا۔ اور کچھ لوگ تو ان باتوں کو ابوتراب کے جھوٹے اقوال کہتے تھے۔

راوی کہتا ہے: جسے بلندی سے نیچے گرایا گیا وہ ہانی بن عروہ ہیں اور جس کے ہاتھ پاؤں، زبان کاٹ کر سولی دی گئی وہ رُشید حجریؓ ہیں اور مالکؓ بستر کی موت سے فوت ہوا۔

فتنہ کی آنکھ

حضرتؑ نے خطبہ دیا: اے لوگو! میں نے فتنے کی آنکھ کو چیر کر رکھ دیا اور میرے علاوہ کسی میں جرأت بھی نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا جو پوچھنا ہے پوچھ لو، قیامت تک کے حالات بتا سکتا ہوں۔ جس قدر فتنے اُٹھیں گے جو سیکڑوں کو گمراہ اور سیکڑوں کو ہدایت دیں گے۔ میں انھیں جانتا ہوں، ان کے قائد، ان کو ہانکنے والوں کو بھی جانتا ہوں، ان کی سواریوں کے پیچھے اور ان کے سامان اُتارنے کے مقام کو بھی جانتا ہوں۔ ان میں سے جو قتل ہوں گے یا جو مر جائیں گے ان سب کو جانتا ہوں۔

اگر میں چلا جاؤں اور امور سخت ہو جائیں تو اکثر سائلان دَر دَر ٹھوکریں کھائیں گے اور مسئولین شرمندہ ہوں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب تمھاری جنگ زوروں پر ہوگی، دنیا تم پر تنگ ہوجائے گی، آزمائش کے دن تم پر بہت طولانی ہوں گے۔ پھر خدا تمھارے بقایا نیک افراد کے لیے کھول دے گا کہ جب فتنے آئیں گے تو مشتبہ ہوجائیں۔ جب واپس جائیں گے تو سب کچھ لوٹ کر لے جائیں گے۔ ان فتنوں کا آنا

سخت ہوگا اور جانا معروف ہوگا۔ وہ تیز آندھی کی طرح آئیں گے جو شہروں کو نشانہ بنائیں گے اور کئی شہر ان سے محفوظ رہیں گے۔ خبردار سب سے بڑا فتنہ بنی اُمیہ ہیں۔ یہ اندھا اور تاریک سیاہ فتنہ ہے جسے خط اندھے ہیں اور اس کی آزمائش خاص ہیں۔

فتنوں کا مقابلہ وہی کرے گا جو ان میں بصیرت رکھتا ہوگا اور فتنے اُسے غلط کردیں گے جو شخص ان سے اندھا ہوجائے گا۔ خدا کی قسم! تم بنی اُمیہ کو اپنے لیے بہت بُرا مالک اور حاکم پاؤ گے۔ ان کی بلائیں ہمیشہ تمھارے اُوپر رہیں گی۔ جب تک تم رب سے دعا نہ کرو گے۔ یہ فتنے جاہلیّت کے زمانے کے ہوں گے جب ان میں ہدایت کا مینارہ یا علم نہ ہوگا۔ ان سے ہم اہلِ بیتؑ نجات یافتہ ہوں گے اور ان فتنوں میں ہم شامل نہ ہوں گے۔

ابن الحدید کا حاشیہ

یہ دعویٰ (سلونی) ربوبیت یا نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھے تمام واقعاتِ قیامت تک کے بتا دیے ہیں۔ ہم نے حضرتؑ کے اخبار کا امتحان لیا ہے تو سب کو موافق پایا ہے۔ اس لیے ہمارا استدلال یہ ہے کہ آپ نے بہت دقیق دعویٰ کیا ہے جسے وہ اطلاع اس ضرب کے بارے میں ہے جس سے ان کی ڈاڑھی خضاب ہوگی یا قتلِ حسینؑ کے بارے میں جو کربلا سے گزرتے ہوئے فرمایا۔ یا معاویہ کی بادشاہی کے بارے میں اپنے بعد فرمایا: یا حجاج کے بارے میں یوسف بن عمر، خوارجِ نہروان کے بارے میں فرمایا اور اصحاب کے بارے میں جنھیں قتل کیا جائے گا، جن کو سولی پر لٹکایا جائے گا اور ان کا ناکثین، قاسطین، مارقین سے جنگ کرنا اور کوفہ سے وارد ہونے والے لشکر کی تعداد کی خبر کم اور نہ زیادہ تھی؟ عبداللہ بن زبیر کے بارے میں، بصرہ کی ہلاکت کے بارے میں وغیرہ یہ سب علمِ نبویؐ کی وجہ سے ہے۔

بعض غیبی اخبار

جیسے آپ نے بنی بویہ (آلِ بویہ) کے بارے میں فرمایا کہ دیلمان سے بنی صیاد نکلیں گے، یہ ان کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا باپ مچھلی کا شکار اپنے ہاتھ سے کرتا ہے اور اسی شکار سے اس کے اخراجات چلتے تھے، تو خدا نے اس کی نسل سے تین بادشاہ بنائے اور ان کی نسل کو منتشر کیا حتیٰ کہ ان کی حکومت ضرب المثل بن گئی اور ان کے بارے حضرتؑ کا یہ فرمان کہ اس کا امر مضبوط تو وہ زوراء کے مالک بن کر خلفا کو نکال دیں گے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کی مدت حکومت کتنی ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: ایک سال یا اس سے تھوڑا زیادہ۔

اسی طرح حضرتؑ کا مترف بن اجذم کے بارے میں فرمان ہے کہ اسے اس کا چچا ہی قتل کرے گا، دجلہ کے کنارے۔ اور یہ اشارہ عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ ابی الحسین کی طرف اور معزالدولہ کے ہاتھ کسی جنگ میں کٹ گئے اور اس کا بیٹا عزالدولہ بختیار بہت عیاش تھا۔ لہو ولعب، شراب کا عادی تھا، اسے عضدالدولہ نے قتل کیا۔ اور معزالدولہ نے مستکفی خلیفہ کو معزول کیا اور اس کی جگہ مطیع کو بنایا۔

اسی طرح حضرتؑ کا عبداللہ بن عباس کے بارے میں اخبار کہ اس کا امر بھی اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوگا کیوں کہ ان کا بیٹا علی پیدا ہوا تو وہ علیؑ کے پاس لائے۔ حضرتؑ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دیا اور کھجور کی گھٹی دی اور عبداللہ کو نعلین دے کر فرمایا: اے ابوالاملاک اسے لو۔

بنی اُمیہ اور ان کے زوال کے بارے میں

آپؑ نے ذکر بنی اُمیہ میں فرمایا: بنی اُمیہ کے اہلِ باطل اہلِ حق پر غالب آجائیں گے حتیٰ کہ زمین دشمنوں، ظالموں اور بدنیتوں سے بھر جائے گی، یہاں تک کہ خدا ان کے تکبر اور جباریت کو توڑے گا اور اس کے ستون کو گرائے گا اور اس کی میخیں

نکال دے گا۔ خبردار! تم ان کو پاؤ گے، ان لوگوں کی مدد کرو جو بدر و حنین کا علم اٹھانے والے ہیں، اجر الٰہی پاؤ گے۔

پھر فرمایا: بنی اُمیہ اس عبد کی طرح ہیں جو اپنے مولا سے یوں انتقام لیتا ہے کہ جب مولا سامنے ہو تو اطاعت کرتا ہے اور جب مولا سامنے نہ ہو تو اسے سب و شتم کرتا ہے۔ پس تم اہلِ بیتؑ نبی کو دیکھو اگر وہ چلیں تو تم بھی چل پڑو۔ اگر وہ تم سے مدد چاہیں تو ان کی مدد کرو، خدا ضرور ہم اہلِ بیتؑ کو خوش حالی دے گا۔ میرا باپ اس بیٹے پر قربان ہو جائے کہ وہ بہترین کنیز کا بیٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ بنی اُمیہ کو ایسا ذلیل کرے گا کہ یہ اندھے ہو جائیں گے اور خاکستر بن جائیں گے۔ ایسے ملعون ہوں گے کہ جہاں پائے جائیں گے اور ان کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ اللہ کی سنت ہے جو اس سے پہلے گزر گئے ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

جب خوارج قتل ہو گئے تو کسی نے بتایا: یا امیر المومنینؑ! کیا تمام خارجی قتل ہو گئے؟ آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں وہ مردوں کی جانوں اور عورتوں کے رحموں میں نطفے کی شکل میں ہیں۔

روایت ہے کہ مروان بن حکم کو جنگِ جمل کے روز قیدی کیا گیا تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اس کی سفارش کی۔ حضرتؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ پس دونوں شہزادوں نے حضرت امیر المومنینؑ سے کہا: وہ آپؑ کی بیعت کرتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: کیا عثمان کے قتل کے بعد اس نے میری بیعت نہیں کی تھی؟ مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ یہودی ہاتھ ہے۔

اگر یہ شخص اپنے اسی ہاتھ سے میری بیعت کرے تو اسی ہاتھ کی انگلی سے مجھے دھوکا دے گا۔ اسے بادشاہی ملے گی۔ یہ چار بڑے بادشاہوں کا باپ ہے۔ یہ اُمت اس سے اور اس کی اولاد سے سرخ (خونیں) دن دیکھے گی۔

معاویہ کے بارے میں

حضرتؑ نے فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں ایک گمراہ کی طرف کہ جو شام سے نعرہ لگا رہا ہے اور اپنی گمراہی کے جھنڈے کوفہ کے علاقوں میں پھیلا رہا ہے۔ یہ فتنہ، اہلِ فتنہ کو اپنی نابوں سے کاٹ دے گا اور زمین میں موجیں اُبھریں گی۔

اگر علیؑ تمام اہلِ محشر کی شفاعت کریں تو جنت میں داخل ہوگا

البرصی اپنی مشارق الانوار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ ایک دن نجف کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ نے اپنے ساتھ والوں سے کہا: کوئی شخص دیکھ سکتا ہے، پس میں تو دیکھ سکتا ہوں۔ تو اصحاب نے کہا: آپؑ دیکھ سکتے ہیں، آپ اللہ کے بندوں میں عینِ ناظرہ ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک اُونٹ ہے، اس پر لاش ہے اور ایک شخص اس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے اور ایک شخص آگے آگے قیادت کرتے ہوئے آ رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ شخص تین دن کے بعد پہنچے گا۔ تیسرے دن اُونٹ اور جنازہ بندھا ہوا اور دوسرا اس کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ پس دونوں مردوں نے اس جماعت پر سلام کیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے ان کو خوش آمدید کہنے کے بعد فرمایا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اور یہ جنازہ کس کا اور اسے کیوں لائے ہو اور کہاں جانا ہے؟

انھوں نے کہا: ہم یمن سے ہیں، یہ جنازہ ہمارے باپ کا ہے۔ انھوں نے بوقتِ موت ہمیں وصیت کی تھی کہ مجھے غسل وکفن اور جنازہ کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے اُونٹ پر لاد کر عراق لے جانا تو وہاں نجف کوفہ کے پاس دفن کر دینا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے ان دونوں سے فرمایا: کیا تم نے اپنے باپ سے پوچھا کہ نجف کوفہ میں کس لیے دفن کیا جائے؟ انھوں نے کہا: ہاں ہم نے پوچھا، انھوں نے کہا کہ وہاں نجف کوفہ میں ایک شخص دفن ہوگا کہ اگر وہ قیامت کے دن تمام اہلِ محشر کے لیے سفارش

کردے تو اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ پس حضرت امیرالمومنینؑ اُٹھے اور فرمایا: تمھارے باپ نے سچ کہا اور خدا کی قسم! مَیں ہی وہ شخص ہوں۔

بلاغتِ علی علیہ السلام

ابن ابی الحدید نے کسی اور مقام پر کہا ہے کہ ہمارے استاد ابوعثمان نے کہا کہ مجھے ثمامہ نے بیان کیا کہ میں نے جعفر بن یحییٰ سے سنا جو تمام لوگوں سے بلیغ اور فصیح تھے، بولنے اور لکھنے میں کہ لفظ اس کے سامنے عاجز ہوتے تھے۔ کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا جب انھوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ پس تم سے اشعار کہتا ہوں، بیت اور اس کا بھائی اور تم بیت کہتے ہو اور اس کے چچازاد کو ساتھ ملاتے ہو۔ پھر کہا: اگر حُسنِ کلام دیکھنا ہے تو حضرت علیؑ کے کلام کو دیکھو۔ جیسے فرمایا: هل من مناص او خلاص؟ او معاذ او معلاذ او قرار او محارٍ

ابوعثمان نے کہا: جعفر بھی حضرت علیؑ کے ان اقوال پر بہت تعجب کرتے ہیں جیسے ارشاد فرمایا:

"یعنی جب کوشش کی تو پوری ہمت اور زحمت کی۔ جب جمع کیا تو ہر شے کو اکٹھا کیا، جب تعمیر کی تو مستحکم بنیاد رکھی، جب فرش بنای تو ان کی بہترین تمہید کی، جب کسی چیز کو مزین کیا تو نہایت عمدگی کے ساتھ کیا"۔

ابوعثمان کہتے ہیں کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان میں ہر لفظ اپنے ساتھی کی گردن کو پکڑے ہوئے ہے جو اپنی ذات میں جاذب ہے اور اپنی ذات کے ساتھ ذات پر دلالت کرتا ہے۔

ابوعثمان نے کہا کہ جعفر ان کو قریش کا فصیح قرار دیتے تھے۔

اور جان لو کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ اوّلین اور

آخرین سے تمام لغاتِ عرب کے بولنے والے اور فصیح و بلیغ ہیں۔ سوائے کلام اللہ اور کلامِ رسولؐ اللہ کے (کہ وہ افضل ہے) اور یہ اس لیے ہے کہ خطیب اور محرر کی خطابت اور تحریر میں فضیلت یہ ہے کہ وہ دو امر پر اعتماد کرتا ہے اور وہ ہیں مفردات الفاظ اور مرکبات الفاظ (مفرد و مرکب الفاظ)۔

جہاں تک مفردات کا تعلق ہے کہ اگر یہ آسان ہوں تو یہ وحشی سلسلہ ہے اور ان میں کوئی پیچیدگی نہیں اور حضرت امیرالمومنینؑ کے الفاظ تمام کے تمام اسی طرح ہیں اما المرکبات! حُسن یہ ہے کہ معنی جلدی مرحلۂ افہام تک پہنچے اور وہ ایسی صفات پر مشتمل ہو کہ انھی صفات کی بنا پر بعض کلام کو بعض دوسرے کلام پر فضیلت حاصل ہوتی ہے اور یہ صفت وہ صفت ہے کہ جسے متاخرین نے مقابلہ اور مطابقہ اور حُسنِ تقسیم میں جدّت کا نام دیا ہے اور آخری کلام کو صدر کلام پر منطبق کیا جا سکے اور الفاظ کے استعمال میں مجاز کی لطافت ہو۔ موازنہ، تکافو اور اعشا مکہ ہو۔

اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ صفات تمام کی تمام حضرت علیؑ کے ایک ایک خطبے اور تحریر میں ہے اور یہ تمام صفات حضرتؑ کے کلام میں پھیلی ہوئی ہیں اور یہ دونوں چیزیں حضرت علیؑ کے کلام کے علاوہ کسی کے کلام میں نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر اس پر عمل کیا جائے اور اس میں فکر کی جائے اور اس کی وضع اور شرح میں روایت کو دیکھا جائے تو عجب العجائب نظر آتے ہیں۔

واجب ہے کہ وہ اس امر میں تمام لوگوں کے امام ہوں کیوں کہ انھوں نے اس طرز کی ایجاد کی۔ ان سے پہلے کسی کو اس کی معرفت نہ تھی۔ اگرچہ ابتدا میں کلام کو مرتجل کیا ہے اور اس پر آپ کی زبان جاری ہوگئی اور بغیر دیکھے اور سوچے ان کی طبیعت اس پر جاری تھی۔ یہ بہت بڑے تعجب کی بات ہے۔

اور ان دو چیزوں کے شامل کرنے پر بہت بڑا تعجب ہے۔ وہ اس میدان میں

سب سے پہلے شخص ہیں اور تمام فصحا اپنے نفوس کو انھی کی اتباع میں منقطع کرتے ہیں۔

اور سچ کہا معاویہ نے، جو اس نے محق الضبی کو کہا، جب اس نے کہا کہ میں تیرے پاس آیا ہوں اور لوگوں سے گونگے شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ اے بدبخت اور سُست شخص کے بیٹے! تم یہ کہتے ہو؟ کیا قریش میں فصاحت کی سنت کی بنیاد ان کے علاوہ کسی نے رکھی ہے۔

یہ جان لو کہ استدلال کا تکلف کرنا اس پر کہ روشن سورج تھک جاتا ہے تو یہ استدلال کرنے والا پاگل ہے اور یہ انکاری نہیں امورِ معلومہ کا علمی ضرورت کے طور پر جو زیادہ پاگل پن ہے اس شخص سے جو نظری ادلہ کے ساتھ استدلال کرے۔

نقطہ سے خالی خطبہ

مناقب ابن شہر آشوب میں کلبی اور ابن بابویہ نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اپنے اصحاب کو اپنے جدّ امجد حضرت علی علیہ السلام کے معاجزات بتا رہے تھے تو یہ معجزۂ خالدہ نقل کیا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو نقطہ سے خالی ہے اور وہ خطبہ یہ ہے:

الحمد للّٰہ الملک المحمود الملک الودود مصور کل مولود مالک کل مطرود ساطع المهاد موطل الاطواد مرسل الامطاء، عالم الاسرار ومدرکها ، مدمر الاملاك مهلكها . ومكور الدهور ومكررها ومورد الامور ومصدرها عم سماحه وكمل ركامه وهمل وطاع السوال كما وحد الا وهو اللّٰه الا اله للامم سواه ، ولا صارع لما عدل سواه ارسل محمدًا علماً الاسلام، واماماً للاحكام ، مسدد الرعام معطل احكام ود

وسواع اعلم وحلم وحكم واصل الاصول ومهّد والا الوعود واوعدا واصل اللّٰه له الاكرام وادبع روحه السلام ورحمةُ اللّٰه واهله اكرام ما لمع دال وطلع هلال ، وسمع اهلال ، اعملو رعاكم اللّٰه لا صلح الاعمال واملكوا امسالك الحلال واطرحوا الحرام ورعوه واسمعوا امر اللّٰه ووعوه وصلوا الارحام وراعوها، وعاصوا الاهواء واردعوها وصاهروا اهل الصلاح والورع، وصارحوا رهط اللهووا لطمع ومصاهركم اطهر الاحرار مولداً واسراهم سؤددًا واحلاهم مورداً وهاهو امكم وحل حرمكم مملكًا عروسكم المكرمه وما هرها كما مهر رسول اللّٰه اُم سلمه وهو اكرم صهر واودع الاولاد وملك ما ادى دوماسها ولاوكس ملاحمةُ ولاوصم اسأل اللّٰه احماد وصاله ودوام اسعاده والهم كلّا اصلاح حاله والاعداد لما له ومعاده وله الحمد السرمد والمدح لرسوله احمد

